1986

ت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں

نمبر

خالد

ہنامہ ربوہ

ایڈیٹر

بدالسمیع خان

ماہنامہ خالد ربوہ
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان نمبر
جلد: ۳۳، شمارہ: ۲،۳
دسمبر ۱۹۸۵ء
جنوری ۱۹۸۶ء
قیمت: ۱۲ روپے
ایڈیٹر
عبد السمیع خان

الفہرس

حضرت چوہدری صاحب سرکردہ شخصیتوں کی نظر میں

منظومات

نائب ایڈیٹر: محمود احمد شاد

معاونین: عبدالقدیر قمر ۔ عبدالخالق ناصر

پبلشر: مبارک احمد خالد —— پرنٹر: سید عبدالحی —— مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ —— کتابت: محمود انور —— رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اداریہ

اللہ تعالیٰ کے بندۂ منتخب کا منفرد اعزاز
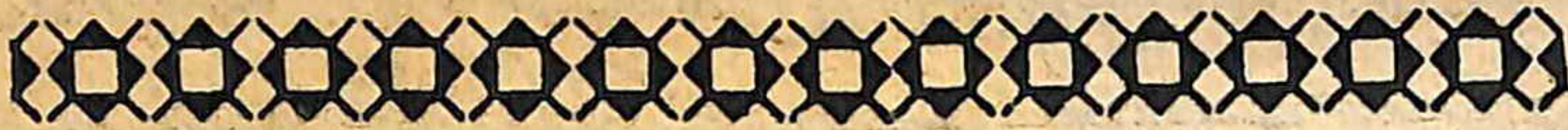
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی رحلت ایک عالمی سطح کے نابغۂ روزگار وجود ہی کی نہیں بلکہ رضائے الٰہی سے بہرہ ور اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے بندۂ منتخب کی بھی رحلت ہے جو بارگاہِ الٰہی میں قبولیت اور قربت کے خصوصی شرف سے مشرف ہوا اور دین و دُنیا ہر دو لحاظ سے بلند مقامات حاصل کئے۔

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قوّتِ قدسیہ اور تریاقی صحبت سے فیضیاب ہونے اور پھر قدرتِ ثانیہ کے جلیل القدر مظاہر سے اکتسابِ فیض کرنے کے باعث آپ کو شروع ہی سے پاک تبدیلی سے ہمکنار ہونے اور اخلاص و وفا اور صدق و صفا میں کمال حاصل کرنے کی غیر معمولی توفیق ملی۔ اس کے طیّب و شیریں ثمر کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیرِ خاص کے ماتحت آپ کو ایسی بلند پایہ صلاحیتیں ودیعت فرمائیں جن کے بھرپور انداز میں بروئے کار آنے سے آپ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان منتخب متبعین کے زمرہ میں داخل ہوئے جن کے لئے علم اور معرفت میں کمال حاصل کرکے اپنی سچّائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کرنا مقدر ہے۔

اقوامِ متحدہ کی صدارت کے دَوران آپ نے کُل عالم کے نمائندگان کی وساطت سے تمام اقوام کو عظیم رُوحانی اور اخلاقی قدروں سے روشناس کروایا اور اِس طرح ہر قوم اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوئی جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے ذریعہ من جانب اللہ جاری ہوا ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کو جتنے بھی دینی و دنیاوی منصب عطا ہوئے ان سب کا راز خود آپ کے الفاظ میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے گہری محبت اور قلبی اطاعت اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ لازوال وفا میں مضمر تھا۔ اسی پیوند کی بناء پر آپ کے دل میں خالق اور مخلوق کی سچی محبت نے جنم لیا۔ اور آپ اپنے ربّ کے ساتھ ایک زندہ رابطہ قائم رکھتے ہوئے بنی نوع انسان کے لئے نفع رساں وجود بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ دُنیا بھر میں یہ منفرد اعزاز آپ ہی کے لئے مخصوص تھا کہ دین اور دُنیا دونوں کے غیر معمولی اعزازات آپ کی ذاتِ گرامی میں یکجائی طور پر منصۂ شہود پر آئے۔ آپ واقعی ہر دو لحاظ سے فتح و ظفر کے آئینہ دار ہونے کے باعث اِسم بامسمّٰی تھے۔ اور اپنی قومی۔ بین الاقوامی۔ جماعتی خدمات اور کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ اِسم بامسمّٰی رہیں گے اور آنیوالی نسلیں آپ کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔

آپ کے اِن دونوں قسم کے اعزازات کے پہلو بہ پہلو خدا کی طرف سے آپ پر ایک اَور بہت بڑا فضل لمبی عمر کی شکل میں ظاہر ہوا اور ہر نیا چڑھنے والا دن آپ کے لئے نئی کامیابیوں اور کامرانیوں کی بشارات لے کر آیا۔ اس کی تہہ میں بھی قرآن کریم کی ایک ابدی صداقت کارفرما ہے کہ نفع رساں وجودوں کی عمریں دراز کی جاتی ہیں۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کوئی شخص نہیں مرے گا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی، جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہوں گے ان کی عمریں دراز کر دی جائیں گی اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ واما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانونِ قدرت کے موافق ہے کہ عمریں دراز کر دی جائیں گی۔"

حضرت چوہدری صاحب کا ۹۳ سال کی عمر پانا اور مسلسل ۹۳ سال تک دُنیا بھر میں آپ کی شہرت، نیک نامی اور ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوتے چلے جانا، دیگر بیشمار دنیوی اعزازات کے علاوہ آپ کا اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کا صدر بننا اور بالآخر عالمی عدالت کی صدارت کے منصبِ جلیل پر فائز ہونا، ایک ماہر قانون دان، بلند پایہ ایڈووکیٹ، سحر طراز مقرر اور اسلامی ممالک کے مفادات کے بیباک و نڈر محافظ و ترجمان کی حیثیت سے عالَمِ اسلام میں آپ کے نام کا ڈنکا بجنا اور متعدد اسلامی ممالک کے بادشاہوں اور سربراہوں کی طرف سے آپ کو اعلیٰ ترین اعزازات کا ملنا اور اِس قدر مادی عروج کے باوجود انابت اِلی اللہ اور تقوی اللہ میں ترقی کرتے چلے جانا۔

یہ سب وہ امور ہیں جو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اِس مندرجہ بالا فرمان کو آپ کے حق میں بھی پورا کیا اور پاک اور طیّب اور طویل عمر سے نواز کر آخری سانس تک دینِ حق اور بنی نوع انسان کی بھرپور خدمت کرنے والے وجود کے طور پر زندہ رکھا۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے حضرت چوہدری صاحب کی ذاتِ گرامی ایک درخشندہ نشان کی حیثیت رکھتی ہے یہ نشان جو آپ کے وجود میں ظاہر ہوا باطنی لحاظ سے سَدا دمکتا رہے گا۔ گو انسان فانی ہے لیکن جس انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص کے نتیجہ میں نشان عطا ہوا ہو وہ نشان کبھی فنا نہیں ہوتا وہ سَدا دمکتا ہی رہتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی تابندگی میں اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

ایسے نافع النّاس اور نافع اقوام و ملل وجود اپنی زندگی میں اپنے ہم عصر انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بعد از وفات آنے والی نسلوں کے لئے بھی مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں۔ اِس لئے ادارہ 'خالد' آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اَخلاقِ عالیہ نیز سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں اور اِسی طرح آپ کی قومی و بین الاقوامی اور جماعتی خدمات اور کارناموں کی ایک جھلک اِس خصوصی شمارہ کے ذریعہ اپنے نوجوان قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے تاکہ آپ کی گوناگوں صفات اور کارناموں سے آگاہی ہم احمدی نوجوانوں کے لئے مہمیز کا کام دے اور ہم بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اَنتھک جدّ وجہد، تقویٰ شعاری اور دُعاؤں سے کام لیں اور اللہ اور رسولؐ کے وفادار اور بنی نوع انسان کے سچّے خادم بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم احمدی نوجوانوں کو اِس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
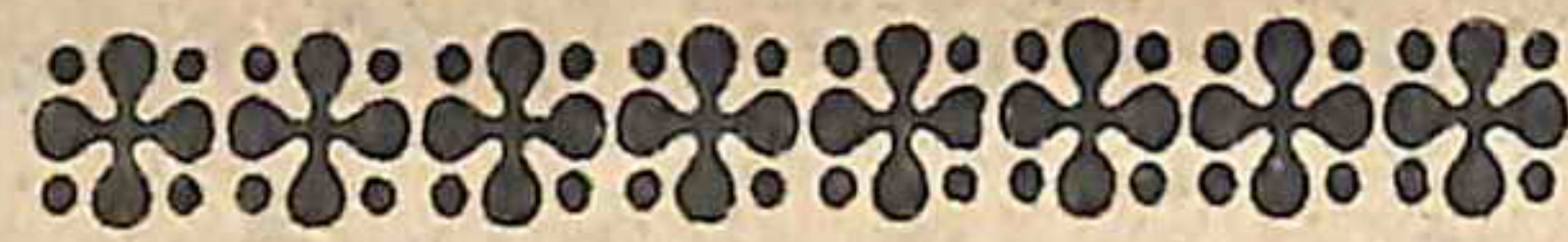
وا اسفا علیٰ فِراق قومٍ	ھم المصابیح والحصون
والمُدن والمُزن والرواسی	والخیر والامنُ والسّکون

ہائے افسوس ان لوگوں کی جُدائی پر جو دُنیا کے لئے سُورج کا کام دے رہے تھے۔ جو دُنیا کے لئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے۔ لوگ ان سے نور حاصل کرتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دُنیا کو نجات ملتی تھی۔

وہ شہر تھے جن سے دُنیا آباد تھی۔ وہ بادل تھے جو سُوکھی ہوئی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے۔ وہ پہاڑ تھے جن سے دُنیا کا استحکام تھا۔ وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دُنیا ان سے امن اور سکون حاصل کر رہی تھی۔

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللہَ

محمد ظفر اللہ خان قریباً ایک صدی پر پھیلی ہوئی تاریخ اور اپنی ذات میں اِک انجمن کا نام ہے۔ وہ ایک ایسا وجود تھے جس کے اندر بہت سی شخصیتیں اکٹھی ہوگئی تھیں۔ وہ ایک ایسی بلند و بالا شخصیت تھے جس نے زندگی کے بہت سے میدانوں میں یدطولیٰ حاصل کیا اور دین اور دُنیا دونوں میں اعلیٰ مناصب حاصل کیے۔

ایسی وسیع اور ہمہ گیر ذات کے خصائل اور سیرت کو محدود صفحات پر مشتمل ایک شمارہ میں سمیٹنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کام بڑی باریک بینی اور احتیاط کا بھی متقاضی ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا کے ایسے پیارے اور برگزیدہ بندوں کی نیک یادوں کو زندہ رکھنا بڑی سعادت اور خوش بختی ہے اور یہی حقیقت انتھک محنت پر مائل کرتی رہی اور اس پُرخلوص محنت کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے۔

اِس طویل سفر کے دَوران اللہ تعالیٰ کے فضلوں نے ہر لمحہ ہماری دستگیری فرمائی اور یہ بھی اسی کے کرم کا اظہار تھا کہ احباب نے توقع سے بڑھ کر حوصلہ افزائی کی اور بھرپور حمایت کی اور بعض نے مزید کاوشوں کے وعدے کئے ہیں جن کی تکمیل کے ہم منتظر ہیں۔

جتنا مواد عمدگی کے ساتھ اِس شمارے میں سما سکتا تھا وہ اِس وقت خاص شمارہ نمبر 1 کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے بہت سے مضامین، حقائق اور خوبصورت یادیں ہمارے پاس موجود ہیں جن کی پڑتال اور تذہیب کا کام جاری ہے اور انشاء اللہ جلد ہی شمارہ نمبر 2 کی صورت میں منظرِ عام پر لایا جائے گا۔

مَیں دل کی گہرائیوں سے جملہ احباب کا ممنون ہوں اور اُن کے لئے دعاگو ہُوں جنہوں نے اپنی بساط کے مطابق ہماری مدد کی۔ خواہ زبانی رہنمائی کی یا ایک سطر لکھ کر دی یا ایک تصویر عنایت کی بعض کرم فرماؤں کے بارہ میں توعلیٰ وجہ البصیرت کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کوشش اور تائید کو انتہا تک پہنچا دیا۔ ہمارے خیرخواہوں کی فہرست بہت لمبی ہے اسلئے اتنے نام شائع کرنے تو ممکن نہیں بعض کے نام جب بغرضِ دعا شائع کرنے کے بارہ میں ان سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی شدت سے اخفا پر اصرار کیا۔ ان کے اعلیٰ جذبات کی قدر کرتے ہوئے ہم اپنے رَبّ کے حضور دست بدعا ہیں کہ ربِّ کریم انہیں اپنے خاص فضلوں سے نوازے اور ان کا ہر رنگ میں حامی و ناصر ہو۔

مَیں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور ماہنامہ 'خالد' کی انتظامیہ کی طرف سے تعاون کرنے والے تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تمام قارئین سے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

رسالہ کے متعلق آپ کی آراء کا ہمیں شدت سے انتظار رہے گا۔

والسّلام

محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

تبرّکات

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی صداقت کا ایک درخشندہ نشان

ایک پاک، فدائی اور وفادار جماعت کا قیام جس کا ہر مخلص فرد خود ایک نشان ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی۔ بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزار ہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدّم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبّت سے پُر ہیں۔ اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر مَیں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلّی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ طیّار ہیں۔

جب مَیں اِس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افرادِ جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرّف ہے۔ تُونے ان دلوں کو ایسے پُرآشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور ان کو استقامت بخشی۔ یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے.....

ہزار ہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزار ہا لوگوں میں بعد بیعت مَیں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا۔ اور مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزار ہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۸، ۲۳۷)

کلام الامام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعض عظیم الشان پیشگوئیاں

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی ذات میں پوری ہوئیں

حضرت چوہدری صاحب پر نازل ہونے والے انعاماتِ الٰہیہ اور افضالِ خداوندی کا لطیف اور جامع تذکرہ

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کی زبانِ مبارک سے

فرمودہ ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن خطبہ جمعہ کے منتخب اقتباسات

"ایک دفعہ بی۔ بی۔ سی وَن کے نمائندہ نے انٹرویو لیتے ہوئے اچانک آپ پر سوال کیا کہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ کیا ہے۔ بے تکلّف سوچنے کے لئے ذرا بھی تردّد نہ کرتے ہوئے آپ نے فوراً یہ جواب دیا کہ میری زندگی کا سب سے بڑا واقعہ وہ تھا جب مَیں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی خدمت میں حاضر ہؤا آپ کے مبارک چہرے پر نظر ڈالی اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیا۔ اُس دن کے بعد پھر وہ ہاتھ آپ نے کبھی واپس نہیں لیا مسلسل ہاتھ تھمائے رکھا ہے اور جو عظمتیں بھی آپ کو ملی ہیں اس وفا کے نتیجہ میں ملی ہیں اِس استقلال کے نتیجہ میں ملی ہیں نیکی پر صبر اختیار کرنے کے نتیجہ میں ملی ہیں ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کے تابعِ فرمان کے طور پر زندہ رکھا۔ ہر میدان میں، ہر عِلم کے میدان، ہر جدّ وجہد کے میدان میں، ہر اندرونی تجربے کے میدان میں آپ پر یہ احساس غالب رہا کہ مَیں نے اللہ کے ایک مامور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور جہاں تک میرا بَس چلتا ہے جہاں تک مجھے

خدا کی طرف سے توفیق عطا ہوتی ہے مَیں اس کے تقاضے پورے کرتا رہوں گا اور خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ نہایت عمدگی کے ساتھ، نہایت ہی اہلیت کے ساتھ اِن تقاضوں کو پورا کیا اور آپ کے حق میں حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو بار بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی اور اِس بار بار عطا ہونے میں بھی ایک کثرت کا نشان تھا جو آپ کو دیا گیا فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبّت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور بشارتوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اِس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پُھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

> حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:۔
> "اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن ضرور پورا ہوگا۔"
> (تجلّیاتِ الٰہیہ)

یہ پیشگوئی مختلف رنگ میں مختلف وجودوں کی میں پوری ہوتی رہی مگر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو خصوصیّت کے ساتھ ظاہری طور پر بھی اِس کو کرنے کا اِس رنگ میں موقع ملا کہ آپ نے اپنی کے نور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کے مُنہ بند کر دیئے۔ سیاست کے میدان وکالت کے میدان میں بھی اور (دعوت اِلی اللہ) میدان میں بھی ایسی عمدہ نمائندگی کی توفیق آپ کو عطا ہوئی کہ اپنے تو اپنے دُشمن بھی بے ساختہ پکار اُٹھے کہ اس بطلِ جلیل نے بلاشُبہ غیروں کے مُنہ بند کر دیئے۔"

"خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے مقام پر پہنچایا جہاں واقعتہً ہر قوم نے اُس سرچشمے سے پانی پیا یعنی اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کی آپ کو صدارت نصیب ہوئی اور وہ دَور اقوامِ متحدہ کی تاریخ میں اگر کِسی ایک تعریف کے ساتھ یاد کیا جائے تو یونائیٹڈ نیشنز کی تاریخ کا اَخلاقی دَور کہلائے گا۔"

"ویسے تو بکثرت ایسے احمدی ہیں جن سے قوموں نے فائدے اُٹھائے لیکن وہاں ایک ذات میں ساری باتیں اکٹھی ہو گئیں۔ ایک سرچشمے سے جو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی غلامی پر فخر کیا کرتا تھا تمام اقوامِ عالَم نے فائدہ اُٹھایا اور سیراب ہوئیں اور پھر قوموں کی بھرپور خدمت میں آپ کو خدا تعالیٰ نے ایسے ایسے مواقع نصیب فرمائے جبکہ نئی تاریخ کی شکلیں بن رہی تھیں اور جدید تاریخ کی بنیادیں ڈالی جا رہی تھیں۔"

"یہ وہم دل سے نکال دیں کہ ایک ظفر اللہ خان ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے تو آئندہ کے لئے ظفر اللہ خان

شکل مرحوم پورا سچائی بسا اوقات میں بھی کے

پیدا ہونے کے رستے بند ہو گئے بکثرت اور بار بار حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کو ایسے عظیم الشان غلاموں کی خوشخبریاں دی گئیں جو ہمیشہ آتے چلے جائیں گے اور ایک گذرے گا تو دوسرا اُس کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھے گا آپ اپنی ہمتوں کو بلند کریں اُن تقوٰی کی راہوں کو اختیار کریں جو چوہدری صاحب اختیار کرتے رہے۔ اُن وفا کی خصلتوں سے مزیّن ہوں جن سے وہ خوب مزیّن تھے۔"

"جماعتِ احمدیہ کو اس وصال پر صدمہ تو ہے بڑا گہرا صدمہ ہے لیکن اس صدمے کے نتیجہ میں مایوسی کا اثر نہیں ہونا چاہیئے خدا تعالیٰ کی رحمتیں بے شمار ہیں وسیع ہیں۔ اُس کی عطا کے دروازے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جن راہوں میں وہ کُھلتے ہیں وہ لامتناہی راہیں ہیں اس لئے آپ کو اگر خدا ظفر اللہ خان نہیں بنا سکتا تو اپنی اولاد کو بنانے کی کوشش کریں اور اولاد در اولاد کو یہ بتاتے چلے جائیں کہ حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک نہیں دو نہیں بکثرت آپ کو ایسے غلام عطا فرمائے گا جو عالمی شہرت حاصل کریں گے جو علم و فضل کے مضامین میں حیرت انگیز ترقیات حاصل کریں گے جو بڑے بڑے عالموں اور فلسفیوں کے مُنہ بند کر دیں گے اور قومیں اُن سے برکت پائیں گی۔ نہیں ایک قوم یا دو قومیں ہی نہیں کُل عالم کی قومیں ان سے برکت پائیں گی۔ خدا کرے کہ بکثرت اور بار بار ہم حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی اس پیشگوئی کو پورا ہوتا دیکھیں دوسروں میں ہی نہیں اپنوں میں بھی، غیروں کے گھروں میں نہیں اپنے گھروں میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس عظیم پیشگوئی کو پُورا ہوتے ہوئے دیکھیں۔" (آمین)

"میری زندگی کا سب سے بڑا واقعہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زیارت اور بیعت ہے"

سعادتِ عظمیٰ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہونا اپنے لئے سعادتِ عظمیٰ شمار کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ یہ سعادت فیوضِ آسمانی کے دروازوں کے کُھلنے کا موجب تھی۔ ہستی باری تعالیٰ پر زندہ اور محکم ایمان اور عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِس ناچیز نے حضور سے حاصل کیا۔ (قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب) کی شفقت اور توجہ ایک بہت بڑا انعام تھی۔ آپ کا ارشاد "میاں ہم نے تمہارے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں" کِس قدر انعامات اور فیوض کی خوشخبری تھا۔ آپ کا اِس ناچیز کو اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے مُحبّت ناموں میں ظفر اللہ باشی ارشد و ارجمند باشی کے دعائیہ القاب کے ساتھ یاد فرمانا اور ہمت بڑھانا میرے لئے بہت خوشی اور انبساط کا موجب تھا۔"

(تحدیثِ نعمت)

خُدا کی گواہی

حضرت چوہدری صاحب کے متعلق بزرگوں کے رؤیا و کشوف

مرتبہ: عبد السمیع خان

● حضرت مصلح موعود کے رؤیا و کشوف حضور کے اپنے الفاظ میں

۱۔ اخلاص کی شہادت

"میں نے ایک دن خاص طور پر دعا کی تو میں نے دیکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب آئے ہیں .... اور میں قادیان سے باہر پرانی سڑک پر ان سے ملا ہوں وہ ملتے ہی پہلے مجھ سے بغلگیر ہو گئے اس کے بعد نہایت جوش سے انہوں نے میرے کندھوں اور سینہ کے اوپر کے حصے پر بوسے دینے شروع کر دیئے اور نہایت رقت کی حالت ان پر طاری ہے اور وہ بوسے بھی دیتے جاتے ہیں اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میرے آقا میرا جسم اور روح آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے خاص میری ذات سے قربانی چاہی ہے یا کہا کہ خاص میری ذاتی قربانی چاہی ہے اور میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر اخلاص اور رنج دونوں قسم کے جذبات کا اظہار ہو رہا ہے میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ اوّل تو اس میں چوہدری صاحب کے اخلاص کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے کہ انشاء اللہ جس قربانی کا ان سے مطالبہ کیا گیا خواہ کوئی ہی حالات ہوں وہ اس قربانی سے دریغ نہیں کریں گے دوسرے یہ کہ ظفر اللہ خان سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیوالی فتح ہے اور ذات سے قربانی کی اپیل سے مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ کی آیت مراد ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے اپیل کی گئی تو وہ آگئی اور سینہ اور کندھوں کو بوسہ دینے سے مراد علم اور یقین کی زیادتی اور طاقت کی زیادتی ہے اور آقا کے لفظ سے مراد ہے کہ فتح اور ظفر مومنوں کے غلام ہوتے ہیں اور اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا اور جسم اور روح کی قربانی سے مراد جسمانی قربانیاں اور دعاؤں کے ذریعہ سے نصرت ہے جو اللہ کے بندوں اور اسکے فرشتوں کی طرف سے ہمیں حاصل ہونگی۔"

(الفضل ۱۸ر نومبر ۱۹۳۴ء)

۲۔ روحانی بیٹا

حضور فرماتے ہیں (۳۷-۱۹۳۶ء کا ایک خواب) "ایک دو سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوں اور میرے سامنے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب

لیٹے ہوئے ہیں اور ۱۱ - ۱۲ سال کی عمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ کہنی پر ٹیک لگا کر ہاتھ کھڑا کیا ہوا ہے اور اس پر سر رکھا ہوا ہے ان کے دائیں بائیں عزیزم چوہدری عبد اللہ خان صاحب اور چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ انکی عمریں آٹھ آٹھ نو نو برس کے بچوں کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ تینوں کے منہ میری طرف ہیں اور تینوں مجھ سے باتیں کر رہے ہیں اور بہت محبت سے میری باتیں سن رہے ہیں اور اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اور جس طرح گھر میں فراغت کے وقت ماں باپ اپنے بچوں سے باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح میں ان سے باتیں کرتا ہوں "

(الفضل ۲۲ مئی ۱۹۳۸ء)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں

" عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میری بیماری کے موقع پر تو اللہ تعالیٰ نے صرف انکو اپنے بیٹا ہونے کو ثابت کرنے کا موقع دیا۔ بلکہ میرے لیے فرشتۂ رحمت بنا دیا.... اللہ تعالیٰ انکی خدمت کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا اور انکی محبت کو قبول کریگا اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں اس کا ایسا معاوضہ دیگا کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے "

۳- چوہدری صاحب کی عظیم قومی خدمات

" میں نے رؤیا میں دیکھا کہ پاکستان کی حکومت نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی بہت ہی تعریف کی گئی ہے اتنی تعریف ہے کہ اس کو پڑھ کر حیرت آتی ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ چوہدری صاحب نے اپنے اس کام سے پاکستان کی جڑھیں مضبوط کر دی ہیں اور اس کو بین الاقوامی صفِ اوّل میں لا کھڑا کیا ہے۔ میں اس وقت سمجھتا ہوں کہ یو۔ این۔ او۔ میں یا برطانوی یا امریکی حلقوں میں چین کے متعلق (روس کے بڑھتے اثر کو روکنے کے لیے) کوئی خدمت ہندوستان کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اس خدمت کے نتیجہ میں ہندوستان کو بڑی اہمیت حاصل ہو جانی تھی۔ اور پاکستان کی حیثیت گر جانے والی تھی۔ لیکن چوہدری صاحب نے معاملہ کی اہمیت کو بھانپ کر یو۔ این۔ او۔ یا امریکی اور برطانوی حکومتوں پر (یہ تعیین یاد نہیں رہی کہ آیا یو۔ این۔ او مراد تھی یا برطانوی اور امریکن حکومتیں اس سے مراد تھیں)۔ واضح کیا کہ پاکستان اس خدمت میں بہت بڑا حصّہ لے سکتا ہے اور یہ کہ کم سے کم ایک حصہ خدمت کا ایسا ہے جسے صرف پاکستان ہی بجا لا سکتا ہے اور ایسے زور سے اس معاملے کو پیش کیا اور اتنے زبردست دلائل دیئے کہ حکومتوں کو ان کے دعویٰ کی صداقت تسلیم کرنی پڑی اور بجائے اس کے کہ وہ خدمت کلّی طور پر ہندوستان کے سپرد کی جاتی اس کا ایک حصّہ پاکستان کے بھی سپرد کیا گیا جسے کامیاب طور پر پورا کرنے کی صورت میں پاکستان بہت بڑی اہمیت حاصل کر لے گا اور دنیا کی سیاست میں صفِ اوّل پر آ جائے گا "

(الفضل ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء)

اس رؤیا کا ایک پہلو ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو پورا ہو چکا ہے جبکہ عزت مآب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب عالمی عدالت کے جج منتخب ہوئے۔ یاد رہے کہ چوہدری صاحب جس نشست سے منتخب ہوئے وہ ہندوستان کے سر بینگل نرسنگ راؤ کے انتقال کی وجہ سے خالی ہوئی تھی اور اس کیلئے بھارت نے اپنے نمائندہ مسٹر گوپال کو منتخب کرانے کی زبردست کوشش

اپنے رُوحانی باپ کے ہمراہ

" عزیزم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اِس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

(ارشاد حضرت المصلح الموعود)

(الفضل ۲۹ مئی ۱۹۵۵ء)

پابندِ وفا پیکرِ تسلیم و رضا تھا

عقیدت و نیازمندی کا انداز

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے حضور

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع کے حضور

تقاریبِ شادی میں انجمن آرائی

بتاریخ ۵ جنوری ۱۹۸۳ء مکرم سیّد قمر سلیمان صاحب ابن محترم سیّد داؤد احمد صاحب مرحوم کی تقریبِ شادی میں امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ہمراہ
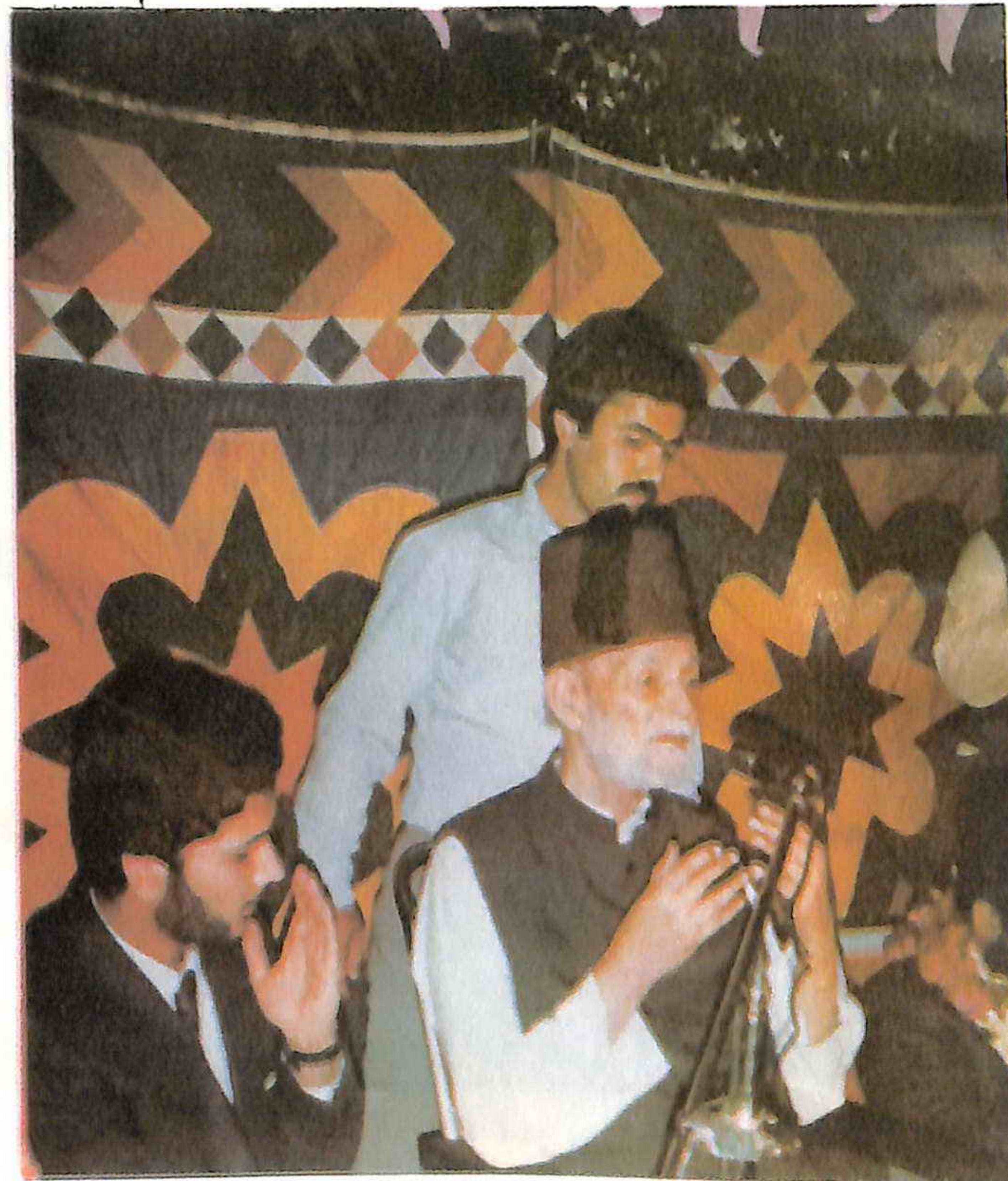
بتاریخ ۷ مارچ ۱۹۸۵ء اپنے نواسے مکرم محمد فضل صاحب کی تقریبِ شادی میں دست بدعا

کی تھی لیکن سلامتی کونسل کی خفیہ رائے شماری میں بھارتی نمائندہ کو شکست ہوئی اور حضرت چوہدری صاحب کامیاب ہوگئے۔ اس طرح دنیا کے بین الاقوامی ادارہ میں خدا کے ایک عظیم نشان کا ظہور ہوا"

۴۔ پاکستان میں ریل کے خوفناک حادثہ (جھمپیر) کے متعلق حیران کن رؤیا

۱۷ یا ۱۸ نومبر ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جگہ پر ہوں میاں بشیر احمد صاحب اور دردؔ صاحب میرے ساتھ ہیں کسی شخص نے مجھے ایک لفافہ لا کر دیا اور کہا کہ یہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ہے میں نے اس لفافہ کو کھولے بغیر یہ محسوس کیا کہ اس میں کسی عظیم الشان حادثہ کی خبر ہے جو چوہدری صاحب کی موت کی شکل میں پیش آیا ہے یا کوئی اور بڑا حادثہ ہے میں نے درد صاحب سے کہا۔ لفافہ کو جلدی کھولو اور اس میں سے کاغذ نکالو درد صاحب نے لفافہ کھولا۔ اس میں بہت سے کاغذ نکلتے آتے تھے۔ لیکن اصل بات جس کی خبر دی گئی تھی نظر نہیں آتی تھی آخر کار لفافہ میں صرف ایک دو کاغذ رہ گئے لیکن اصل خبر کا پتہ نہ لگا۔ میاں بشیر احمد صاحب نے کہا پتہ نہیں چوہدری صاحب کے دماغ کو کیا ہو گیا ہے وہ ایک اہم خبر لکھتے ہیں لیکن اچھی طرح بیان نہیں کرتے میں نے کہا گھبراہٹ میں ایسا ہو جاتا ہے اس پر لفافہ میں جو دو کاغذ باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک کاغذ کو میں نے باہر کھینچا تو وہ ایک فہرست تھی لیکن اصل واقعہ کا اس سے پتہ نہیں لگتا تھا اس فہرست میں ایک نام سے پہلے ملک لکھا تھا اور آخر میں محمدؐ لکھا تھا درمیانی لفظ پڑھا نہیں جاتا تھا اس سے اتنا تو پتہ لگتا تھا واقع میں کوئی اہم خبر ہے لیکن اصل واقعہ کا پتہ نہیں چلتا تھا پھر لفافہ میں سے ایک اور شفاف کاغذ نکلا جو Tracing Paper تھا میں اسے دیکھنے لگا اور میں نے کہا یہ خبر ہے جو چوہدری صاحب نے ہم تک پہنچانی چاہی ہے مگر بجائے کوئی واقعہ لکھنے کے اس کاغذ پر ایک لکیر کھینچی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہوائی جہاز ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ آگے جا کر وہ لکیر یکدم اُریبی صورت میں نیچے آ جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاز یکدم نیچے آ گیا ہے اس جگہ معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کچھ جزیرے ہیں۔ مجھے نیچے کی طرف عملاً سمندر نظر آتا ہے اس میں ہلکی ہلکی لہریں ہیں میں خواب میں کہتا ہوں خدا کرے کہ نہ معلوم چودھری صاحب کو تیرنا آتا ہے خدا کرے اس حادثہ کی خبر معلوم کر کے کسی حکومت نے ہوائی جہاز یا کشتیاں بچانے کے لیے بھیج دی ہوں تاکہ چوہدری صاحب اور دوسرے لوگ بچ جائیں"

پاکستان کے مشہور ادیب، نقاد اور مؤرخ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں

"چوہدری صاحب اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جسے عام طور پر گمراہ بلکہ کافر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ "گمراہ" اور "کافر" شخص بغیر شرمائے ہوئے داڑھی رکھتا ہے اور اقوام متحدہ کے جلسوں میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے۔ جھمپیر کا قیامت خیز ریلوے حادثہ جب رونما ہوا تو یہ شخص اپنے سیلون میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا"

حضور نے اس رؤیا کی یہ تعبیر فرمائی کہ

"کوئی حادثہ سخت مہلک چوہدری صاحب کو پیش آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ انہیں اس سے بچالے گا

جس نے جلائے عزم و یقیں کے نئے چراغ

احباب جماعتِ احمدیہ لاہور سے خطاب

سرائے فضلِ عمر ربوہ میں منعقدہ ایک تقریب میں شمولیت

کیونکہ وہ خود اس حادثہ کے متعلق تبھی خبر دے سکتے ہیں جب وہ محفوظ ہوں" چوہدری صاحب اس وقت نیویارک میں تھے حضور نے انہیں اس منذر خواب سے اطلاع دی اور خود بھی کثرت سے دعاؤں اور صدقات کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ چوہدری صاحب خیریت سے کراچی پہنچ گئے۔ وہاں سے پنجاب آئے تو یہ سفر بھی بخیریت گزر گیا لیکن جب کراچی واپس گئے تو ریل گاڑی کو جھمپیر کے مقام پر ایک خوفناک حادثہ پیش آیا جس نے ملک بھر میں صفِ ماتم بچھا دی۔ مگر حضرت چوہدری صاحب حضور کی رؤیا کے مطابق خارق عادت طور پر محفوظ رہے۔

حضور فرماتے ہیں۔ " جس جگہ پر یہ واقعہ ہوا چوہدری صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دس دس میل دور تک کوئی پکی سڑک نہیں ہے صرف ریل کی پٹڑی گزرتی ہے اس لیے امداد کیلئے اس جگہ تک موٹر نہیں آ سکتی تھی اس طرح وہ جگہ جزیرے کی مانند تھی میں سمجھتا ہوں کہ رؤیا میں ہوائی جہاز کا دکھایا جانا اور واقعہ ریل میں ہونا اور پھر یہ گاڑی بھی مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی۔ اس طرح دوسری سب باتوں کا ہونا بتاتا ہے کہ یہ ایک تقدیر مبرم تھی لیکن خدا تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو سن کر اس حادثہ کو بجائے ہوائی جہاز کے ریل میں بدل دیا۔ ہوائی جہاز میں ایسا حادثہ پیش آ جائے تو اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہی حادثہ اگر ریل میں پیش آ جائے تو اس سے کسی انسان کا بچ جانا ممکن ہے اور پھر وہ ریل مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی۔ جب میں نے یہ واقعہ پڑھا تو میں نے محسوس کیا کہ میری وہ خواب پوری ہو گئی ہے میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے اس کا ذکر کیا جن کو میں یہ خواب اسی وقت بتا چکا تھا جب یہ آئی تھی انہوں نے بھی کہا کہ واقعہ میں وہ خواب پوری ہوئی ہے لیکن میں نے اخبار میں یہ واقعہ پڑھ کر چوہدری صاحب کو یہ لکھنا پسند نہ کیا کہ میری رؤیا پوری ہو گئی ہے کیونکہ رؤیا میں انہوں نے پہلے اطلاع دی تھی اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ وہ اطلاع دیں تو میں لکھوں گا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن چوہدری صاحب کی تار آ گئی کہ آپ کی رؤیا پوری ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس حادثہ سے بچا لیا ہے

یہاں رؤیا کا سوال نہیں کہ وہ پوری ہو گئی بلکہ یہ ایک تقدیر مبرم تھی جو دعاؤں سے بدل گئی۔ رؤیا میں خدا تعالیٰ نے مجھے ہوائی جہاز دکھایا تھا لیکن وہ واقعہ اسی جہت میں اور اسی شکل میں ریل میں پورا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونا تقدیر مبرم تھا لیکن خدا تعالیٰ نے کہا چلو ان کی بات بھی پوری ہو جائے اور اپنی بات بھی پوری ہو جائے واقعہ ہم ریل میں کرا دیتے ہیں۔ اس سے ہماری بات بھی پوری ہو جائے گی اور ان کی دعا بھی قبول ہو جائے گی۔ پس یہ واقعہ ہمارے لیے زائد یقین اور ایمان کا موجب ہے"

(المصلح ۱۸ فروری ۱۹۵۴ء)

۵۔ اللہ کا نور

حضور نے یہ رؤیا سفر یورپ ۱۹۵۵ء کے دوران دیکھی۔ فرمایا:

" میں واپسی کے وقت غالباً زیورک میں تھا کہ میں نے خواب دیکھی کہ میں ایک رستہ پر سے گزر رہا ہوں کہ مجھے اپنے سامنے ایک ریوالونگ لائٹ (Revolving light) یعنی چکر کھانے والی روشنی نظر آئی جیسے ہوائی جہاز کو راستہ دکھانے کیلئے منارہ پر تیز لیمپ لگائے ہوتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں۔ میں نے خواب میں خیال کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ پھر میرے سامنے ایک دروازہ ظاہر ہوا جسمیں پھاٹک نہیں لگا ہوا بغیر پھاٹک کے کھلا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ جو شخص اس دروازے پر کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا نور گھومتا ہوا اسکے

اوپر پڑے تو خدا تعالیٰ کا نور اس کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ میرا لڑکا ناصر احمد اس دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا اور وہ چکر کھانے والا نور گھومتا ہوا اس دروازے کی طرف مڑا اور اس میں تیز روشنی نکل کر ناصر احمد کے جسم میں گھس گئی۔

پھر میں نے دیکھا کہ ناصر احمد دہلیز سے اتر آیا اور منور احمد نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جس وقت مرزا منور احمد اس دہلیز کی طرف بڑھ رہا تھا میں نے دیکھا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے دایاں ہاتھ دائیں طرف اور بایاں ہاتھ بائیں طرف اور اس کے ساتھ ساتھ پہلو میں عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جا رہے تھے۔ مرزا منور احمد بڑھ کر اس دروازہ کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا اور پھر پہلے کی طرح روشنی چکر کھا کر اسکی طرف آنی شروع ہو گئی اور اس کے جسم پر پڑنے لگی اس وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بھی اس کا ہاتھ پکڑا ہوا ہو تو اس میں سے ہو کر خدا کا نور ان میں بھی داخل ہو جائے تب میں نے ذرا سا منہ پھیرا اور دیکھا کہ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے عزیزم مرزا منور احمد کا دایاں ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ اس پر میں نے دل میں کہا الحمدللہ کہ چوہدری صاحب نے عین موقعہ پر مرزا منور احمد کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اب انشاءاللہ مرزا منور احمد میں سے ہوتے ہوئے الٰہی نور چوہدری صاحب کے بھی سارے جسم میں گھس گیا ہو گا اور اس پر میری آنکھ کھل گئی"

(الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

۶۔ خطرہ ٹل گیا

" خواب میں دیکھا کہ میں ایک شہر میں ہوں جس میں ایک بڑی عمارت کے سامنے ایک چوک ہے جسمیں بہت سی سڑکیں آ کر ملتی ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میری طرف آ رہا ہے اور میں نے اس کے آنے کو بُرا محسوس کیا۔ اس وقت میرے ساتھ کوئی پہریدار نہیں میں فوراً پاس والی عمارت کے پھاٹک کی طرف مڑا اور پھاٹک میں سے ہو کر اندر چلا گیا اور اس عمارت کے چاروں طرف لوہے کی چپٹی چپٹی سلاخوں کا کٹہرا ہے جیسا کہ اہم سرکاری عمارتوں میں ہوتا تھا۔ جب اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ اس عمارت کے وسطی حصہ کے سامنے جو مسقف ہے حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) بیٹھے ہیں۔ آپ نے مہندی لگائی ہوئی ہے اور آپ کے چہرہ کا رنگ اور مہندی کا رنگ خوب روشن ہے جو اب تک میری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ میرے اندر جانے پر آپ کٹہرے کی طرف آئے گویا یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ باہر کون کون لوگ ہیں۔ میں وسطی حصہ کے گرد چکر لگا کر پیچھے کی طرف چلا گیا اور میں نے دیکھا کہ جہاں حضرت (بانی سلسلہ) کرسی پر بیٹھے تھے اسکی پشت کی عمارت کے پیچھے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کھڑے ہیں جیسے کوئی احترام یا حفاظت کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ اتنے میں حضرت (بانی سلسلہ) کٹہرے کے پاس جا کر اور تسلی کر کے واپس آ گئے اور یوں معلوم ہوا جیسے کوئی خطرہ یا تو تھا ہی نہیں یا جاتا رہا ہے۔" (الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

ایک مرتبہ حضرت چوہدری صاحب اپنے والد صاحب کے ہمراہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسوقت کھانے میں مرغ بھی تھا۔ آپ کے حصہ میں مرغ کی ٹانگ آئی چنانچہ اس کے بعد زندگی بھر جب کبھی کھانے میں مرغ ہوتا تو آپ ہمیشہ ٹانگ لیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ حضرت اقدس کے سامنے یہی میرے حصے میں آئی تھی۔

• قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے رؤیا و کشوف

۷۔ فتح و ظفر کا وعدہ

۱۶ر نومبر ۱۹۸۴ء کو حضور نے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔
" تقریباً دو ہفتے پہلے کی بات ہے میں نے اچانک ایک نظارہ دیکھا کہ اسلام آباد جو انگلستان میں ہے اور اس وقت انگلستان کیلئے ہمارا یورپین مرکز ہے وہاں میں اس کمرے میں داخل ہو رہا ہوں جس میں ہم نے نماز پڑھی تھی۔ اور اسی طرح سب دوست صفیں بنا کر انتظار میں بیٹھے ہیں۔ عین امام کے مصلی کے پیچھے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اس عمر کے نظر آرہے ہیں جو ۱۵، ۲۰ سال پہلے کی تھی۔ انہوں نے وہی رومی ٹوپی پہنی ہوئی ہے جو پرانے زمانے میں پہنا کرتے تھے اور نہایت ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور عین امام کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ نماز کی خاطر اٹھ کر کھڑے ہوئے ہیں ان کی طرف بڑھنے لگا کہ پوچھوں چوہدری صاحب آپ کب آئے آپ تو بیمار تھے۔ اچانک کیسے آنا ہوا کہ اس کے ساتھ ہی نظارہ جاتا رہا۔ آنکھیں کھلی تھیں مگر یہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔"

۸۔ کام کا ایک سال

۶ر ستمبر ۸۵ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا۔
"مجھے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تعلق عطا ہوا ہوا تھا اور جب (منصب امامت پر فائز ہونے) کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلا کشف دکھایا ہے تو تعجب کی بات نہیں کہ پہلے کشف میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ہی دکھائے گئے۔ اور وہ بھی ایک عجیب کشف تھا۔ میں حیران رہ گیا کیونکہ اس طرف، اس قسم کی باتوں کی طرف انسان کا ذہن عموماً جا ہی نہیں سکتا۔ ایک دن یا دو دن میرے (امام بنتے) کو گزرے تھے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کو (امام) بننے کے بعد کوئی الہام یا کوئی کشف وغیرہ ہوا ہے میں نے کہا مجھے ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا بس میں گزر رہا ہوں جس طرح بھی خدا تعالیٰ سلوک فرما رہا ہے۔ ٹھیک ہے۔ تو اس کے چند دن کے بعد ہی میں نے صبح کی نماز کے بعد کشفاً بڑے واضح طور پر یہ نظارہ دیکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں اور میں وہ باتیں سن رہا ہوں اور فاصلہ بھی ہے مجھے یہ علم ہے کہ لیٹے لندن میں ہوئے ہیں لیکن جس طرح فلموں میں دکھایا جاتا ہے قریب قریب کے ٹیلیفون کہیں دور اور ہو رہے ہیں اور کوئی اور سن رہا ہے گویا کہ اس قسم کے انداز سے کیمرے کے ٹرک (TRICK) سے ہو جاتے ہیں تو کشفاً یہ دیکھ رہا تھا کہ چوہدری صاحب اپنے بستر پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں اور میں سن بھی رہا ہوں اور اس پر ذہنی تبصرہ بھی ہو رہا ہے ساتھ۔ لیکن میری آواز وہاں نہیں پہنچ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب سے یہ پوچھا کہ آپ کا کتنا کام باقی رہ گیا ہے تو چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ کام تو چار سال کا ہے لیکن اگر آپ ایک سال بھی عطا فرما دیں تو کافی ہے یہ سن کر مجھے بہت سخت دھچکا لگا اور میں یہ کہنا چاہتا تھا

چوہدری صاحب کو کہ آپ چار سال مانگیں خدا تعالیٰ سے۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ ایک سال بھی عطا ہو جائے تو کافی ہے مانگ رہے ہیں خدا سے اور کام چار سال کا بیان کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ایک سال ہی کافی ہے تو مجھے اس سے بے چینی پیدا ہوئی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ اس نظارے میں میں اپنی بات پہنچا نہیں سکتا تھا صرف سن رہا تھا کہ یہ گفتگو ہو رہی ہے۔ میں نے چوہدری حمید نصر اللہ صاحب اور انکی بیگم کو لکھ کر بھیج دیا اور مجھے اس سے تشویش پیدا ہوئی کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ لمبی زندگی نسبتاً دے دے لیکن کام کا صرف ایک ہی سال ملے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۹۸۳ء میں آپ پر شدید بیماری کا حملہ ہوا اور اس وقت تک جو وہ کام کر سکے ہیں عملاً اس کے بعد پھر رفتہ رفتہ عملی کام سے الگ ہونا پڑا انکو یعنی بھرپور کام کی صرف ایک سال توفیق ملی ہے پھر آپ کو پاکستان بانا پڑا بیماری کی وجہ سے اس کے بعد پھر طبیعت گرتی چلی گئی ہے کمزور ہوتی چلی گئی ہے پھر صرف مطالعہ پر آگئے تھے

۸ر مارچ ۱۹۸۰ء کو تین احمدی نوجوان مکرم ظاہر احمد خان صاحب، مکرم جواد رشید صاحب اور مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب خدمتِ دین کرتے ہوئے ایک سفر کے دوران اپنے مولیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اس کے چند دن بعد ۱۴ر مارچ کو حضرت چوہدری صاحب نے خطبہ جمعہ میں فرمایا " ان تینوں کی عمریں ملا کر بھی میری عمر کو نہیں پہنچتیں لیکن وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے انہوں نے خدا تعالیٰ کو پا لیا۔ اسکی گود میں بیٹھ گئے اور میں ابھی راستے میں گرد آلود ہوں "

۹۔ زندگی کا وعدہ

" اس (مندرجہ بالا۔ ناقل) کشف کے دو سال بعد جب میں کراچی میں تھا تو فروری ۸۴ء میں مجھے یہ اطلاع ملی کہ ابھی لاہور سے فون آیا ہے کہ اب تو کوئی بچنے کی صورت بظاہر نہیں رہی۔ اس وقت میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یقین ڈالا دعا بھی میں نے کی پھر رات رؤیا میں خدا تعالیٰ نے دکھایا کہ ایک خط آیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو چوہدری صاحب کی اس بیماری کے متعلق ہے میں پڑھ رہا ہوں اور صرف ایک فقرہ ہے جس پر نظر جمی ہوئی ہے اور اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ میں زندہ بھی کرتا ہوں اور بوجھ بھی اتار دیتا ہوں مہیا بھی کر دیتا ہوں یعنی یحیٖی کا مضمون تھا دو نوں معنوں میں دوسری " ھ " کے ساتھ بھی (یھییٖ) کہ میں مہیا بھی کرتا ہوں اور زندہ بھی کرتا ہوں۔ تو مجھے یہ خیال آیا کہ چوہدری صاحب کو ایک فکر دامن گیر ہے خدا تعالیٰ نے ساتھ اس کی بھی خوشخبری دے دی ہے اور وہ فکر یہ تھی کہ انہوں نے جو چندہ لکھوایا تھا صد سالہ جوبلی کیلئے اس میں سے دو لاکھ پونڈ ابھی ان پر قرض تھا واجب الادا تھا اور ان کا جو سرمایہ تھا وہ ایک ظالم نے قبضے میں لے لیا تھا اور بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اب

مکرم عبد الحلیم صاحب (لاہور) تحریر فرماتے ہیں
" ۱۹۸۵ء کے شروع کی بات ہے ایک مجلس میں حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنی نواسی عائشہ سے پوچھا بتاؤ تمہیں مجھ سے کتنا پیار ہے۔ اس نے کہا بہت زیادہ تو حضرت چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ میں نے عائشہ سے کہا کہ اگر تمہیں مجھ سے بہت زیادہ پیار ہے تو تم خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدا تعالیٰ میرا خاتمہ بالخیر کرے"

اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔......... اس رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے جو مضمون بتایا اس سے مجھے یہ بھی یقین ہوگیا کہ انشاء اللہ ایک تو یہ کہ اس صورت میں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں مارے گا اور جب تک وہ بوجھ نہیں اترتا اس وقت تک خدا تعالیٰ ضرور زندہ رکھے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی زندگی عطا فرمائی پھر کتنے خطرات پیدا ہوئے کئی بحران آئے ڈاکٹروں کی نظر میں تو وہ ہر دفعہ یہی کہہ دیتے تھے کہ بس اب بچنے کی امید نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ پھنسی ہوئی رقم جس کے متعلق سب اس کو رائیٹ آف کر چکے تھے کہتے تھے اس کے نکلنے کی کوئی امید نہیں اس سلسلے میں کچھ کوشش کی توفیق عطا ہوئی اور.........

وہ عمارت جو دو لاکھ سے زائد کی ہے اب خدا کے فضل سے ہمارے قبضے میں آگئی ہے تو چونکہ اس خوشخبری میں یہ دونوں باتیں اکٹھی بیان ہوئی تھیں تو پہلا دھڑکا تو مجھے اس بات کا تھوڑا سا خفیف سا ہوا کہ یہ کام تو ہو گیا ہے لیکن بہر حال خدا پھر بھی زندگی دیتا رہا اور جب تک چوتھے سال میں داخل نہیں ہوئے اس وقت تک خدا نے نہیں بلایا۔ چار سال مکمل تو نہیں ہوئے لیکن چار سال میں داخل ہو کر تیسرے مہینے میں تھے جبکہ اللہ نے پھر ان کو واپس بلا لیا۔

آپ کی زندگی اپنے اندر کئی قسم کے نشان رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ سلوک تھے جو براہ راست ان پر ہمیشہ نازل ہوتے رہے۔ کچھ خدا نے دوسروں کو بھی دکھایا۔ مجھے بھی دکھایا کہ میں اس شخص سے پیار کرتا ہوں"

حضرت چوہدری صاحب کی والدہ محترمہ کے رؤیا

۱۰۔ چیف جسٹس ظفر اللہ خان

حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں

"۱۹۲۴ء کے وسط میں میری والدہ نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ جس کمرے میں ہیں اسکی کھڑکی میں سے بہت تیز روشنی آرہی ہے دیکھتے دیکھتے ایک قبۂ نور کھڑکی کے باہر دائیں طرف سے بائیں طرف کو آہستہ آہستہ حرکت کرتا نظر آیا جب کھڑکی کے وسط میں پہنچا تو بڑی پر شوکت آواز میں یہ الفاظ سنائی دیئے

"ہووے گا چیف جسٹس ظفر اللہ خان نصر اللہ خان دا بیٹا"

جب یہ قبۂ نور کھڑکی کی بائیں حد تک پہنچ گیا تو اس کی حرکت پھر دائیں طرف شروع ہوگئی اور کھڑکی کے وسط میں پہنچنے پر پھر ویسی ہی پُر شوکت آواز میں دوسری بار وہی الفاظ سنائی دیئے

"ہووے گا چیف جسٹس ظفر اللہ خان نصر اللہ خان دا بیٹا"

اس پر بیدار ہوگئیں"

(میری والدہ صد ۹۲)

۱۱۔ خیر ہے

حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں

"یکم جنوری ۱۹۳۲ء کو میں قریب گیارہ بجے قبل دوپہر موٹر میں لاہور سے دلّی کی جانب روانہ ہوا۔ دو بجنے میں بیس منٹ پر کرتار پور اور جالندھر کے درمیان موٹر کی ٹکر ایک چھکڑے کے ساتھ ہوگئی اور میرے

چہرے پر شدید چوٹیں آئیں اسی حالت میں مجھے جالندھر شہر کے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ شام کے وقت ٹیلیفون پر لاہور اطلاع کی گئی والدہ صاحبہ اسی وقت روانہ ہو کر ۱۱ بجے رات کے قریب جالندھر پہنچ گئیں۔

میری حالت کے متعلق تفاصیل معلوم کرنے کے بعد فرمایا کل جو میں اس قدر افسردہ تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے پرسوں رات ایک خواب دیکھا تھا جس کا میری طبیعت پر اثر تھا۔ خواب میں دیکھا کہ سیاہ بادل اٹھا ہے جس سے بالکل اندھیرا ہو گیا ہے پھر بجلی گری اور ساتھ ہی مطلع صاف ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں خیر گزری کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ ساتھ کے مکان والوں کا نقصان ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ تمہارے کمرے کے باہر کی دیوار پر جہاں بجلی گری تھی ایک سیاہ لکیر رہ گئی ہے اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔ میں نے اس خواب دیکھنے کے بعد صدقہ دیا۔ لیکن طبیعت میں اطمینان نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے تمہاری جان بخشی کی"

(میری والدہ صد ۶۸، ۶۹)

• حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رؤیا و کشوف

۱۲۔ پاکیزہ زندگی

"جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹری کی تعلیم کے لیے لنڈن گئے۔ سفر پر روانگی سے پہلے آپ قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر حضرت مولانا نور الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لیے عرض کیا حضور نے فرمایا آپ لنڈن جا رہے ہیں۔ لندن شہر دنیا کی زیب و زینت کے لحاظ سے مصر سے بھی بڑھ کر ہے آپ ہر صبح سورۃ یوسف کی تلاوت کرتے رہنا اور ہر شہر میں شرفاء کا طبقہ ہوتا ہے آپ ہم جلیس شریف لوگوں کو بنانا۔

حضور کی ان نصائح پر عمل کرتے ہوئے جناب چوہدری صاحب نے لنڈن میں تعلیم کا زمانہ گزارا اور تقریباً ہر روز سورۃ یوسف کی تلاوت کرتے رہے۔ ان دنوں خواجہ کمال الدین صاحب ووکنگ مشن میں تھے۔ انہوں نے حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب والد ماجد جناب چوہدری صاحب کی خدمت میں لنڈن سے خط لکھا کہ لندن شہر اس وقت زیب و زینت اور دلکشی میں مصر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ لیکن چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اس میں حضرت یوسفؑ کی طرح تقویٰ اور طہارت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں"

(حیات قدسی جلد پنجم صد ۱۰۰)

۱۳۔ میرا یوسف

"جب جناب چوہدری صاحب ہندوستان کی مرکزی حکومت کے رکن کی حیثیت میں دہلی میں مقیم تھے تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب آپکی کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے ہو کر قرآن کریم سے سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں کہ میرا یوسف، میرا یوسف اور اشارہ اپنے صاحبزادہ یعنی چوہدری صاحب کی طرف کرتے ہیں اس رؤیا سے میں نے جناب چوہدری صاحب کو اطلاع دے دی تھی۔ فالحمد للہ" (حیات قدسی حصہ پنجم صد ۱۰۱)

۱۴۔ اعلیٰ اعزازات

" مجھے کئی دفعہ آپ کی نسبت بشارات ملی ہیں۔ جب آپ وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے تو اس سے پہلے مجھے بتایا گیا کہ آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ اسی طرح آپ کے فیڈرل کورٹ کے جج بننے سے پہلے بھی میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر پر ایک ایسی کلاہ رکھی گئی ہے جس کے کئی گوشے ہیں اور سب اطراف سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس رؤیا کا تعلق آپ کے بعد کے رفیع المنزلت عہدوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔"

(حیات قدسی جلد ۴ صہ ۱۵)

۱۵۔ عالمی عدالت انصاف کا جج بننے کی بشارت

" یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب عالمی عدالت میں ججی کی ایک اسامی خالی ہوئی تو جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی اس کے لیے بطور امیدوار کھڑے ہوئے اس تعلق میں حضرت مصلح موعود کی طرف سے بعض رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ کو جس میں خاکسار حقیر خادم بھی شامل تھا.... دعا اور استخارہ کرنے کا ارشاد موصول ہوا۔ خاکسار بھی اس بارہ میں متواتر دعا اور استخارہ کرتا رہا جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہاماً فرمایا گیا فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ الْمَلِكِ الْمَلِيْكِ الْمُقْتَدِرِ یہ الہام اپنے مفہوم کے لحاظ سے کامیابی کی بشارت دیتا تھا۔ اس سے یہ اشارہ پایا جاتا تھا کہ آپ کی یہ کامیابی دینی و دنیوی اعتبار سے بڑی عظمت اور شان رکھے گی۔ لفظ "صدق" سے کامیابی یقینی طور پر ہونا ظاہر ہوتا تھا اور "الملک" "المقتدر" کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدوس اور ذوالاقتدار ہستی کی نصرت اور برکت کی طرف اشارہ پایا جاتا تھا۔

چنانچہ محترم چوہدری صاحب ممدوح اس بشارت کے مطابق، اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدسوں کی برکتوں سے عالمی عدالت کے جج کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور آپ کو دنیوی اعزاز و مرتبہ کے علاوہ اس عہدہ پر فائز ہونے کے بعد خاص طور پر دینی خدمات سر انجام دینے کی بھی توفیق ملی۔"

(حیاتِ قدسی جلد ۴ صہ ۱۵۸)

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد	بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد	بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی	فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)
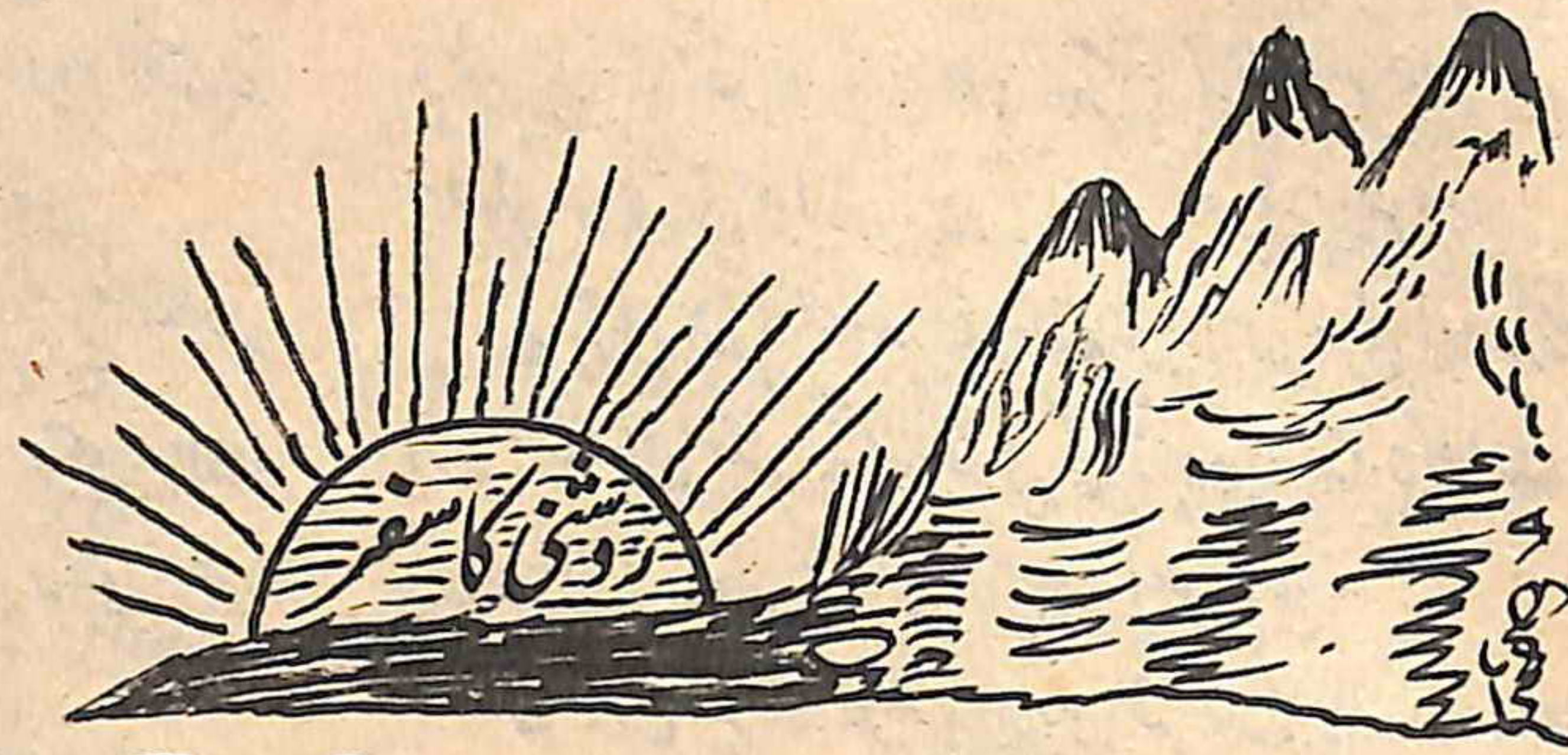
سال بہ سال
منزل بہ منزل

روشنی کا سفر

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کا سوانحی خاکہ

از قلم: محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مؤرخ احمدیت۔ حال لندن

- ولادت : ۶ فروری ۱۸۹۳ء بمقام سیالکوٹ
- ابتدائی تعلیم : امریکن مشن سکول سیالکوٹ
- حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پہلی زیارت : ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء (دوران "لیکچر لاہور" عقب دربار داتا گنج بخش منڈوہ میلارام) آپ اسی دن سے اپنے آپ کو احمدی سمجھتے تھے۔
- قادیان میں پہلی بار آمد : ستمبر ۱۹۰۵ء
- دستی بیعت : ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء
- گریجویشن : ۱۹۱۱ء (گورنمنٹ کالج لاہور سے)
- پہلا سفر انگلستان بغرض تعلیم : اگست ۱۹۱۱ء تا نومبر ۱۹۱۴ء (اس عرصہ میں آپ کنگز کالج کیمبرج میں پڑھے اور LINCOLN'S INN سے بیرسٹر ہوئے علاوہ ازیں انگلستان، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں پیغام حق پہنچایا۔)
- سیالکوٹ میں پریکٹس : جنوری ۱۹۱۵ء سے جولائی ۱۹۱۶ء تک
- جماعت احمدیہ دہلی کے جلسہ میں "ضرورتِ مذہب" پر انگریزی تقریر : مارچ ۱۹۱۵ء
- لاہور سے قانونی زندگی کا آغاز : اگست ۱۹۱۶ء تا ۱۹۳۵ء
- بہار ہائی کورٹ میں جماعت احمدیہ مونگھیر کے مقدمہ بیت الذکر کی کامیاب وکالت : دسمبر ۱۹۱۶ء
- رسالہ "انڈین کیسز" کی ادارت : از ۱۹۱۶ء تا ۱۹۳۲ء
- امارت جماعت احمدیہ لاہور : ۱۹۱۹ء تا ۱۹۳۵ء۔
- لاء کالج لاہور میں لیکچرار : ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۴ء۔
- لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے سپاسنامہ کا پڑھنا : جون ۱۹۲۱ء

• ڈیوک آف ونڈسر شہزادہ ویلز کو "تحفہ شہزادہ ویلز" کا تحفہ دینے والے وفد لاہور میں : فروری ۱۹۲۲ء

• جلسہ سالانہ قادیان میں آپکی پہلی تقریر "سلسلہ احمدیہ کا عیسائیت پر حملہ اور اس کا اثر" : دسمبر ۱۹۲۳ء

• مذاہب کانفرنس منعقدہ حبیبیہ ہال لاہور میں فاضلانہ مقالہ پڑھنا : جنوری ۱۹۲۴ء

• مجلس شوریٰ میں حضرت مصلح موعود کے ساتھ بطور سیکرٹری خدمت بجالانا : ۱۹۲۴ء
(سترہ مجالس ہائے مشاورت میں آپکو یہ سعادت نصیب ہوئی)

• آل پارٹیز کانفرنس میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ وفد کے ساتھ شرکت : ۱۹۲۴ء

• مذاہب عالم کانفرنس ویمبلے (لندن) میں حضرت مصلح موعود کے مضمون کا نہایت عمدہ اور شاندار طریق سے پڑھنا اور حضور کی خوشنودی : ۱۹۲۴ء
(حضور کے اس پہلے سفر یورپ میں سیکرٹری کے فرائض بھی آپ نے ادا فرمائے)

• ممبر پنجاب قانون ساز کونسل : ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء۔

• آپ کے والد اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے جلیل القدر رفیق حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب کی وفات : ۲ ستمبر ۱۹۲۶ء

• اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے مقدمہ توہین عدالت کی مسلمانان پنجاب کے وکلاء کی طرف سے بطور نمائندہ وکالت اور ناموس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاندار دفاع۔ جس پر مولانا ظفر علی خان فرطِ جوش میں آبدیدہ ہوگئے اور آپ کا ہاتھ چوم کر آپکو گلے لگا لیا ۱۹۲۷ء

• وائسرائے لارڈ اردن کو وائسرائیگل لاج دہلی میں "تحفہ لارڈ اردن" پیش کرنا (یہ حضرت مصلح موعود کی تالیف ہے) : اپریل ۱۹۳۱ء

• آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسِ دہلی کی صدارت اور مسلمانانِ ہند کے حقوق کی زبردست وکالت بذریعہ خطبۂ صدارت : دسمبر ۱۹۳۱ء

• گول میز کانفرنسوں میں شرکت : ۱۹۳۰ء ، ۱۹۳۱ء ، ۱۹۳۲ء۔

• انڈین پارلیمنٹری اصلاحات کمیٹی میں نمائندگی : ۱۹۳۳ء۔

• شکاگو کا پہلا سفر اور ورلڈ فیتھ کانگرس میں شمولیت : ۱۹۳۳ء

• وائسرائے ہند ارل آف ولنگڈن کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے سپاس نامہ پیش کرنا۔ مارچ ۱۹۳۴ء

• وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے باشندگانِ ہند خصوصاً مسلمانوں کے مفادات کے لیے بے لوث خدمت : ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۱ء

• لیکچر "احمدیت کا پیغام" زیر صدارت سید عبد القادر صاحب ایم۔ اے : ۱۹۳۵ء

• ہندوستان کے وزیر ریلوے : مئی ۱۹۳۵ء

• والدہ ماجدہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب حضرت حسین بی بی صاحبہ کا انتقال : ۱۶ مئی ۱۹۳۸ء

• آل انڈیا ریڈیو سے "حضرت بابا نانک اور آپکی تعلیم" پر لیکچر : نومبر ۱۹۳۸ء

• کتاب "میری والدہ" کی تالیف : دسمبر ۱۹۳۸ء

• قدرتِ ثانیہ کی جوبلی ۱۹۳۹ء کی تاریخی تقریب کے لیے باجازت مصلح موعود آپکی تحریک اور جلسہ جوبلی دسمبر ۱۹۳۹ء میں جماعت کی طرف سے آپکا حضور کی خدمت میں تین لاکھ روپیہ پیش کرنا۔ اس رقم میں

دس ہزار روپے کا نذرانہ حضرت چوہدری صاحب کی طرف سے تھا۔

• کتاب "ایک عزیز کے نام خط" کی تالیف : مئی ۱۹۳۹ء

• دوسری جنگِ عظیم میں آپ کو محکمہ سپلائی کا انچارج مقرر کیا گیا : ۱۹۳۹ء

• لیگ آف نیشنز میں ہندوستان کی کی نمائندگی : ۱۹۳۹ء

• آل انڈیا ریڈیو سے تقریر بعنوان "FOUNDATION FOR A NEW WORLD" (نئی دنیا کی تعمیر) : ۱۹۴۱ء

• جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا : ستمبر ۱۹۴۱ء تا جون ۱۹۴۷ء

• مضافاتِ قادیان میں دورے برائے دعوت الی اللہ : ۱۹۴۱ء - ۱۹۴۲ء

• حکومتِ ہند کی طرف سے ایجنٹ جنرل برائے چین ۱۹۴۲ء

• بیت الذکر لیگوس کی بنیاد رکھی : مارچ ۱۹۴۳ء

• حضرت مصلح موعود کی تحریک پر پوری جائیداد کا وقف : جون ۱۹۴۴ء

• حضرت مصلح موعود کی تحریک تراجمِ قرآن میں شمولیت : نومبر ۱۹۴۴ء

• مجلس انصار اللہ کے پہلے سالانہ اجتماع کا افتتاح کیا اور خطاب فرمایا : ۲۵ دسمبر ۱۹۴۴ء

• کتاب "حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد" (اردو۔انگریزی) کی تالیف : دسمبر ۱۹۴۴ء

• کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود ہندوستان کی آزادی کے حق میں پُرشوکت تقریر : ۱۹۴۵ء

• دہلی میں ایشیائی کانفرنس اور انڈونیشیا، ملایا، مصر، ایران اور افغانستان کے نمائندوں کے اعزاز میں آپکی پارٹی اور پیغامِ احمدیت کا ابلاغ اپریل ۱۹۴۷ء

• قائداعظم کے فرمان پر ریڈکلف ایوارڈ میں مسلمانوں کی طرف سے فاضلانہ اور مدلل بحث : جولائی ۱۹۴۷ء

• آئینی مشیر نواب بھوپال : جون تا دسمبر ۱۹۴۷ء

• اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں پاکستانی وفد کی قیادت اور مسئلہ فلسطین کے بارے میں معرکۃ آرا بحث : دسمبر ۱۹۴۷ء

• قائداعظم کی طرف سے آپ کا پہلا وزیر خارجہ پاکستان مقرر ہونا : ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۴ء

• برما کی تقریب جشنِ آزادی میں پاکستان کی طرف سے شرکت : جنوری ۱۹۴۸ء

• سکیورٹی کونسل میں پاکستان کی فقید المثال نمائندگی اور مسئلہ کشمیر کے علاوہ لیبیا، شمالی لینڈ اریٹریا، سومالیہ، سوڈان، تیونس، مراکش اور انڈونیشیا کی آزادی کے حق میں سرفروشانہ اور مجاہدانہ جدوجہد ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۴ء

• صدر ٹرومین کو انگریزی ترجمہ قرآن مجید کی دوسری جلد کا تحفہ دیا : جنوری ۱۹۵۱ء

• جہلم کے قریب ریل کا خطرناک حادثہ اور حضرت مصلح موعود کی قبل از وقت رؤیا کے مطابق آپ کا معجزانہ طور پر محفوظ رہنا : جنوری ۱۹۵۳ء

• سیٹو کانفرنس منیلا میں پاکستان کی نمائندگی : ستمبر ۱۹۵۴ء

• انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے جج کی حیثیت سے آپکی خدمات : ۱۹۵۴ء تا ۱۹۶۱ء

• بیت الذکر ہیگ کا سنگِ بنیاد : جون ۱۹۵۵ء

- حضرت مصلح موعود کے دوسرے سفرِ یورپ میں حضور کی بابرکت معیت اور ترجمانی کے فرائض :
جولائی ۔ اگست ۔ ستمبر ۱۹۵۵ء
- نیویارک میں فاضلانہ لیکچر جس میں بتایا کہ قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے : ۲۶ مارچ ۱۹۵۷ء
- بیت الذکر ہمبرگ کا افتتاح : جون ۱۹۵۷ء
- ورلڈ کانگرس آف فیتھس ایسوسی ایشن ہالینڈ کے زیر اہتمام قرآن کی حقانیت پر لیکچر : نومبر ۱۹۵۷ء
- تحریک تعلیم و اصلاح حضرت مصلح موعود نے ابتدا میں چھ اضلاع کیلئے جاری فرمائی اور مخیّر احباب کو تین سو روپیہ سالانہ چندہ دینے کا ارشاد فرمایا جس میں آپ نے ایک ہزار روپے سالانہ کی پیشکش کی :
دسمبر ۱۹۵۷ء
- عمرہ کی سعادت اور مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ پر حاضری ۔ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز ابن سعود سے ملاقات اور شاہی مہمان خانہ میں قیام : مارچ ۱۹۵۸ء
- نائب صدر عالمی عدالتِ انصاف (ہالینڈ، سویڈن جنوب مغربی افریقہ اور پرتگال وغیرہ کے متنازعہ امور کا فیصلہ) : ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۱ء
- تعمیر بیت الذکر ڈسکہ آپ کے اخراجات سے، ترجمہ انگریزی تفسیر صغیر : ۱۹۵۸ء
- باون۵۲ زبانوں میں تقاریر کے جلسہ (ربوہ) کا افتتاح : دسمبر ۱۹۵۸ء
- امریکی ادارہ کی خواہش پر مندرجہ ذیل کتاب کی تصنیف
" ISLAM - ITS MEANING FOR MODREN MAN" : ۱۹۶۰ء
- اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء
- صدر کینیڈی سے دوران ملاقات قضیۂ کشمیر کا ذکر : ۱۹۶۲ء
- صدر جنرل اسمبلی اقوام متحدہ : ۱۹۶۲ء-۱۹۶۳ء
- بیت الذکر زیورک کا افتتاح : ۱۹۶۳ء
- سفر روس، ماسکو، تاشقند اور سمرقند کی سیاحت مسٹر خروشچیف اور مفتی ضیاء الدین باباخانوف سے ملاقات : ۱۹۶۳ء
- جزائر فجی میں علمی لیکچر : نومبر ۱۹۶۵ء
- حج بیت اللہ : مارچ ۱۹۶۷ء
- انگریزی ترجمہ قرآن مجید : ۱۹۷۰ء
- صدر عالمی عدالت انصاف : ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۳ء
- ہیگ میں پندرہ سالہ قیام کے بعد انگلستان میں قیام : فروری ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۳ء
- واپسی پاکستان اور قیام لاہور : ——
۱۶ر نومبر ۱۹۸۳ء تا یکم ستمبر ۱۹۸۵ء
- شدید علالت ۔
برونکل نمونیہ کی وجہ سے نو روز تک بیہوش رہے
- وفات : یکم ستمبر ۱۹۸۵ء

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اِس بزم سے جن کو

تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

وسعتِ علوم اور انسان کا مستقبل

اس زمانہ میں علمی انکشافات اور فنی ایجادات کی حیرت انگیز ترقی اور سرعت واضح طور پر اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہے کہ انسانی زندگی ایک نئے دَور میں داخل ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسا دَور ہے کہ ابھی اس کے امکانات کی تعیین تصور سے باہر ہے البتہ یہ ضرور محسوس کیا جا رہا ہے کہ اگر ان انکشافات اور ایجادات کو انسانی زندگی کی بہبودی اور فلاح کیلئے کام میں لایا جائے تو انسانی زندگی نہایت خوش حال بنائی جا سکتی ہے اور اگر ان کا استعمال جنگ اور مقابلہ کی صورت میں تباہی اور بربادی کیلئے کیا جائے تو تمدن اور تہذیب بلکہ خود انسانی زندگی کا خاتمہ آن واحد میں ہو سکتا ہے۔

اس لیے جہاں ایک طرف انسانوں کے دلوں میں بہبودی اور خوش حالی، ترقی کی خواہشیں اور امنگیں چمک رہی ہیں وہاں دوسری طرف انسانی دل خوف و ہراس سے بیٹھے جا رہے ہیں کہ اگر دنیا کی بڑی طاقتوں کے درمیان تصادم ہو گیا اور انہوں نے ایکدوسرے کے خلاف ان نئے تباہ کن ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا تو تمام دنیا اس لپیٹ میں آجائے گی اور زمین کا کوئی خطّہ تباہی سے بچ نہیں سکے گا۔

ماہرینِ فن اور ماہرین سیاست کے دماغ متواتر اس تلاش میں ہیں کہ کن طریقوں سے بنی نوع انسان کو اس خطرے سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اِس وقت تک کوئی علمی یا سیاسی تدبیر کارگر ثابت ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس تلاش کے دوران میں ابھی تک اس حقیقت کی طرف توجہ نہیں کی گئی کہ علمی اور سیاسی تدبیریں خود ایک اعلیٰ اور غالب تدبیر کے تابع ہیں اور یہ کہ ان تدبیروں کو استوار کرنے اور ان کے ذریعے فائدہ مند اور مقصود نتیجہ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اُس اعلیٰ اور غالب تدبیر کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس غفلت کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کوئی نیا علم یا کوئی نئی ترقی حاصل کرتا ہے تو وہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ مجھے یہ علم اپنی کوشش سے یا یہ ترقی اپنے علم کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہے۔ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (۲۸/۷۹) حالانکہ تمام علوم اور تمام ترقیات اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے اور تمام زمینی اور آسمانی مواد پر حاوی اور محیط ہے انسان کو اس میں سے اتنا ہی حاصل ہوتا ہے جتنا خدا تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ

حضرت چوہدری صاحب ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسروں اور سکالرز سے خطاب فرما رہے ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲/۲۵۶) اللہ تعالیٰ کے پاس ہر شے کے لامحدود خزانے ہیں وہ ہر زمانے میں انسان کو اسی قدر سے واقف کرتا ہے اور اسی قدر عطا فرماتا ہے جس کا وہ اندازہ اور فیصلہ فرماتا ہے۔ وان من شیئٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم (۱۵/۲۲)

انسان کو جب اس علم میں سے کچھ عطا ہوتا ہے تو وہ گمان کر لیتا ہے بس میں نے سب کچھ معلوم کر لیا حالانکہ جو کچھ اسے حاصل ہوا وہ الٰہی علم کا ایک ٹکڑا ہے اور لامحدود علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس موجود ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور اخلاقی علوم کے وسیع خزانے عطا فرمائے لیکن ساتھ ہی یہ دعا بھی سکھائی اے اللہ تو اپنے فضل سے میرے علم میں وسعت دیتا چلا جا قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۲۰/۱۱۵)

اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم کا کوئی پہلو دکھ اور عذاب کا امکان یا خوف پیدا کرتا ہے تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ علوم بھی ہیں جو رحمت کی صورت پیدا کر سکتے ہیں۔ عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیئٍ (۷/۱۵۷)

تو موجودہ خوف وہراس کے ازالے کی اصل تدبیر تو یہ ہے کہ منبعِ علوم کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے اور اسی سے ہدایت طلب کی جائے پھر اس کی ہدایت کے مطابق ایک طرف تو وہ اخلاقی اور روحانی انقلاب انسانی زندگی میں پیدا کیا جائے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے تاکہ ہم اس کے عطا کردہ علوم کو انسان کی حقیقی فلاح اور بہبود کی ترقی کے لیے کام میں لانے کے قابل بن سکیں اور دوسری طرف ہمیں وہ علوم عطا ہوں جو موجودہ علوم کے غلط استعمال اور تباہ کن اثرات سے بنی نوع انسان کی حفاظت کا کام دے سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (۴۰/۶۱) اور وہی ایک ہستی ہے کہ جب انسان دکھوں سے گھر جاتا ہے اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا تو وہ اس کی فریاد سنتی ہے اور اسے دکھوں سے نجات دیتی ہے اَمَّنْ یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (۲۷/۶۳)

بنی نوع انسان کی آج کی حالت کے نہایت موزوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اسلمت نفسی الیک و وجہت وجہی الیک و فوضت امری الیک والجأت ظہری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک اللھم لا ملجا ولا منجأ منک الا الیک یعنی اے اللہ میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنی تمام توجہات تیری توجہ کے تابع کرتا ہوں اور اپنے سارے معاملات تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں اور اپنا انجام تیرے حوالے کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تو اپنے عذاب سے مجھے بچائے گا اور اپنی رحمت اور اپنا فضل مجھ پر نازل فرمائے گا۔ اے اللہ تیری دی ہوئی نجات کے بغیر کوئی نجات نہیں اور تیری دی ہوئی پناہ کے بغیر کوئی پناہ نہیں

آج نئے نئے طاقتور تباہ کن ہتھیاروں کی ایجاد نے بھی یہی حالت پیدا کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نجات کے بغیر کوئی نجات نہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پناہ کے بغیر کوئی پناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر قدرت ہے اگر تمام ملکوں میں سب انسان مرد اور عورت، بچے اور بوڑھے اور جوان اس کے سامنے جھک جائیں اور اکیلے اکیلے بھی اور جمع ہو کر بھی اس سے ہدایت طلب کریں تو وہ ایسے علوم ہم پر کھول سکتا ہے جن سے موجودہ خطرات کا تدارک کیا جا سکے اور جو پیش آمدہ خطرات کیلئے تریاق کا حکم رکھتے ہوں۔ اُسے یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ان لوگوں کے دلوں اور

دماغوں میں ایک پاکیزہ اور خوشگوار انقلاب پیدا کر دے جو ان ہتھیاروں پر اختیار رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس عزم پر آمادہ اور پختہ کر دے کہ یہ طاقتیں اور یہ علوم صرف انسان کی خدمت اور بہبودی کے لیے استعمال کیے جائیں گے اور انسان کی تباہی کیلئے ہرگز استعمال نہ ہونگے۔ پھر اسے یہ بھی قدرت ہے کہ جو لوگ یا جو نظام ان طاقتوں اور ان علوم کو انسانی تباہی کے لیے استعمال کرنے پر مُصر یا آمادہ ہوں ان کے اختیارات ضبط کر کے انہیں ناکارہ اور بے ضرر کر دے اور ان کی جگہ بنی نوع انسان کے حقیقی بہی خواہاں کو قائم کر دے اور یہ سب علوم اور طاقتیں تباہی کے سامان اور خوف وہراس کے موجبات بننے کی بجائے فلاح اور بہبودی اور رزقِ بے حساب کا سامان اور ذریعہ بن جائیں۔ قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاءُ و تعز من تشاء و تُذل مَنْ تشاء بیدک الخیر وانّک علیٰ کلّ شیئٍ قدیر۔ تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل و تخرج الحی من المیّت وتخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب (۳/۲۷-۲۸)

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام بنی نوع انسان سب معبودان باطلہ کو کلّی طور پر ترک کر کے ایک ہی سچے معبود کے سامنے عاجزی سے جھک جائیں اور اسی سے ہدایت طلب کریں اور اسی کی پناہ میں آنے کے آرزومند ہوں۔

(بشکریہ مکرم ثاقب زیروی صاحب)

نوائے درد

جناب میر مبشر احمد طاہر

یہ کون اٹھ گیا ہے فضا سوگوار ہے — دل رو رہے ہیں سب کے جہاں اشکبار ہے
ہر سمت جس کے نغموں سے تھی گونجتی فضا — خاموش آج ہو گیا شیریں ہزار ہے
تیری ادا ہر اک تھی اگرچہ ادائے خاص — مشہور چار دانگ ترا انکسار ہے
ابرِ کرم کی مثل تو برسا کچھ اس طرح — ویرانیاں جہاں تھیں وہاں سبزہ زار ہے
ماں سے ملے گا آج بڑی مدتوں کے بعد — یہ موت بھی تو رحمتِ پروردگار ہے
قانون اور علمِ سیاست میں منفرد — سب لوگ ہیں سوار تو تو شہسوار ہے
طاہر امامِ وقت کو بچپن میں پا لیا — کتنی بڑی عنایتِ پروردگار ہے
تربت پہ تیری رحمتِ حق کا نزول ہو — دنیا سے بالیقین تو گیا کامگار ہے

دو سو سال بعد ایک نئے روحانی نظام کے قیام کا روح پرور نقشہ

چوالیس سال پہلے حضرت چوہدری صاحب کی ایک بصیرت افروز تقریر

(مرسلہ: مکرم رشید احمد صاحب چغتائی سابق مربی بلاد عربیہ)

۲۷ جنوری ۱۹۴۱ء ساڑھے چھ بجے شام ہارڈنگ لائبریری دہلی میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے "آج سے دو سو سال قبل دہلی کے اہل فضل و کمال" کے عنوان پر تقریر کی اس جلسے کے صدر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تھے۔ حضرت چوہدری صاحب کی صدارتی تقریر کے بعض منتخب حصے درج کئے جاتے ہیں۔

"**خواجہ صاحب** کی تقریر سنتے ہوئے میری طبیعت میں افسردگی کا احساس ہوا ہے نہ کہ انبساط کا۔ اور جوں جوں خواجہ صاحب تقریر کرتے گئے میرے دل پر بوجھ بڑھتا گیا اس احساس کے ماتحت میرے دل میں خیالات کی ایک خاص رَو پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ایک طرف تو مَیں خواجہ صاحب کی تقریر سن رہا تھا۔ اور دوسری طرف اس رَو میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ خواجہ صاحب نے آج دو سو سال قبل دلّی کے حالات بیان کئے ہیں اور میرے خیالات کی رَو ایک طرف تو آج سے دو ہزار سال قبل تک پہنچی اور دوسری طرف آج سے دو سو سال بعد کی دلّی کا منظر میرے سامنے آنا شروع ہو گیا۔ مَیں اس منظر کے کچھ پہلو آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ انہیں شاعرانہ تخیل خیال کریں۔ یا مجنون کی بڑ۔ لیکن مَیں انہیں حقیقت سمجھتا ہوں۔

خواجہ صاحب نے جو حالات بیان کئے ہیں۔ وہ اُس زمانہ کے ہیں جب ایک تمدّن اپنے عروج کے بعد انحطاط کی حالت کو پہنچ رہا تھا۔ اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بعد میں وہ انحطاط بڑھتا گیا حتٰی کہ وہ تمدن بالکل مغلوب ہو گیا۔ اور اس کے صرف کچھ آثار باقی رہ گئے

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں ایسے ایسے مرثیہ گو موجود تھے جن کے ایک مصرعہ پڑھنے پر ہی مجلس میں آہ و بکا کا شور بلند

ہو جاتا تھا۔ اور آخر میں شکوہ کیا ہے کہ گردشِ چرخ نے وہ سب محفلیں مٹا دیں۔ مگر مَیں جو منظر دیکھتا ہوں اُس میں مرثیہ خوانوں اور آہ و بکا کی جگہ نہ ہو گی۔ بلکہ وہ دن دین کے گُن گانے کے دن ہوں گے۔ اُس وقت تک آدمؑ کے بہشت سے نکالے جانے، ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے، یوسفؑ کے غلامی میں بیچے جانے، رام چندر جی کے جلا وطن کئے جانے، مسیحؑ کے صلیب پر لٹکائے جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکالے جانے اور شہیدِ کربلا کی شہادت کا بدلہ بھی لیا جا چکا ہو گا۔ اور دلّی بلکہ ہندوستان بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ کا منظر پیش کر رہا ہو گا۔ انسان اپنے ربّ سے صلح کر چکا ہو گا۔ قومیں دوسری قوموں سے صلح کر چکی ہوں گی اور افراد باہم محبت اور آشتی سے زندگی بسر کر رہے ہوں گے

بندہ کی اپنے رب سے صلح

انسان اپنے رب سے اس طور پر صلح کر چکا ہو گا۔ کہ شرک مٹ جائیگا اور تمام حکومتیں اسی ایک واحد قہار کی ہوں گی اور اُسی کی رضاجوئی انسانی زندگی کا مقصد ہو گا اور انسان اخلاص کے ساتھ اس مقصد کے حصول میں لگے ہوئے ہوں گے۔

قوموں میں صلح

قوموں کے درمیان اس طور پر صلح ہو چکی ہو گی کہ مختلف اقوام تسلیم کر لیں گی کہ اللہ تعالیٰ کو ہر قوم ہی برابر عزیز ہے۔ اور کسی قوم کو دوسری قوم پر برتری حاصل نہیں۔ اور نہ کسی قوم کا حق ہے کہ وہ کسی دوسری قوم پر غلبہ حاصل کرے اور اس پر حکومت کرے۔ ہر قوم اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات پر خوش ہو گی جو اُسے عطا ہوئے ہیں۔ اور ان کے صحیح اور برمحل استعمال سے اپنی ترقی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے کوشاں ہو گی۔ اور اپنی ہمسایہ اقوام کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریگی۔ جس سے بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی میں ترقی ہو اور مختلف علوم اور اسباب اور ذرائع کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے استعمال کیا جائے گا نہ کہ ان کی ہلاکت کے لیے جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔

افراد کی صلح

پھر افراد کی آپس میں صلح ہو چکی ہو گی۔ اس طور پر کہ اوّل تو حکومت کے اختیارات ایسے لوگوں کے سپرد ہوں گے۔ جو حقیقتاً ان کے اہل ہوں گے اور حکومت رعایا کی سچی خیر خواہ اور خادم ہو گی۔

دوسرے۔ حکّام اور رعایا سب قانون کے پابند ہوں گے۔ اور قانون کی نگاہ میں سب برابر ہوں گے۔ اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو گا۔

تیسرے۔ افراد کے درمیان پوری مساوات ہو گی۔ کوئی نسلی، قومی، خاندانی یا ذات پات کا امتیاز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اور سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہوں گے اور حقیقی عزت کا معیار صرف خدا کا خوف ہو گا۔

چوتھے۔ دولت اور دنیاوی سامان صرف چند ہاتھوں میں ہی چکر نہیں لگاتے رہیں گے۔ بلکہ ہر طبقہ میں تقسیم ہوتے رہیں گے اور جو لوگ انہیں صحیح طور پر استعمال کریں گے وہ ان سے فائدہ اٹھائیں گے اور ترقی کریں گے اور جو لوگ ان کا صحیح استعمال نہیں کریں گے۔ وہ انہیں کھو بیٹھیں گے۔

نیا تمدن قائم ہونے کے آثار

غرض وہ منظر عجیب دل لبھانے والا منظر ہو گا۔ آپ سوال کر سکتے ہیں کہ تم کس بناء پر ہمارے سامنے یہ منظر پیش کر رہے ہو کہ آج سے سَو یا دو سو سال بعد دلّی یا ہندوستان کی یہ حالت ہو جائے گی میں اپنے اس یقین کی تہہ میں جو حقیقت ہے اس کے متعلق بعض اشارے کر دیتا ہوں جس سے آپ اس حقیقت کا

کسی قدر اندازہ کر سکتے ہیں۔

اوّل: آپ تسلیم کریں گے کہ جو تمدّن اور سیاسی اور بین الاقوامی نظام آج کل ہمارے سامنے ہے۔ وہ اس تمدّن اور نظام کے ساتھ جس کا میں نے خاکہ پیش کیا ہے۔ ہر پہلو سے ٹکراتا ہے اور ایک نئے تمدن اور نظام کے جاری ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ پرانا تمدن اور نظام مٹ جائے۔ یہ حقیقت تو اب واضح ہے کہ موجودہ جنگِ عظیم کا خاتمہ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس جنگ کے نتیجہ میں موجودہ تمدّن اور نظام یقیناً مٹ جائے گا اور اس کی جگہ نیا تمدن اور نیا نظام قائم ہوگا۔ میں نے جس تمدن اور نظام کا خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے یہ پہلے بھی ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک دنیا کے مختلف حصوں میں رائج رہ چکا ہے۔ اور دنیا کی تاریخ میں پہلے بھی یہ تمدّن اور نظام اُس تمدّن اور نظام کیساتھ ٹکرا چکا ہے۔ جس کا خاتمہ موجودہ جنگ کرنے والی ہے۔

یہ تمدن پہلے بھی غالب آچکا ہے

یہ قرآنی تمدن اور قرآنی نظام تھا۔ جو تھوڑے ہی عرصہ میں عیسائی تمدن اور نظام پر غالب آگیا۔ اور ہزار گیارہ سو سال تک دنیا کے مختلف حصوں میں رائج رہا۔ اس تمدن اور نظام کے جاری ہونے کے ایک ہزار سال کے بعد خُفتہ عیسائی اقوام پھر بیدار ہوئیں اور جہازرانی اور تجارت کے ذریعہ انہوں نے پھر اقتدار اور غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ان کا تمدن اور نظام دنیا کے اکثر حصّہ پر مسلط ہو گیا۔ عیسائی اقوام کے اس دوسرے غلبہ کی ابتدا سترہویں صدی میں ہوئی اور اس کا اختتام بیسویں صدی کے دوسرے نصف کی ابتداء میں ہوتا نظر آتا ہے۔ یعنی قریباً ۳۵۰ سال کی معیاد کے بعد۔

قرآنی تمدن کا پھر غلبہ ہوگا

اس تمدن اور نظام کے احیاء کی بنیاد ۱۸۸۹ء عیسوی میں رکھی گئی اور قرائن اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمدن اور نظام کی روشنی اور چمک عام لوگوں کی نظروں کے سامنے اس تاریخ سے ۷۵ سال بعد آنی شروع ہو جائے گی۔

اور عام لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کردیں گے۔ کہ اب یہ تمدّن اور نظام غالب ہوتا نظر آرہا ہے۔ اور اس عرصے کے بعد اس تمدن اور نظام کو ظاہری غلبہ حاصل ہونا شروع ہو جائے گا۔ ان دونوں اندازوں سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صدی کے تاریخ نویس موجودہ مغربی تمدن اور نظام کے اختتام اور آئندہ قرآنی تمدّن اور نظام کے غلبہ کی ابتداء کا زمانہ ۷۵، ۸۰ سال تک قرار دیں گے۔ گویہ رَو دونوں طرف انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع کے زمانہ سے جاری ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس تمدّن اور نظام کو غلبہ اور عروج عطا فرمائے گا اور اس کا زمانہ جاری رہے گا۔ جب تک انسان اپنے تئیں اس کی رحمت کے مورد بنائے رکھیں گے۔

مکرم رشید احمد صاحب چوہدری (لندن) تحریر فرماتے ہیں

"ایک دفعہ بی بی سی پر انٹرویو کے دوران آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے خیال میں وہ کونسی عمر ہے جب ایک نوجوان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہے اور اس کو والدین کے مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں آپ نے فرمایا کہ میرے والدین اگر آج بھی زندہ ہوتے تو میں ان کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتا۔

سادگی میانہ روی اور انکساری کی منفرد شان

قدرتِ ثانیہ کے نظام سے مثالی وابستگی اور اطاعت کا مثالی نمونہ

(حضرت سیّدہ مِہر آپا صاحبہ مدّظلہا العالی کے قلم سے)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی محبت اور اس کی خاطر قربانی کا جذبہ تو کُوٹ کُوٹ کر ان کے اندر بھرا ہُوا تھا۔ قدرتِ ثانیہ کے تمام مظاہر سے بے انتہا عشق رکھتے تھے جماعت کے لئے انتہائی غیرت و حمیّت کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور بے لوث خدمت بھی ان کا طرّۂ امتیاز تھی۔ آپ بلا امتیاز تمام حاجت مندوں کا بہت خیال رکھنے والی عظیم شخصیت تھے۔ ان کے متعلق جو واقعات مجھے یاد ہیں وہ لکھ رہی ہوں۔

ہمارے مستقل طور پر قادیان آنے سے بہت پہلے کی بات ہے ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر حسبِ معمول ہم لوگ چار پانچ دن کے لئے قادیان آئے ہوئے تھے۔ جلسہ کے پروگرام کے دوسرے یا تیسرے دن جب ابّا جان حضرت سیّد عزیز اللہ شاہ صاحب گھر آئے تو برسبیلِ تذکرہ فرمانے لگے کہ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو سٹیج کے ٹکٹوں اور حلقۂ خاص کے ٹکٹوں کے لئے بڑی جدّوجہد کرتے ہیں اور عذرِ لنگ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہمیں چونکہ پروگرام اچھی طرح سنائی نہیں دیتا اس لئے ہمیں ضرور سٹیج پر یا حلقۂ خاص میں جگہ ملنی چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میں نے آج دیکھا ہے کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جلسہ گاہ میں سٹیج کے سامنے نیچے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر صرف پرالی بچھی ہوئی تھی اور وہ پورے اِنہماک سے جلسہ کی کارروائی سُن رہے تھے۔ اِس واقعہ سے ان کی اِنکساری کی شان اور نظامِ سلسلہ کے احترام کی رُوح اور فدائیت کا جذبہ خوب آشکار ہوتا ہے۔

آپ کی قدرتِ ثانیہ کے آسمانی نظام سے وابستگی مثالی تھی اور ائمہ سلسلہ احمدیہ سے محبّت بھی مثالی اور نہ صرف دینی امور میں آپ ان سے رہنمائی حاصل کرتے اور اس پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونے کو فلاحِ دارین کے لئے ضروری سمجھتے بلکہ عام دنیوی معاملات میں بھی سیّدنا حضرت فضلِ عمر سے اکثر مشورہ کرتے رہتے۔ جب آپ کے ہم وطن مخالفین نے انصاف کا خون کرتے ہوئے آپکے خلاف زبانِ طعن دراز کرنے میں اِنتہا کر دی اس وقت بھی آپ حضرت فضلِ عمر کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے مشورہ اور رہنمائی کے طلبگار ہوتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد نوازا اور موسلا دھار بارش کی طرح بارانِ رحمت کا آپ پر نزول ہُوا۔ یہ آپ کے اُس ایمان و یقین اور محبّت و خلوص کا نتیجہ تھا جو آپ کو خدا تعالےٰ

کے ان برگزیدہ بندوں سے تھا۔

آپ بے حد سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ باوجود بے حساب مال ومنال عطا ہونے کے کبھی اپنی ذات پر خرچ نہ کیا اور نہ ہی کبھی دینی مفاد پر دنیوی مفاد کو ترجیح دی۔ جہاں بھی اور جس قدر بھی جائیداد بنائی وہ سلسلہ کو ہی دے دی۔ قادیان میں بھی ان کی کوٹھی تھی، پھر ربوہ میں بھی آپ نے کوٹھی بنوائی۔ ان کے بنانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ بیرونی دُنیا سے جو لوگ سلسلہ احمدیہ کی تحقیق کے لئے آتے ہیں ان کے مناسبِ حال رہائش کے لئے یہ عمارتیں کام آئیں۔

اپنی زبان اور اپنے تمدن سے ان کو گہرا تعلق اور لگاؤ تھا۔ سادگی بہت پسند تھی۔ اپنے وطن کا لباس پہننے میں ان کو خاص خوشی اور طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ جب کبھی اپنے ہم وطنوں کو دَورانِ گفتگو انگریزی، اُردو، اور پنجابی ملا کر بولتے ہوئے سُنتے تو وہیں ٹوک دیتے فرماتے میاں! سیدھی طرح اپنی زبان میں بات کرو یہ بھی کوئی بات ہے کہ دو لفظ انگریزی کے اور دو پنجابی یا اُردو کے لئے اور ایک نئی زبان بنا ڈالی۔ آپ خاص طور پر نوجوانوں کو سمجھانے کی غرض سے ضرور ٹوکتے۔ آجکل اکثر لوگ اپنی زبان میں بات کرتے کرتے بلا ضرورت انگریزی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اِس بات کو فیشن میں داخل سمجھتے ہیں مگر حضرت چوہدری صاحب کو یہ طریق بالکل پسند نہ تھا۔

کھانے پینے میں بھی بڑی سادگی تھی۔ اوّل تو ذیابیطس کی بیماری کی وجہ سے غذا ویسے ہی مختصر تھی مگر آپ اس معاملہ میں پھر بھی سختی سے پرہیز کرتے۔ اپنی کوٹھی تعمیر ہونے سے قبل جب کبھی آپ حضرت فضلِ عمر سے ملاقات کے لئے آتے اور مرکزِ سلسلہ میں قیام فرماتے تو اپنے جس گھر میں حضور کی باری ہوتی آپ بھی اسی گھر کے مہمان شمار ہوتے جب کبھی مجھے آپ کی میزبانی کا موقع ملتا تو مَیں آپ کی بیماری کے مدِنظر مناسب غذا تیار کرواتی۔ ایک دفعہ آپ نے حضور سے کہا کہ مہر آپا میرے کھانے کا بہت تکلف سے اہتمام کرتی ہیں صرف ایک آدھ ڈش اور سلاد ہی میرے لئے کافی ہوتی ہے۔ جب حضور نے اندر آکر مجھے بتایا تو مَیں نے کہا جب ان کی خوراک صرف WHITE MEAT تک محدود ہے تو پھر کچھ نہ کچھ اس میں تنوع تو ضرور ہونا چاہیئے۔

حضرت فضلِ عمر کے سفرِ یورپ میں آپ تمام وقت حضور کے ساتھ ساتھ رہے۔ حضور کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ آپ کا سامان خود اُٹھاتے رہے کیونکہ وہاں ہمارے ہاں کی طرح سامان اُٹھانے کے لئے قلی وغیرہ عام نہیں ہوتے۔ اوّل تو وہ لوگ اِس قدر سامان سفر میں ساتھ رکھتے ہی نہیں۔ یہاں سے روانگی سے قبل بھی چوہدری صاحب بڑے اصرار سے بار بار یہی پیغام بھجواتے رہے سامان تھوڑا لے جائیں وہاں اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی مگر تھوڑا تھوڑا کر کے بھی سامان اچھا خاصا ہو گیا۔

دَورانِ سفر جب وینس (اٹلی) پہنچے تو وہاں نہ کوئی قُلی تھا نہ مزدور۔ حضرت چوہدری صاحب نے تمام سامان اپنے کندھوں پر اُٹھا اُٹھا کر کار سے 'گنڈولے' تک پہنچایا اور مُسکراتے ہوئے فرمایا دیکھا مَیں نہ کہتا تھا کہ اِس قدر سامان نہ لے جائیں۔ خیر بیبیوں کو پتہ تھا ظفراللہ ساتھ ہے خود ہی سامان اُٹھاتا پھرے گا۔ چوہدری صاحب نے تو مزاحاً یہ بات کہی تھی مگر مجھے بہت احساس ہوُا کہ ان پر یہ اِتنا بوجھل کام آن پڑا ہے۔ وہ تو اپنے حبیب حضرت فضلِ عمر کے عشق و محبت میں اپنی ذات سے بے نیاز ہو کر سب کام کر رہے تھے۔ اِس زمانہ میں کسی کو دو چار پیسے مل جائیں یا اعلیٰ تعلیم حاصل کر لے تو وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے مگر چوہدری صاحب کو کمالِ سلیم فطرت

ملی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ اتنی بڑی شخصیت اور انکسار کا یہ عالم!

سارے سفرِ یورپ کے دَوران مَیں نے گوشت کو ہاتھ نہ لگایا چاہے وہ کوشر (یہودیوں کا ذبیحہ) ہی ہو جس کا کھانا شرعاً جائز ہے۔ روزانہ چوہدری صاحب ہم لوگوں کے متعلق پوچھتے کہ ہر ایک کیا چیز کھانا پسند کرے گا تاکہ وہی چیز منگوائی جائے۔ مَیں نے ایک دفعہ کہہ دیا کہ میرے لئے تو صرف مچھلی یا کوئی سبزی کافی ہے گوشت مَیں قطعی طور پر نہیں کھاؤں گی۔ آپ نے اسی وقت فارسی کا ایک شعر پڑھا شعر بہت عارفانہ تھا جس سے میری حد سے زیادہ احتیاط بے معنی ہو کر رہ جاتی تھی۔ مَیں نے کہہ تو دیا کہ مَیں کوشش کروں گی مگر طبیعت نہ مانی اور میرا اسی طرح گزارا ہوتا رہا۔

آخر اِس احساس کے تحت کہ مَیں گوشت کی کوئی چیز نہیں کھا رہی چوہدری صاحب نے حضور سے کہا کہ حضور! مَیں حسبِ سابق شرع کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مہر آپا کے لئے ایک خاص ڈش کا انتظام کرتا ہوں ان کو وہ ضرور پسند آجائے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے اُس ڈش کا آرڈر دیا جب وہ ڈش تیار ہو گئی تو چوہدری صاحب نے حضور سے کہا کہ یہ خاص طور پر مہر آپا کے لئے بنوائی گئی ہے ان سے کہیں اب تو کھا لیں۔ ڈش دیکھنے میں خوش منظر تھی مگر میرا دل کسی طور راضی نہ ہوُا اور مَیں نے ڈش چُپکے سے چھپا دی۔

اسی طرح آسٹریا میں ایک دفعہ کھانے کا وقت ہوُا تو ہم ہوٹل میں گئے۔ چوہدری صاحب نے میرے لئے بھی انڈوں کا شوپ منگوایا۔ اُنہیں معلوم نہ تھا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ جب چوہدری صاحب کو پتہ چلا کہ مَیں وہ نہیں پی رہی تو آپ نے شوپ کا وہ پیالہ خود اپنے پاس منگوا لیا اور 'زر می خورم' کہتے ہوئے وہ پی لیا۔ مطلب یہ تھا کہ آخر اس پر رقم اُٹھی ہے وہ کیوں ضائع ہو مَیں استعمال کر لیتا ہوں۔ آپ کو ضیاع اور فضول خرچی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

ایک بار وینس میں چوہدری صاحب نے ہم مستورات کے لئے کُھلے سمندر کی سَیر کا انتظام کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ہماری ذہنی تھکاوٹ دُور ہو کیونکہ ہم لوگ سارا وقت ہی حضور کی بیماری کی وجہ سے بڑے دباؤ کا شکار رہتے تھے۔

بہرحال صاحبزادی امۃ الجمیل، صاحبزادی امۃ المتین اور مَیں سَیر کے لئے گئے۔ سَیر کے دَوران چوہدری صاحب بہت سے اہم تاریخی مقامات دکھاتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ ان کا تاریخی پس منظر بھی بتاتے رہے۔

اِس تاریخی سفر میں چوہدری صاحب نے جس طرح اپنے آقا کی خدمت کی اس کا اجر تو خدا کے پاس ہے مگر ہمارے دلوں میں بھی ان کی قدر اور عظمت بہت بڑھ گئی۔ بڑے بے نفس انسان تھے، بے لَوث اور بے ریا۔ اللہ تعالےٰ انہیں حضور کے قدموں میں جگہ دے اور ان کی رُوح کو سکون بخشے۔ آمین

خواجہ حسن نظامی نے اپنے مشہور رسالہ 'منادی' میں ایک دفعہ مضمون لکھا جس کا موضوع یہ تھا کہ اگر مَیں فلاں ہوتا تو میری کیا صورت اور صفات ہوتیں۔ مختلف لوگوں کا قلمی خاکہ کھینچتے ہوئے انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کے متعلق لکھا:

" اگر مَیں سر ظفراللہ ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مجھے اپنا غلام بنا لیتی کیونکہ وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے تھے"!

وُہ اب نہیں ہے

جناب عبدالکریم قدسی - لاہور

مرے وطن کے مخالفوں کو
قدم قدم پہ دلیلِ محکم سے
کون دے گا شکست ایسی
شکست جیسی کہ اسنے دی تھی
کہاں گیا وہ

میری زمیں کو اداس و بنجر
اور بانجھ رکھنے کی کوششوں کو
جو ریزہ ریزہ کیا تھا کرتا
وہ اب نہیں ہے
کتابِ اقوامِ متحدہ کے
ورق ورق پہ
سنہری حرفوں سے
کس کا لکھا ہے نامِ نامی
وہ اِک مفکّر
وہ اک مدبّر
وہ ایک آئین
وہ ایک ہستی

کہ جس کے سینے پہ درجنوں ہی
وہ عالمی اعزاز و تمغے
سجے ہوئے تھے
جو ایک سینے پہ
آج تک نہ سجے تھے پہلے

خلوص و عشق و وفا کا نکھار

حضرت باباجی ظفراللہ خان

مثالی رضاعی باپ کی مثالی محبّت و شفقت

محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ بنت حضرت فضلِ عمر

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب میرے رضاعی والد تھے اور مَیں انہیں باباجی کہا کرتی تھی۔ وہ یقیناً ایک مثالی باپ تھے اور میرے ساتھ ان کی شفقت اور پیار کا تعلق شہد کی طرح شیریں اور سمندر کی طرح گہرا تھا۔ ان کی دل موہ لینے والی محبّت ہمیشہ مجھ پر نچھاور ہوتی رہی۔

آقا اور غلام کا پُرخلوص تعلق

ابّاجان حضرت فضلِ عمر اس پیار کے تعلق سے خوب واقف تھے اور اس رضاعی رشتہ کا بھی بہت احترام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا:

"یہ بچّے بہت عظیم والدہ کی بہت عظیم اولاد ہیں اور سب کا احترام تم پر لازم ہے۔" پھر فرمایا "بے جی (والدہ حضرت چوہدری صاحب) بڑے بلند مقام کی حامل تھیں۔ جب وہ تشریف لاتیں تو مَیں احتراماً کھڑا ہو جاتا۔"

پیار اور محبّت کی یہ آگ دونوں طرف بھڑکی ہوتی تھی اور باباجی بھی پورے دل اور پوری جان سے حضور پر فدا تھے آقا اور غلام کا یہ سچّا، پُرخلوص اور نکھرا نکھرا تعلق صرف الٰہی جماعتوں ہی کا خاصہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت باباجی حضرت فضلِ عمر کے ساتھ سندھ تشریف لے گئے۔ آموں کا موسم تھا۔ حضور آموں کی قاشیں چکھ کر حضرت باباجی کی پلیٹ میں رکھ رہے تھے اور فرمایا کہ چوہدری صاحب آپ کو شوگر ہے مَیں یہ نہیں چاہتا کہ میری خواہش کی وجہ سے آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑے مَیں عمدہ قسم کی آم کی قاشیں آپ کی پلیٹ میں رکھ رہا ہوں آپ صرف وہی کھائیے۔ حضرت باباجی نے صرف وہی چند قاشیں کھائیں جو حضور نے آپ کی پلیٹ میں رکھیں۔

مَیں نے حضرت ابّاجان کو اور حضرت باباجی کو ایک پلیٹ میں کھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ اس کا میری طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا کہ حضرت ابّاجان کو حضرت باباجی کے ساتھ کس قدر محبّت ہے۔ اس محبّت کی وجہ سے مَیں نے بھی آپ سے بے انداز محبّت کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے کئی بار دونوں کو کھانا کھلانے کا موقع دیا۔ جب بھی حضرت باباجی تشریف لاتے تو حضرت ابّاجان مجھے بلوا کر کہتے کہ آج چوہدری صاحب کھانے پہ آئیں گے کھانا تم پیش کرنا۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے دونوں پیاروں کی خدمت کا موقع دیا۔

جب آپ حضرت فضلِ عمر کے ساتھ سندھ تشریف لے گئے تو حضرت فضلِ عمر نے فرمایا کہ چوہدری صاحب آج ہم گھوڑے پر سیر کریں گے۔ شام کو گھوڑا تیار کر کے پہنچا دیا گیا۔ حضرت باباجی بھی وہاں موجود تھے۔ حضور جب گھوڑے پہ سوار ہونے لگے تو آپ نے پاؤں رکاب میں نہ ڈالا بلکہ کاٹھی کو پکڑ کر سوار ہونے لگے تو حضرت باباجی نے عرض کی کہ حضور آپ نے پاؤں رکاب میں نہیں ڈالا۔ حضرت ابّا جان نے فرمایا کہ میں نے پاؤں رکاب میں کبھی نہیں ڈالا میں تو کاٹھی پکڑ کر سوار ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اتنے میں حضرت باباجی نے بلند آواز میں دعائیں پڑھنی شروع کر دیں۔ آپ کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ کو کچھ گھبراہٹ ہے۔ حضرت ابّا جان حضرت باباجی سے مخاطب ہوئے تو آپ نے نگاہ اُٹھا کر حضور کی طرف دیکھا اور بہت بلند آواز میں کئی بار الحمدللہ الحمدللہ پڑھا اور حضرت فضلِ عمر سے عرض کی کہ حضور کے گھوڑے پہ سفید ساٹن ہے بہت احتیاط لازم ہے۔

مزاج شناسی کا خصوصی وصف

حضرت باباجی حضور کے مزاج اور طبیعت کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔ جب حضرت ابّا جان علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے تو حضرت باباجی سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک روز لندن میں دوپہر کے کھانے پر حضرت ابّا جان نے حضرت باباجی سے فرمایا چوہدری صاحب بیماری کی وجہ سے میں بھاری کپڑے استعمال نہیں کر سکتا آپ جمیل کو ساتھ لے جائیں اور میرے لئے ایک ہلکا سویٹر اور ایک ہلکا اوور کوٹ خرید لائیں۔ حضرت باباجی نے عرض کی "حضور! ایک بات کہنے کی اجازت چاہتا ہوں"۔ حضرت ابّا جان نے فرمایا "جی چوہدری صاحب کہیے"۔ حضرت باباجی نے اپنا سویٹر اُتارا اور عرض کی کہ حضور یہ سویٹر بہت ہلکا ہے آپ پسند فرمائیں تو اسے استعمال کریں۔ حضرت ابّا جان نے فوراً سویٹر پہن لیا۔ فرمایا چوہدری صاحب یہ تو بہت آرام دہ سویٹر ہے۔ جب حضور نے سویٹر پہن لیا تو حضرت باباجی کے چہرے کی خوشی الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی انہوں نے عرض کیا حضور! یہ سویٹر جب آپ نے کسی کو دینا ہو تو مجھے واپس دے دیجئے۔ حضرت ابّا جان نے فرمایا چوہدری صاحب بہت اچھا (غالباً ابّا جان نے استعمال کے بعد حضرت باباجی کو ہی دیا)۔ پھر میں حضرت باباجی کے ساتھ اوور کوٹ خریدنے کی غرض سے بازار چلی گئی۔ بہت تلاش کے بعد ایک جگہ سے حضور کی حسبِ خواہش اوور کوٹ مل گیا لیکن اس کی قیمت بہت زیادہ تھی اور باباجی اس قیمت پر لینے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا "اِس قیمت پر حضرت صاحب یہ کوٹ کبھی استعمال نہیں کریں گے"۔ مگر میرے بہت اصرار پر حضرت باباجی نے کوٹ خرید لیا اور مجھ سے فرمانے لگے کہ قیمت کے بارے میں آپ خود حضور کو جواب دہ ہوں گی۔ جب اوور کوٹ حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے اس کی عمدگی اور ہلکے پن پر خوشنودی کا اظہار کیا اور پھر باباجی سے اسکی قیمت کے بارے میں پوچھا تو حضرت باباجی نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ جواب دیں۔ جب میں نے کوٹ کی قیمت بتائی تو حضور بہت ناراض ہوئے اور حضرت باباجی سے فرمایا "چوہدری صاحب آپ یہ کوٹ اتار لیں میں اسے استعمال نہیں کروں گا اِس رقم میں ایک یتیم بچّے کی تعلیم یا ایک بیوہ کے گھر کا خرچ چل سکتا ہے"۔ آپ کی صحت کی وجہ سے مجھے خیال تھا کہ آپ بوجھل چیز استعمال نہیں کر سکتے میں نے حضرت ابّا جان سے کہا کہ آپ یہ واپس نہ کریں۔ آپ نے بڑے غصّہ میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا کہ میں نے اِتنا قیمتی کوٹ استعمال کیا۔ حضرت باباجی کے چہرے پہ جب میری نگاہ پڑی تو میں نے محسوس کیا کہ حضرت باباجی حضرت ابّا جان کی ناراضگی کی وجہ سے بہت تکلیف

محسوس کر رہے ہیں۔ اس پر میں نے بہت اصرار سے یہ اوور کوٹ حضور کو پہنا دیا اور یہ عرض کی کہ ابّا جان آپکو تندرستی حاصل ہو گی تو انشاء اللہ بہت سے یتیم تعلیم حاصل کریں گے اور بیواؤں کے گھر چلتے رہیں گے چنانچہ آپ وہ اوور کوٹ اپنے استعمال میں لے آئے اور وہی اوور کوٹ میرے ایک خواب کی بناء پر میرے کندھوں پہ ڈالا (الحمدللہ) یہی اوور کوٹ قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء کے دَوران استعمال فرمایا۔

میانہ روی اور فضول خرچی میں حدِّ فاصل

یورپ کے سفر کے دَوران جب حضرت باباجی نے دیکھا کہ میں حضرت ابّا جان سے کسی چیز کے لینے کی خواہش کرتی ہوں تو اس بات کو ناپسند فرماتے۔ ایک دکان پر ایک ہینڈ بیگ مجھے بہت پسند آیا میں نے حضرت ابّا جان سے اسے خریدنے کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے بہت پسند ہے لے دیں حضور نے فرمایا کہ لے لو۔ آپ جب جیب سے رقم نکالنے لگے تو حضرت باباجی نے فرمایا حضور یہ ہینڈ بیگ بہت قیمتی ہے جمیل نہیں لے گی۔ ایک طرف میرا شوق اور دوسری طرف حضرت باباجی کا روکنا۔ کچھ دیر تو حضور کھڑے رہے پھر فرمایا چوہدری صاحب اِس قیمت پر لینا پسند نہیں کرتے میری طرف سے تو اجازت ہے لیکن تم ان کی خواہش کا احترام کرو اور اسے مت خریدو۔ مجھے نہ لینے کا افسوس تو بہت ہؤا مگر میرے پیارے حضرت ابّا جان کا حکم تھا کہ تم چوہدری صاحب کی خواہش کا احترام کرو۔ بے انتہا پیار کرنے والے باپ نے اپنی بیٹی کی خواہش کا تو احساس نہ کیا لیکن چوہدری صاحب کی مرضی کو مقدّم رکھا۔ اپنے پیارے ظفر کے لئے کس قدر پیار اور احترام آپ کے دل میں تھا۔ میری دلی دُعا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اِس جہان میں ان کی دوستی، پیار و محبت و شفقت اور اعتماد کو قائم رکھا اگلے جہان میں بھی دونوں ایک ساتھ ہوں۔

اِس واقعہ کے چند روز بعد حضرت باباجی اولاد کی بہتر تربیت اور سادگی پر گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ کُرسی سے اُٹھے الماری سے اپنا ایک سُوٹ نکالا اور مجھے فرمایا یہ دیکھو یہ وہ سُوٹ میں نے ۱۹۳۶ء میں بنوائے تھے اس پر میں نے کہا باباجی یہ سُوٹ تو عمر میں مجھ سے بھی ایک سال بڑا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نیا سُوٹ کیوں نہیں لے لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کے پاس صرف ضرورت کی چیزیں ہونی چاہئیں فالتو اشیاء فضول خرچی میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ بھی اسے پسند نہیں فرماتا۔

نہایت پیاری اور قابلِ رشک دوستی

لندن میں حضرت ابّا جان نے کئی بار فرمایا کہ کریلے گوشت کھانے کو جی چاہتا ہے۔ برادرم مکرم عبداللطیف خان مرحوم جو سفر میں حضور کے ہمراہ تھے بہت کوشش کے بعد کریلوں کا ایک ڈبہ لے آئے۔ اُسی روز میں نے کریلے گوشت تیار کئے۔ جب کھانا میز پر چُنا گیا تو اس کی اطلاع حضرت ابّا جان اور حضرت باباجی کو دی گئی، آپ دونوں تشریف لے آئے۔ جب کھانا شروع ہؤا تو حضور نے پہلا نوالہ لے کر کھانا چھوڑ دیا۔ حضرت باباجی نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آج کریلے گوشت ہیں آپ نے کھانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ حضور نے حضرت باباجی سے فرمایا پہلا نوالہ لینے پر مجھے یوں محسوس ہؤا کہ اس کو تیار کرنے میں میری مریم (اُمِّ طاہر حضرت مریم بیگم صاحبہ) کے ہاتھ لگے ہیں کریلوں کا مزہ بالکل انہی ہاتھوں کا ہے۔

جب مجھے یہ باتیں یاد آتی ہیں تو میں سوچتی ہوں کہ حضرت ابّا جان ہر قسم کی باتیں حضرت باباجی سے کرتے

تھے۔ اپنے گھر کی باتیں بھی آپ سے کہہ دیتے۔ حضرت ابّا جان کو حضرت باباجی پر بھرپور اعتماد تھا۔ اپنے دل کی تمام باتیں آپ سے کہہ دیتے۔ بہت ہی پیاری اور قابلِ رشک دوستی تھی آقا اور درویش مرید کے درمیان۔ پھر حضور زیورچ تشریف لے گئے۔

وقت کی پابندی کا ایک سبق

حضرت باباجی نے بعد میں آنا تھا۔ جب ان کے آنے کا وقت قریب آیا تو حضرت ابّا جان نے مجھے بلا کر فرمایا کہ چوہدری صاحب پہنچ رہے ہیں کمرے کی چابی لے جاؤ اور اس کو درست کرو۔ میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک یا دو منٹ بعد حضرت باباجی تشریف لے آئے۔ سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ آپ کیا کر رہی ہیں میں نے عرض کی کہ حضرت ابّا جان نے فرمایا تھا کہ کمرہ درست کرو اور چیک کرو کہ ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ حضرت باباجی نے میرا یہ جواب سُنکر فرمایا کہ میں تو پہنچ گیا ہوں اور آپ اب کمرہ درست کر رہی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کمرہ تو تیار ہی تھا صرف حضرت ابّا جان کے حکم کے مطابق آئی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کام وقت پہ ہونے چاہئیں۔ حضرت باباجی کی بات سے مجھے یہ احساس ہوُا کہ یہ وقت کی پابندی کا ایک سبق ہے۔ میں نے اوپر جا کر حضرت ابّا جان کی خدمت میں عرض کی کہ کمرہ تو صاف تھا آپ نے مجھے بھجوا دیا۔ مگر حضرت باباجی نے مجھے یہ فرمایا ہے۔ مجھے باباجی کا یہ کہنا کچھ بُرا بھی محسوس ہوُا جس کا اظہار میں نے حضرت ابّا جان سے کیا۔ حضرت ابّا جان نے فرمایا کہ تمہیں محسوس نہیں کرنا چاہیئے جیسا میں تمہارا باپ ہوں ویسا ہی وہ بھی تمہارے والد ہیں۔

رضاعی رشتہ کی اور زیادہ قریبی رشتہ میں تبدیلی

میری بیٹی عزیزہ سعدیہ کا رشتہ حضرت باباجی کے بڑے نواسے عزیزم محمد فضل سلمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوُا۔ اس کی وجہ زیادہ تر حضرت ابّا جان اور حضرت باباجی کا باہمی پیار و محبت اور دوستی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے رضاعی رشتہ کو اپنے فضل سے اَور زیادہ قریبی رشتہ میں تبدیل کر دیا۔ الحمدللہ آپ دونوں کے پیار و محبت کو اللہ تعالیٰ نے بھی قبول فرمایا اور حضرت باباجی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہشتی مقبرہ میں بھی اپنے پیارے کے قدموں میں جگہ عطا فرمائی۔ الحمدللہ

دعاؤں کا مستحق خوش نصیب

ایک جلسہ کے دنوں میں ہمارے ہاں مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ جلسہ کے دَوران ظہر کے وقفے میں جب مہمان کھانا کھانے آئے تو ان میں سے ایک نے کہا بی بی مبارک ہو میں نے خیر مبارک کہنے کے بعد ان سے پوچھا بات بھی تو بتائیں اس پر انہوں نے کہا آج حضرت باباجی اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر سٹیج سے اُترے تو ایک نوجوان حضرت باباجی کی خدمت میں حاضر ہوُا اور چند مشکلات کا ذکر کر کے اپنے لئے خصوصی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اس نوجوان سے اس کا نام پوچھا اور کہا انشاء اللہ دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مشکلات دُور فرمائے۔ میں الفضل میں دعا کی درخواستیں پڑھتا ہوں مگر ہر ایک کا نام لے کر دعا کرنا مشکل ہے اِس لئے میں مجموعی طور پر سب کے لئے دعا کرتا ہوں اس میں آپ کو بھی یاد رکھوں گا۔ پھر آپ ایک قدم آگے بڑھے اور فرمایا ہاں ایک انسان ایسا ہے جس کا نام لے کر اس کو اور اس کے بچّوں کو ہمیشہ ہر نماز اور ہر سجدہ میں یاد رکھتا ہوں۔ جب باباجی نے یہ کہا تو جو مہمان آپ کے ہمراہ تھا اس نے آگے بڑھ کر حضرت باباجی سے پوچھا وہ کون خوش نصیب ہے۔ آپ نے فرمایا امۃ الجمیل اور ان کے بچّے۔ اس مہمان نے مجھے آکر کہا کہ میں نے حضرت باباجی سے یہ سوال اِس لئے پوچھا کہ مجھے یقین تھا کہ وہ خوش نصیب میں ہوں گا لیکن حضرت باباجی کی زبان سے آپ کا اور آپ کے بچّوں کا نام نکلا۔

اصول پسندی کی انتہا

دس بارہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت باباجی جلسہ کے لئے ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ میرے گھر بھی تشریف لائے بیٹھنے کے کمرے میں سلام دعا اور خیریت معلوم کرنے کے بعد میں آپ کی اجازت سے کافی لینے کے لئے باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ بھی باہر تشریف لے آئے تو میں نے عرض کی کہ باباجی کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بی بی بیٹھنے کے بعد میری نظر بورڈ پہ پڑی جس پر لکھا ہوُا تھا "ضروری التماس: جُوتے اتار کر تشریف لائیں"۔ یہ بورڈ ہماری گیلری میں پڑا ہوتا تھا۔ میں نے عرض کی کہ باباجی یہ آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو مٹی والے جُوتے لے کر کمروں میں آجاتے ہیں آپ تو گاڑی پہ تشریف لائے ہیں۔ میرے اصرار کے باوجود آپ نے جُوتے اتار دیئے اور فرمایا اصول سب کے لئے ایک ہونا چاہیئے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو جُوتے پہنتے ہوئے تکلیف ہوگی مگر آپ نے یہ بات پسند نہ فرمائی اور جُوتے اُتار کر کمرے میں تشریف لائے۔ آپ کے اس عمل سے میری طبیعت پر بڑا بوجھ محسوس ہوُا مگر آپ نے پسند نہ فرمایا کہ آپ اپنے اور کسی دوسرے فرد میں کسی قسم کا فرق رکھیں۔ آپ تمام بنی نوع انسان کو برابر سمجھتے تھے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو زندگی میں اِس قدر درجاتِ عالیہ عطا فرمائے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کے گھر ایک تختی پہ لکھے ہوئے اصول کے خلاف عمل کرنا پسند نہ فرمایا۔

> حضرت مصلح موعود نے چوہدری صاحب کے متعلق فرمایا کہ ان سے "مجھے تین وجہ سے محبت ہے۔ ایک تو ان کے والد کی وجہ سے جو نہایت مخلص احمدی تھے..... دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں ذاتی طور پر بھی اخلاص ہے اور آثار و قرائن سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر ہر وقت قربانی کے لئے تیار رکھتے ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انہیں علم عقل اور ہوشیاری دی ہے اور وہ اَور زیادہ ترقی کرنے کی قابلیّت رکھتے ہیں۔"

ایک خواہش اور اس کی پذیرائی

جب آپ نومبر کے وسط میں پاکستان تشریف لاتے تو آپ کا قیام ہمارے گھر کی پچھلی کوٹھی میں ہوتا۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور دعا کی درخواست کرتی اور جب مارچ میں آپ کی واپسی ہوتی تو پھر ایک بار اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا وقت عطا فرماتا ۱۹۸۲ء میں میں نے آپ سے ملاقات کے لئے فون پر وقت دینے کی درخواست کی تو آپ نے شام پونے چار بجے ملاقات کا وقت دیا۔ میں اپنی بڑی بیٹی عزیزہ یاسمین کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

ہم دونوں وقتِ مقررہ پہ پہنچیں۔ سلام کے بعد دعا کی درخواست کی۔ جی میں کچھ باتیں تھیں جو عرض کیں۔ تین منٹ کے بعد واپسی کی اجازت چاہی۔ فرمایا "نہیں آپ بیٹھیے، ایک پیالی کافی میرے ساتھ پیجیے"۔ میں نے عرض کی کہ باباجی چائے تو میں پی کر آئی ہوں۔ آپ میرے جواب پر مسکرائے اور فرمایا میرے ساتھ نہیں؟ پھر میں نے عرض کی باباجی نہیں مجھے آپ کے ساتھ پی کر زیادہ خوشی ہوتی مگر اس وقت طبیعت نہیں چاہ رہی۔

مجھے ان کے معمور الاوقات ہونے کا پورا احساس

تھا۔ مَیں نے پھر واپسی کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا نہیں اَور بیٹھیئے۔ کافی دیر آپ نے گفتگو فرمائی۔ اِس دَوران آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کی باتیں کرتے رہے اور اولاد کی تربیت کے بارے میں بہت کچھ فرمایا۔ مَیں نے وقت دیکھا تو کوئی آدھ یا پَون گھنٹہ گزر چکا تھا مَیں نے آپ سے پھر اجازت چاہی اور عرض کی کہ مجھے آپ کے قیمتی وقت کا بہت احساس ہے اب جانے کی اجازت فرمائیں۔ حضرت باباجی کھڑے ہو گئے ان کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ مَیں نے حضرت باباجی کی خدمت میں عرض کی کہ باباجی مَیں نے کبھی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا اگر اجازت ہو تو کروں۔ آپ نے فوراً فرمایا کہیئے۔ مَیں نے عرض کی دعا تو آپ ہمیشہ ہی ہمارے لئے کرتے ہیں لیکن میری ہمیشہ بڑی خواہش رہی کہ آپ میرے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیریں اِس لئے کہ آپ کے ہاتھ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کے ہاتھوں میں بہت دفعہ گئے ہوں گے اس پر حضرت باباجی نے میری بیٹی یاسمین کو اپنے سینے سے لگایا اس کے سر پر پیار دیا اور کافی دیر تک ساتھ لگائے رکھا۔ مَیں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے یعنی یہ کہ آپ ساتھ ہی دعا بھی کر رہے تھے پھر آپ نے میرے سر اور ماتھے پہ پیار کیا۔ میرے دونوں ہاتھ کافی دیر تک اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے اور اس دَوران مسلسل دعا کرتے رہے۔

دروازے پر پہنچ کر حضرت باباجی نے خود دروازہ کھولنا چاہا مَیں نے عرض کی کہ باباجی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ میرے لئے دروازہ کھولیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو علم نہیں کہ آپ کس کی پوتی اور کس کی صاحبزادی ہیں۔ میرے اصرار کے باوجود آپ نے دروازہ خود کھولا اور بڑے پیار سے رخصت کیا۔ جب کار مُڑنے لگی تو مَیں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا حضرت باباجی اُسی جگہ پر کھڑے تھے جہاں سے اپنی بیٹی کو رخصت کیا تھا۔

مُول سے بیاج پیارا

ایک دفعہ شام کے وقت مَیں کوٹھی گئی ہوئی تھی واپسی پر امۃ الحی میری بیٹی عزیزہ سعدیہ کو حضرت باباجی سے ملوانے کے لئے لے گئی۔ مَیں عزیزہ عائشہ سے جو آپ کی نواسی ہیں باتیں کر رہی تھی۔ جب سعدیہ واپس آئی تو مَیں نے عزیزہ عائشہ سے کہا کہ ابّا کو سلام اور پیار کہنا اور کہنا کہ خالہ نے کہا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کی بہو کو تو ملے اور اپنی بیٹی کو نہیں بلایا۔ عزیزہ عائشہ نے اپنی امّی کو پیغام دیا کہ خالہ جاتے ہوئے ابّا کو یہ پیغام دے گئی ہیں۔ امۃ الحی نے ابّا کو یہ بات بتائی۔ اس پر آپ نے فرمایا جمیل سے کہنا "مُول نالوں بیاج پیارا"۔ امۃ الحی نے کہا جمیل تو دارالذکر چلی گئیں۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ پیغام فون پر دے دو۔ امۃ الحی نے بتایا کہ فون دفتر میں ہوتا ہے، اِس وقت دفتر بند ہے۔ اِس پر عزیزہ عائشہ کو ابّا کا پیغام دے کر دارالذکر بھیجا۔ عزیزہ عائشہ سے پیغام سُن کر مَیں نے کہا کہ ابّا سے کہنا کہ مَیں آپ کے ایک پیارے کا مُول اور ایک پیارے کا بیاج ہوں۔ جب ان کو میرا پیغام پہنچا تو اگلے روز مجھے بلوایا اور اپنے پاس بیٹھنے کا موقع دیا۔ الحمد للہ۔

آخری علالت

آپ جب لندن سے مستقل پاکستان تشریف لائے تو میری بہن نے فون پر آپ کی آمد کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ آپ بہت کمزور نظر آتے ہیں۔ چند روز بعد مَیں آپ سے ملنے کے لئے گئی۔ مَیں نے آپ کو دیکھا تو میری طبیعت پر آپ کی کمزوری صحت کا بڑا اثر پڑا۔ بعد میں مَیں اکثر ربوہ سے فون پر آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کرتی رہی۔

اللہ تعالیٰ نے آخری بیماری کے دَوران تین راتیں حضرت باباجی کے پاس رہنے کا موقع عطا فرمایا۔ ابّا کے پاس مَیں اور امۃ الحی رات دن بیٹھتے تھے، جب ہم دونوں

کافی رات کے بعد کمرے میں سونے کے لئے جاتے تو نصیب اللہ کمرے میں ابّا کے پاس آ جاتے۔ مَیں اپنے بستر سے بار بار اُٹھ کر جاتی اور ابّا کو دیکھتی یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا۔ حضرت باباجی جب آرام فرماتے تو سانس بہت آہستہ لیتے تھے کبھی یہ احساس نہ ہُوا کہ کوئی سو رہا ہے اِس وجہ سے مَیں کئی بار یہ دیکھنے کے لئے کہ سانس ٹھیک آ رہا ہے اپنا ہاتھ آپ کی ناک کے قریب کر کے سانس محسوس کرتی۔

میری طبیعت بہت زیادہ حسّاس ہو چکی تھی کیونکہ مَیں اپنے پیارے ابّا کا دُکھ دیکھ چکی تھی اور بار بار یہی دعا کرتی رہی کہ الٰہی میری بہن کو اس غم سے دُور رکھیو۔ یہ وقت تو ہر انسان پر آتا ہے لیکن کوئی انسان اپنے پیارے کے لئے کبھی یہ نہیں چاہتا۔

مجھے جتنی بھی دعائیں یاد تھیں وہ تمام پڑھ کر میں بار بار آپ پر پھُونکتی اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا، گڑگڑا کر یہ دعا کرتی اے اللہ تعالیٰ ان کی زندگی اور صحت میں برکت عطا فرما یہ تو حضرت اقدس کے رفقاء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتی کہ اے اللہ تعالیٰ ان کو اور حضرت اقدس کے رفقاء کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائیو تاکہ یہ مکرم ہستیاں صد سالہ احمدیہ جوبلی کی رونقوں میں مزید رونق و رعنائی پیدا کریں اور یہ ہستیاں امام جماعت کے دائیں بائیں بیٹھ کر حضرت بانیٔ سلسلہ کے پیارے واقعات اپنی زبانِ مبارک سے بیان فرمائیں۔ حضور کی خدمت میں بھی اپنی خواہش کے لئے دعا کی درخواست کی۔

مَیں نے آپ کی تمام بیماری کے دَوران صرف اور صرف ایک بات سُنی اور وہ یہی کہ "نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ "مجھے نماز پڑھا دو"

ہمیشہ باجماعت نماز پڑھنی پسند فرمائی۔ میرے دیکھنے میں یہ بات بھی آئی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ ہمیشہ باوضو رہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے گھر میں نماز باجماعت کا نہایت مناسب انتظام تھا۔

اعترافِ حقیقت

(مُرسلہ مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر)

"مجلسِ اقوامِ متحدہ میں مصری نمائندہ نے بیان دیتے ہوئے اُن اہم قابلِ فخر امور کا ذکر کیا جس پر سارا مشرق فخر کرتا ہے جس کے متعلق یو۔ این۔ او کے ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیرِ خارجہ نے اہم رول ادا کیا۔ آپ نے شہیدِ فلسطین کے موضوع پر تین گھنٹے متواتر لیکچر دیا۔ اس دَوران آپ نے پانی کا ایک گھونٹ نہ پیا اور ایک لحظہ کے لئے بھی آپ نے خاموشی اختیار نہیں کی اور اس خطاب میں آپ نے اپنی قوّتِ ایمانی کو جو دینِ ..... اور عربی وطن کے متعلق ہے ثابت کیا۔ اِس خطاب کے وقت آپ خود روئے دوسروں کو رُلایا اور معنوی لحاظ سے اُن کلمات میں ایک قوّت تھی اور دنیا دی لحاظ سے اُن میں سنجیدگی تھی اور اس موقع پر سب لوگوں نے اِس امر کی گواہی دی کہ آپ ایک عظیم شخصیت ہیں۔ کریمانہ اخلاق کے حامل ..... ہیں مخلص محبِّ وطن ہیں۔ مدبّر سیاستدان ہیں اور آپ کو انگریزی زبان پر اہلِ لغت کی طرح عبور کامل ہے اور آپ یگانہ روزگار علماء میں سے ہیں۔ اِس عظیم قانونی شخصیت نے کہا کہ ظفر اللہ خان ایک باوقار شخصیت کے حامل ہیں گھنی داڑھی والے۔ آپ کو اُس وقت انتہائی خوشی حاصل ہوئی جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا جبکہ عرب حکومتوں اور اُس کے حامیوں کو مجلسِ اقوامِ متحدہ کے قضیہ لیبیا میں کامیابی حاصل ہوئی"۔

(اُلاہرام قاہرہ ۲۷ جون ۵۲ء)

میں بیان نہیں کر سکتی کہ انکی مسکراہٹ کتنی دلکش ہوتی تھی

باپ بیٹی کے پیار میں گندھے ہوئے تعلقات کی دلگداز داستان

محترمہ امۃ الحی صاحبہ بنت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا

خصوصی انٹرویو

● **سوال:** آپ نے بحیثیت باپ حضرت چوہدری صاحب کو کیسا پایا؟

● **جواب:** خدا تعالیٰ نے گیارہ سال کی عمر میں میرے پیارے ابا کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زیارت کی سعادت عطا کی اور یوں احمدیت کے ساتھ ایک معصوم بچے کے والہانہ عشق کا آغاز ہؤا اور ایک ایسی زندگی شروع ہوئی جس کا عنوان یہ عہد تھا کہ میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا۔ مجھ سے یا بچوں میں سے کسی سے تقریباً روز خواہ کتنا ہی مصروف دن کیوں نہ گذرا ہو فرمایا کرتے تھے "دیکھو ہوتا بس وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے انسان کی کوئی حقیقت نہیں" اور پھر کوئی واقعہ سُنا دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "زندگی ایک تیز دھار تلوار کی مانند ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے اگر چاہے تو آسان بنا دے ہر حالت میں رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیئے اور تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیئے۔ دعاؤں میں ہر وقت لگے رہنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیئے جیسے جیسے اپنے خدا کو دیکھو گے سارے معاملے خدا خود ہی سلجھاتا چلا جائیگا۔ یہ بہت فرماتے تھے، بچوں سے، کہ دیکھو اپنی سوچ کو غلط طرف نہ جانے دو۔ غلط سوچ کو فوراً وہیں کچل دو۔ اگر ایسا ہو جائے تو سمجھو آدھا عمل تو ہو چکا۔ سارے دن میں انہیں آدھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ ہی صرف اپنے لئے ملتا۔ تو خواہ کسی بھی موضوع پر بات ہو رہی ہوتی آخر دین ہی دُنیا پر غالب آتا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے اِس عاجز درویش بندے کو دین اور دُنیا کی بہترین نعمتوں سے نوازا، عشقِ الٰہی میں فنا ہونا سکھلایا تو پھر ذرا سوچیئے کہ جب ایسا شخص اپنی اولاد سے محض اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر محبت کرے تو وہ کیسی عجیب محبت ہوگی۔ بخدا ایک پیار کی نظر ایک چھوٹا سا پیار کا فقرہ یا ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہی دیوانہ بنا دینے کے لئے کافی ہوتی تھی اور میں دل ہی دل میں درود پڑھتی رہتی تھی۔

● **س:** حضرت چوہدری صاحب کی بیماری کے آخری ایام کے متعلق کچھ بتائیں؟

● **ج:** آخری بیماری میں ایک دن مجھ سے بڑی

سنجیدگی سے مگر بہت ہی پیار سے باتیں کر رہے تھے۔ میرے مُنہ سے بے اختیار نکل گیا "اے کاش میرے دل کا یہ حال نہ ہوتا آپ کے بغیر جینا مشکل ہو جائے گا۔" فوراً بولے:

"DARLING! COMPLETE YOUR STATEMENT."

مَیں نے فوراً توبہ اور استغفار کیا اور کہا "اللہ میرے لئے کافی ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا دوست ہے۔ مَیں ذرّہ حقیر اور اسکے اتنے بے شمار فضل مجھ پر۔ میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" آپ نے فوراً فرمایا:

"I KNEW BY THE GRACE AND MERCY OF ALLAH."

ایک مہینہ اور دس دن کی اِس آخری بیماری میں پہلے پانچ دن تو آپ مکمل بیہوش رہے پھر جب ہوش میں آئے تو غالباً ظہر کا وقت تھا۔ محمد میاں سلّمہٗ کو آواز دی۔ محمد میاں سلّمہٗ پاس ہی تھے کہا "جی ابّا السّلام علیکم آپ کی کیسی طبیعت ہے؟" فرمایا "کیا وقت ہے؟" محمد میاں سلّمہٗ نے وقت بتلایا تو فرمایا مجھے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھا دو۔ اِس دَوران میں ہم سب اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے چنانچہ عزیزم محمد میاں سلّمہٗ نے انہیں نمازیں پڑھا دیں۔

یہ محض خدا تعالیٰ نے آسمان سے صبر اُتارا تھا ورنہ ان کی گرتی ہوئی صحت بلکہ ٹمٹماتی ہوئی زندگی نے ان کے کمرے کا جو ماحول بنا رکھا تھا اس کو برداشت کرنا میرے لئے ناممکن ہو رہا تھا۔

پھر اُس دن کے بعد عجیب دَور شروع ہُوا۔ میرے ابّا کے وصال سے کوئی سات آٹھ گھنٹے قبل ہر روز کئی کئی دفعہ انہیں مکمل ہوش آجاتا تھا۔ وہ گرمیٔ عشقِ الٰہی سے پگھل رہے ہوتے تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی مسلسل برسات جاری ہوتی تھی۔ مَیں تقریباً ہر وقت اُن کے چہرے یا پَیروں کے پاس ہوتی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو وہ دیکھ رہے ہیں وہ مَیں بھی دیکھ رہی ہوں لیکن ایسا تو نہیں تھا سوائے ایک دفعہ کے۔ یہ لکھواتے ہوئے بھی میری جان پگھل رہی ہے۔ مَیں بیان نہیں کر سکتی اُن کی ایک مسکراہٹ کو کہ وہ کیسی دلکش تھی جب انہوں نے سامنے دیکھتے ہوئے فرمایا "تو چلئے" پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا "انہیں بٹھاؤ میری تیاری مکمل ہے۔" مَیں نے کہا "جی" پھر بے اختیار میرے آنسو جاری ہو گئے۔ بے شمار دفعہ فرماتے تھے محمد میاں سلّمہٗ سے کہو کہ حضور سے اجازت لے کر میرے پاس چلے آئیں۔ محمد میاں سلّمہٗ جو پاس ہی ہوتے تھے کہتے "ابّا مَیں آپ کے پاس ہی ہوں دیکھیں میری طرف میں یہ رہا۔ مصطفےٰ میاں سلّمہٗ اور عائشہ بیگم سلّمہا کو بھی بہت پیار کرتے اور پھر حد درجہ شفقت سے اُن سے باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ پھر بے ہوشی شروع ہو جاتی۔ ایک دن فرمایا محمد میاں سلّمہٗ کی سعدیہ کہاں ہے؟ مَیں نے عرض کیا ابّا محمد میاں کی دلہن تو اکثر وقت آپ کے پاس ہی رہتی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت خدمت کرنے کی اُسے توفیق مل رہی ہے اس کے لئے دعا کریں آپ پڑنانا بننے والے ہیں۔ فوراً جواب دیا:

YES I KNOW اللہ فضل فرمائے

تقریباً ہر روز ابراہیم میاں سلّمہٗ کو بلواتے تھے بہت

> **اُن کی پیار کی ایک نظر یا ہلکی سی مُسکراہٹ دیوانہ بنا دینے کے لئے کافی ہوتی تھی۔**

پیار کی باتیں اس سے کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ اس سے کہا کرتے تھے کہ تم میرے لئے دعا کیا کرو کیونکہ مجھے تمہارے لئے بہت بہت دعائیں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ آخری دس دن تو ابراہیم سلّمہٗ سارے دن کے لئے اُن کے کمرے میں اُن کے پلنگ پر ہی رہے۔ مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب بھی اکثر وقت ہم سب کے ساتھ ہی رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت عظیم خدمت کا موقع عطا فرمایا اور وہ گویا ابّا کی اولاد ہی میں شامل ہو گئے۔ میرے ابّا اُن کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین احمدیت سے ڈاکٹر صاحب کو بڑی محبت ہے اور ماشاءاللہ وہ اپنے علم میں بھی کمال مہارت رکھتے ہیں۔

اپنی آخری بیماری میں جب پانچ دن کی متواتر بیہوشی کے بعد ابّا کو ہوش آیا تو اُسی دن کی بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے السّلام علیکم کہا اور طبیعت پوچھی۔ ابّا نے ہاتھ آگے بڑھایا اور مصافحہ کیا اور فرمایا "آپ نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ جزاك الله احسن الجزاء فی امان الله" مَیں محترم ڈاکٹر صاحب کی محبّت بھری بے لَوث خدمت کی وجہ سے اُن کو اپنی عاجزانہ اور دردمندانہ دعاؤں میں بفضلہٖ تعالیٰ کبھی نہیں بھولتی آگے بھی اللہ تعالیٰ اِسی طرح توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ میرے ابّا کا کلمہ طیّبہ کا بیج جو اُن کے پُر نور سینہ پر رات دن لگا رہتا تھا (اور میری بے شمار یادیں اس سے وابستہ ہیں) وہ مَیں نے ڈاکٹر صاحب کو ابّا کی وفات سے قریباً ایک ماہ بعد دے دیا تھا۔ یہ عظیم تبرّک مَیں اپنے لئے رکھنا چاہتی تھی مگر دراصل وہ ڈاکٹر وسیم احمد صاحب کے لئے مقدّر تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مبارک کرے۔ آمین

مرض الموت کے آخری ہفتہ میں آپ بہت ہی سنجیدہ ہو گئے اور چہرے پر ایسا اثر رہنے لگ گیا کہ اگر بیہوش بھی ہوتے تھے تو کچھ کہنے سے پہلے یا کوئی دوا دینے سے پہلے ہم لوگوں کو گھبراہٹ ہوتی تھی کہ کہیں ہوش آ گیا تو طبیعت پر ناگوار نہ گذرے۔ اِس عرصہ میں جب بھی ہوش میں آئے تو صرف حضور کے بارے میں پوچھا کرتے۔ میری طرف دیکھتے رہتے مَیں انہیں بوسہ دیتی مگر وہ کچھ نہ کہتے۔ عائشہ کی عادت بھی میری طرح تھی۔ ایک دن مَیں نے عرض کی کہ مَیں ترس گئی ہوں خدا کے لئے کچھ تو کہیئے تو فرمایا

"DARLING THE CENTURY IS OVER."

پھر اشارے سے مجھے قریب کر لیا اور میرے رخسار پر پیار کیا۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ کو معلوم ہے نا کہ مَیں احمدیت کے عظیم الشان قافلہ کی ایک مُشتِ غبار بھی نہیں ہوں پھر باپ بیٹی کا ضبط کچھ دیر کے لئے ٹوٹ گیا۔

ابّا کے وصال سے چار یا پانچ دن پہلے ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت تھا مکمل بے ہوشی تھی ہم سب شدید پریشان تھے سب اُن کے پاس ہی تھے کہ انہوں نے اچانک بلند آواز سے کلمہ طیّبہ پڑھا مگر آنکھیں نہیں کھولیں وہی کیفیّت بے ہوشی کی قائم تھی مَیں نے جگانے کی کوشش کی لیکن حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ محمد میاں سلّمہٗ اور عائشہ سلّمہا نے بلڈ پریشر، بلڈ شوگر اور عملِ تنفس فوراً چیک کیا بفضلہٖ تعالیٰ سب کچھ ٹھیک تھا۔ عجیب وقت تھا مجھے گذشتہ باتیں یاد آ رہی تھیں کہ ایک دن مئی کے مہینہ میں مجھے بُلایا اور فرمایا "یا چار دن یا چار ہفتے یا

> **مئی ۱۹۸۵ء میں فرمایا:**
>
> **"یا چار دن یا چار ہفتے یا پھر چار مہینے**
>
> **اس سے زیادہ وقت اب نہیں"**

پھر چار مہینے اس سے زیادہ وقت اب نہیں۔" اور بعد میں مجھ سے بہت سی باتیں کرتے رہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتی رہی اور ان کے پیروں میں بیٹھ گئی۔ میں نے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو میرے دل میں القا کیا تھا:

"تیرے قدموں کے نیچے میری جنت ہے"

آپ دعا کر رہے تھے کرتے رہے اور اپنا دستِ شفقت میرے سر پر رکھا ہوا تھا۔

آخری لمحات

یکم ستمبر کی صبح جب اللہ جلشانہ کی منشاء پوری ہونے کا وقت قریب آ رہا تھا اُس وقت پلنگ کے بائیں طرف مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب اور محمد میاں سلمہٗ کھڑے تھے۔ پاؤں کی طرف مصطفیٰ سلمہٗ اور میری پیاری امی اور قریب ہی کمرہ میں نصیب اللہ سلمہٗ بھی کھڑے تھے اور دائیں طرف میں، عائشہ سلمہا اور محمد میاں کی دلہن اور زہرہ بیگم جو میری عزیز ترین سہیلی اور میری رشتہ دار بھی ہیں کھڑے تھے۔ ابا بالکل سامنے دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دو تیز روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔ چہرے پر نور کا یہ عالم تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے نبض دیکھنی چاہی تو محترم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب نے کہا نبض نہیں ہے۔ میں آنکھوں کو دیکھ رہی تھی کہ میرے دل میں اتنی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں ان کے مُنہ کے ساتھ اپنا مُنہ لگا کر دعائیں کر لوں تاکہ یہ سانس بھی خالی نہ جائیں بلکہ ایک ایک سانس درود اور اپنے ربّ کی کبریائی اور عظمت میں لپٹ جائے۔ میرے ربّ نے مجھے ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ابا کی سانسوں کو میں اپنے مُنہ پر محسوس کر رہی تھی۔ وہ احساس یک لخت ختم ہو گیا۔ میں نے اپنا مُنہ ہٹایا اور مکرم ڈاکٹر صاحب سے پوچھا "کیا اللہ کی رضا پوری ہو گئی ہے؟" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "جی ہو گئی ہے۔"

ہم سب نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا ع

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو

[illegible] ایک معصوم بچے کے والہانہ عشق کا انداز ہو

صاحبزادی امۃ الجمیل بیگم صاحبہ جو
حضرت فضلِ عمر کی صاحبزادی
اور حضرت اقدس مرزا طاہر احمد
صاحب امام جماعت احمدیہ کی
چھوٹی بہن ہیں اور کمترین
کی رضاعی بہن بھی ہیں انہیں ابا سے
بے پناہ محبت تھی اور
ہے جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور یہ میرے
ابا کے گھر سے ہمیشہ
کے لئے رخصت ہونے سے کوئی بیس منٹ
پہلے ان کے پاس پہنچ
گئیں ورنہ عمر بھر بے قرار رہتیں۔

● س: حضرت چوہدری صاحب نے آپ کی شادی پر آپ کو کیا نصیحت کی تھی؟

● ج: میری رخصتی والے دن میرے ابا نے مجھ سے فرمایا:۔

"دیکھو اگر کبھی تمہاری طبیعت میں کسی بات کی وجہ سے بوجھ پیدا ہو جائے تو تم مجھ سے کبھی ذکر نہ کرنا۔ مجھے کچھ نہ بتانا۔ میرے سامنے ایسے ہی ہشاش بشاش نظر آنا۔ تم تو جانتی ہو میں تمہاری تکلیف برداشت نہیں کر سکتا اور پھر ہم دونوں نے مختلف بشری پریشانیوں اور زندگی کے نشیب و فراز کے فلسفہ پر کافی باتیں کی ہوئی ہیں تم میرے خیالات جانتی ہو اور میں تمہارے خیالات سے واقف ہوں۔ ہم دونوں کا ایک ہی بات پر ایمان ہے

کہ ہر مشکل کا علاج صرف دعا ہی ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بہت سُننے والا ہے میں نے تمہارے لئے بہت دعائیں کی ہیں اور دعائیں کرنے میں مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔ ہر قسم کے حاجت مندوں کو میں نے اپنی دردمندانہ اور عاجزانہ دعاؤں میں الگ الگ تقسیم کیا ہوا ہے۔ ایک گروپ کے لئے جب دعا کر لیتا ہوں تو پھر اپنے ربّ سے عرض کرتا ہوں کہ ایک تیرا یہ بندہ جو کہ ایسا ہے، ایسا ہے اس کی ایک بیٹی ہے، لاہور چھاؤنی میں رہتی ہے نام امۃ الحی ہے ......"

● س: حضرت چوہدری صاحب آپ کے پاس جب مستقل رہائش کے لئے لاہور تشریف لائے تو کوئی خاص ہدایات اگر دی ہوں تو بیان فرمائیے؟

● ج: جی ہاں میرے سپرد دو نہایت اہم ذمہ داریاں کی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنہی کے الفاظ میں بیان کرتی ہوں:

"میرے پاس آئیے بیٹھئے۔ بہت قریب ہو کے بیٹھئے۔ دو باتیں میں آپ کے سپرد کرنے والا ہوں میں نے بہت دعا بھی کی ہے خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور آپ کو بہترین توفیق عطا فرمائے کہ آپ نہایت خوش اسلوبی سے اور وفا سے جب تک میں ہوں اپنے فرض کو نبھا سکیں آمین یا ربّ العالمین۔

پہلی بات: میری نمازوں کی ادائیگی ہے۔ اوّل وقت پر باجماعت پڑھنے کا انتظام کیجئے۔ میری جو حالت ہے وہ تو آپ دیکھ ہی رہی ہیں اِس وقت کے بعد یہ کلیتہً آپ کی ذمہ داری ہو گی کہ میری نمازیں بروقت ادا ہوں جب تک میرے ہوش سلامت رہیں نمازوں کا وقت آپ مقرر کر دیں۔

دوسری بات: میں ایک ایک دن گِن گِن کے گذارتا رہا ہوں کہ کب تمہارے پاس گھر جاؤں گا۔ الحمدللہ دیکھ لو اللہ تمہارے ابا کو لے آیا اب تم پر لازم ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گی اور جتنا ممکن ہو سکے اپنا وقت میرے پاس گذارو گی۔ اگر کبھی کسی بہت ہی ضروری کام سے باہر جانا ہو تو کم از کم تین دن پہلے مجھے اطلاع ہونی چاہیئے تاکہ میں اپنے آپ کو تمہاری جدائی کے لئے تیار کر لوں۔ مصطفیٰ میاں سلمہٗ اور عائشہ بیگم سلمہا جب کالج سے واپس آئیں تو ہوم ورک میرے کمرے میں ہی کیا کریں۔ ہم سب اکٹھے دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا کھایا کریں گے، انشاءاللہ۔ ابراہیم میاں سلمہٗ جب چاہے میرے پاس آ سکتا ہے اور جتنی دیر کے لئے وہ چاہے ٹھہر سکتا ہے۔"

گرمئ عشق سے پگھل رہے ہوتے تھے
اور آنکھوں سے آنسوؤں کی مسلسل
برسات جاری ہوتی تھی۔

میری اماں کی طرف دیکھ کر فرمایا "اگر آپ بھی اس پروگرام میں شامل ہو جاویں تو یہ مجھ پر بڑی عنایت ہو گی۔"

اس عرصہ میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق میں صرف پانچ دفعہ گھر سے باہر گئی ہوں جبکہ ایک دفعہ انہوں نے گاڑی بھیج کر مجھے واپس بُلا لیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت تسلّی بخش انتظام ہو گیا۔ نمازیں پڑھانی تو مصطفیٰ میاں سلمہٗ کے سپرد کر دیں وہ اللہ تعالیٰ کے محض خاص فضل و کرم سے ۱۴ نومبر ۱۹۸۳ء سے لے کر ۱۷ ستمبر ۱۹۸۴ء تک بڑے سنوار کر اور مستعدی سے یہ فرض ادا کرنے کی توفیق

پاتے رہے۔

میرے ابا کی صحت اتنی خراب رہنے لگ گئی کہ مصطفےٰ میاں سلمہ نے تقریباً رات اور دن علاج معالجہ کے تمام ممکنہ فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے۔

نصیب اللہ سلمہ میرے پاس ۱۹۷۴ء سے رہتے ہیں وہ میرے بچوں ہی کی طرح ہیں انہیں بھی مصطفےٰ میاں سلمہ کے ساتھ ڈیوٹی پر لگا دیا گیا۔ میرے ابا کا دیرینہ خاص ملازم محمد اسمٰعیل بھی حاضر رہتا تھا اور یہ عاجزہ بھی جتنا وقت دن کو ممکن تھا ابا کی خدمت میں رہتی۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو پھر میرا معمول بن گیا کہ ابا کے پاس سارا وقت گذارا کرتی تھی۔ نرسنگ کے بعض فرائض میں نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے وہ آخری وقت تک مَیں سرانجام دیتی رہی۔

۱۷ ستمبر ۱۹۸۴ء کو مصطفےٰ میاں سلمہ جب اپنی تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوئے تو نمازوں کی ادائیگی کے فرائض نصیب اللہ سلمہ کے سپرد کر دیئے گئے اور ادویات میرے سپرد ہوگئیں اور نرسنگ کے فرائض بھی میری اور نصیب اللہ سلمہ کی ذمہ داری ہوگئی۔ اسمٰعیل کے سپرد کھانا کھلانے کا کام رہ گیا۔ تقریباً ہر کھانے کے وقت مَیں موجود ہوتی تھی یا پھر میری امّی۔ عائشہ کے سپرد بلڈ شوگر کا ٹیسٹ اور انسولین کے ٹیکے لگانے کی ذمہ داری ہوئی۔ بلڈ شوگر کا ٹیسٹ روزانہ دو دفعہ کرنا ہوتا تھا سوائے اس کے کہ رات کو ضرورت پڑ جائے جو تقریباً روزانہ کا معمول تھا۔

نصیب اللہ سلمہ کی غیر حاضری میں عائشہ سلمہا ابا کے پاس رات کو ہوتی تھی اور نمازیں اس کے ابو پڑھا دیتے تھے۔ ابا کا کھانا امّاں اپنے سامنے تیار کرواتی تھیں۔

● س : حضرت چوہدری صاحب کے قیامِ لاہور کے دوران ان سے ملاقات کرنے کے لئے کیا طریقہ رائج تھا؟

● ج : جب لاہور گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو ملاقاتوں کی تعیین اور وقت مقرر کرنا میرے اور میرے میاں کے سپرد ہوا کرتا تھا۔ جب آپ مستقل طور پر یہاں گھر تشریف لے آئے تو طبیعت چونکہ بہت ناساز تھی اس لئے یہ انتخاب کرنا کہ کن صاحب سے ملاقات خرابیٔ صحت کے باوجود بھی ضروری تھی یہ میری ذمہ داری تھی۔ یہ بڑے مشکل فیصلے ہوا کرتے تھے۔ کسی کو انکار کرنا (خصوصاً ان لوگوں کو جن کے بارہ میں یہ شک نہیں ہوسکتا کہ کسی دنیاوی فائدہ کے لئے ملنا چاہتے ہیں بلکہ محض حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے رفیق کی ایک بار پھر زیارت کرنا چاہتے ہیں) ناممکن ہوجاتا تھا۔

> "زندگی تیز دھار تلوار کی مانند ہوتی ہے
> خدا تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے
> چاہے تو آسان بنا دے"

خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل اور کرم ہوں اور میرے ابا اپنے گھر میں اپنی عاجز اور محبت کرنے والی اولاد میں موجود ہوں اور ان کی ذاتی خدمت کرنے والوں میں اُن کی بیٹی اُن کے داماد (جو اُن کے بھتیجے بھی ہیں) اور اُن کے نواسے اور نواسی کے علاوہ متعدد ملازمین پر مشتمل سٹاف اور بعض عزیز و اقارب جو قریباً تمام دن حاضر رہا کرتے تھے سب موجود ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کی اُن عظیم مہربانیوں میں کسی باہر کے آدمی کو تکلیف دی جاتی۔ اس کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ الحمد للہ کلیتہً خود افرادِ خانہ کو یہ فرض ابا جان کی خواہش کے مطابق سرانجام دینے کی توفیق ملی۔

● س : اپنی جائداد کے بارے میں حضرت چوہدری صاحب نے آپ سے کیا فرمایا؟

● ج : مَیں ۱۹۶۳ء میں لندن تھی ایک دن ابا

جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء منعقدہ ربوہ۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب حضرت مصلح موعود کا خطاب سُننے میں محو ہیں۔
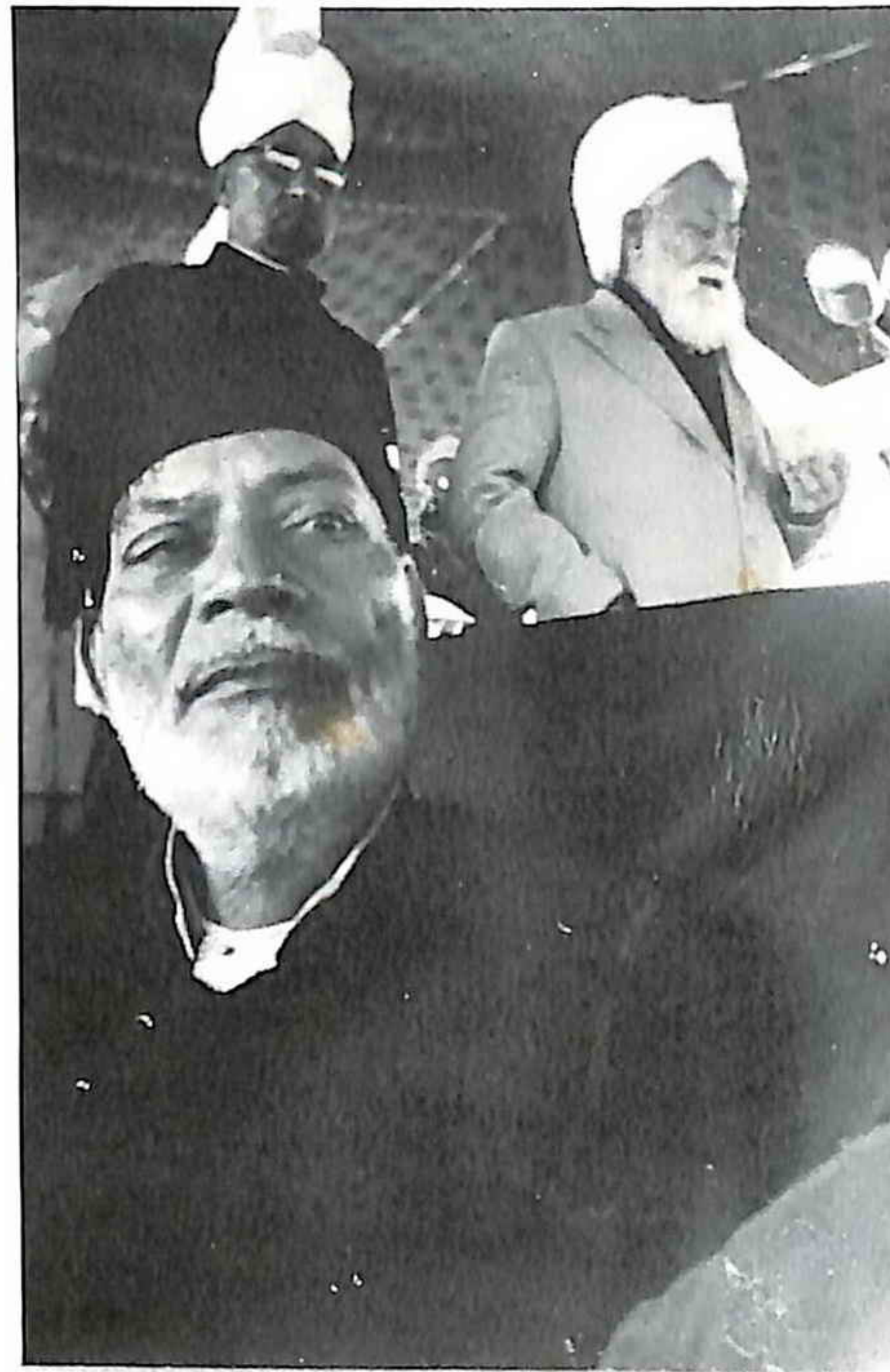
دہلی کا تاریخی جلسۂ مصلح موعود ۱۹۴۴ء

تاریخی جلسہ میں حضرت مصلح موعود کے تاریخی خطاب کا ایک منظر۔ سٹیج پر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔

سلطان البیان کی زبان ——— ظفراللہ خان

"حضرت مصلح موعود نے ایک مجمع میں ان کو میری زبان کہہ کے بھی پکارا تھا"

(روایت حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی)

(الفضل ۶ر نومبر ۱۹۲۴ء)
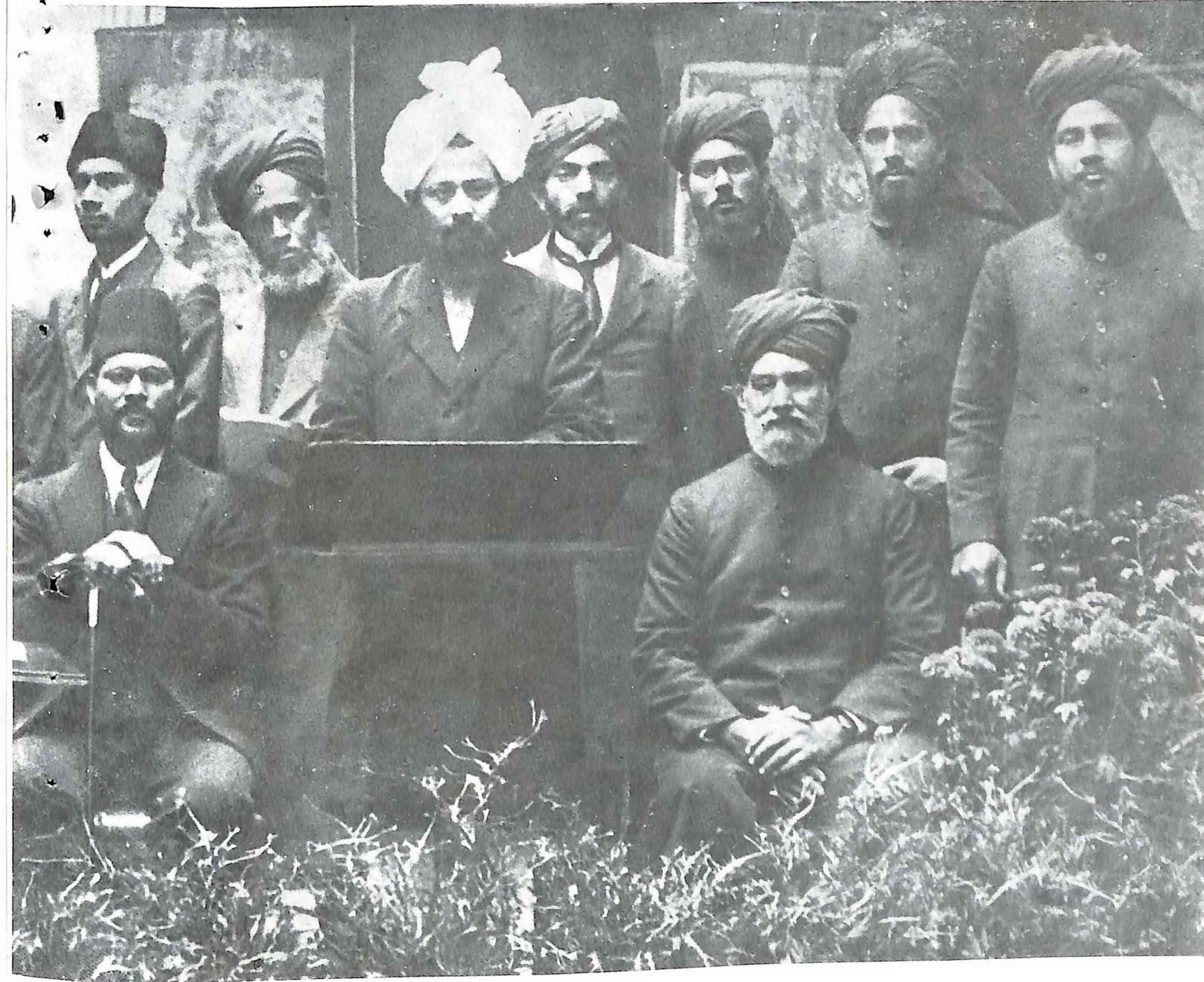
مذاہبِ عالم کانفرنس ویمبلے ۱۹۲۴ء (انگلستان) میں حضرت مصلح موعود کا مقالہ پڑھنے کی سعادت حضرت چوہدری صاحب کے حصہ میں آئی۔ مقالے سے قبل حضرت مصلح موعود کانفرنس سے خطاب فرما رہے ہیں۔

ویمبلے کانفرنس ۱۹۲۴ء میں شرکت کرنے والا جماعتِ احمدیہ کا وفد

Chesham Place

کُرسیوں پر (دائیں سے بائیں): حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درؔد ۔ حضرت مصلح موعود ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیؔر ۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہؔر ۔

فرش پر: حضرت ملک غلام فرید صاحب ۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی ۔

کھڑے ہوئے: حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب ۔ حضرت مولوی محمد الدین صاحب ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے۔

اپنے آقا کا پُرتپاک اِستقبال

اگست ۱۹۵۳ء میں کراچی سِٹی اسٹیشن پر حضرت چوہدری صاحب
اپنے آقا حضرت مصلح موعود کا اِستقبال کر رہے ہیں

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مِل گیا
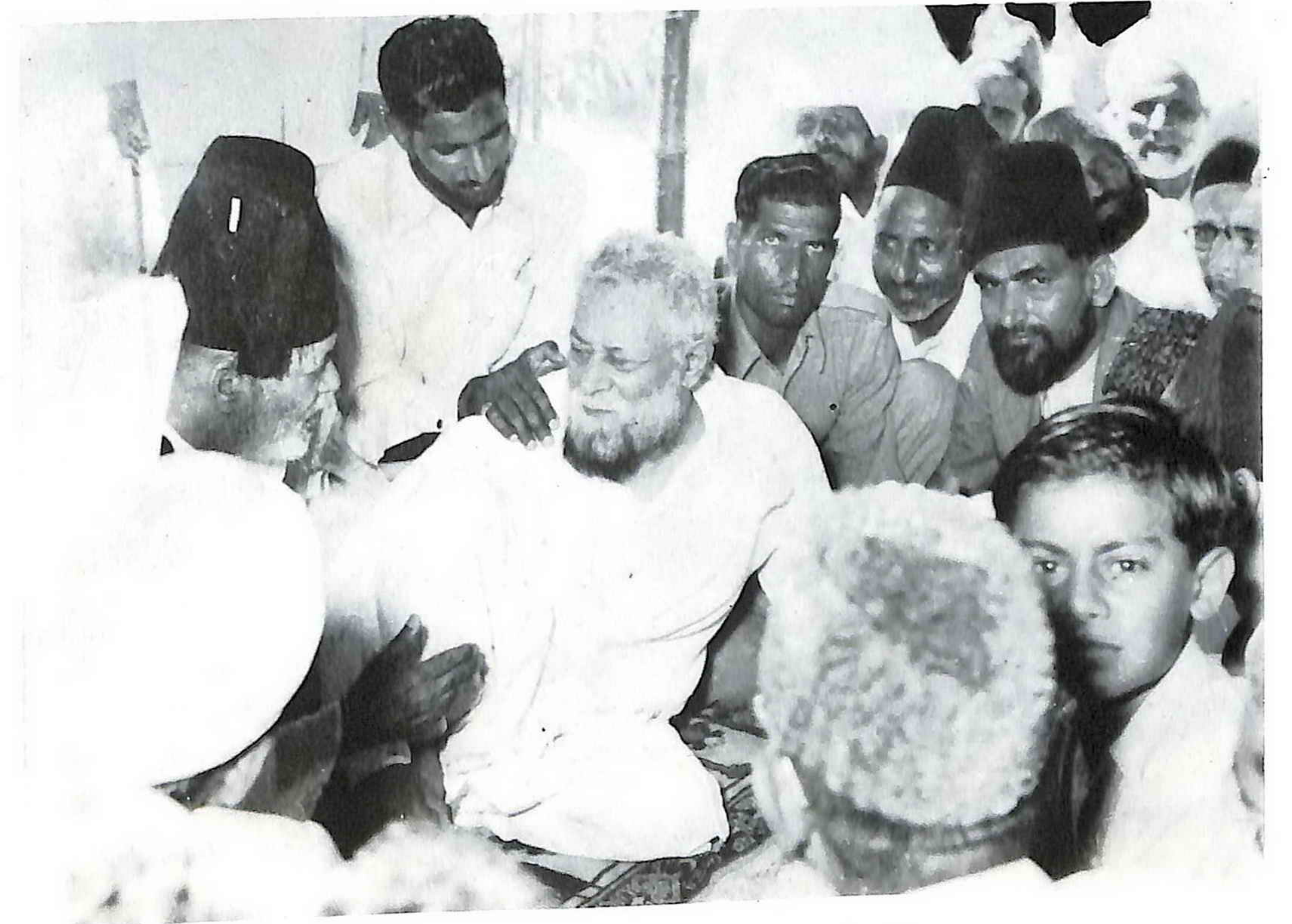
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب حضرت مصلح موعود کے پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے

لندن میں قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث سے بیعت کا منظر (۱۹۶۷ء)

اپنے آقا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ شریکِ طعام ہونے کی سعادت

برٹش پارلیمنٹ کی عمارت میں امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے اِعزاز میں استقبالیہ تقریب

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اپنے آقا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ

اِلہامی دُعا کے حقیقی مصداق کا خوش نصیب رفیق

طَوَّلَ اللّٰہُ عُمْرَكَ - اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَكَ - كَمَّلَ اللّٰہُ اِعْزَازَكَ

(الہامی دُعا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) (تذکرہ)

پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ۔ جنرل اسمبلی کے ۱۷ویں اجلاس کے صدر۔ عالمی عدالتِ انصاف کے سربراہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان

(تاریخ وفات یکم ستمبر ۱۹۸۵ء بعمر ۹۳ سال)

داعیانِ اِلی اللہ کے قافلہ کے درمیان ۔ فروری ۱۹۳۶ء میں دہلی ریلوے سٹیشن پر لی گئی ایک یادگار تصویر

اِس تاریخی گروپ فوٹو میں جماعتِ احمدیہ دہلی کے احباب کے علاوہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نامور قدیمی مربّیانِ سِلسلہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علیؔ اور مولانا نذیر احمد صاحب مبشّرؔ کے درمیان کھڑے ہیں۔

عالمگیر جماعتی مصروفیات کے چند مناظر

دائیں سے بائیں: محترم سیّد میر داؤد احمد صاحب، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، محترم مولانا ابوبکر ایّوب صاحب آف اِنڈونیشیا۔

حضرت چوہدری صاحب ایک تقریب میں بعض نامور احمدی وکلاء کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں
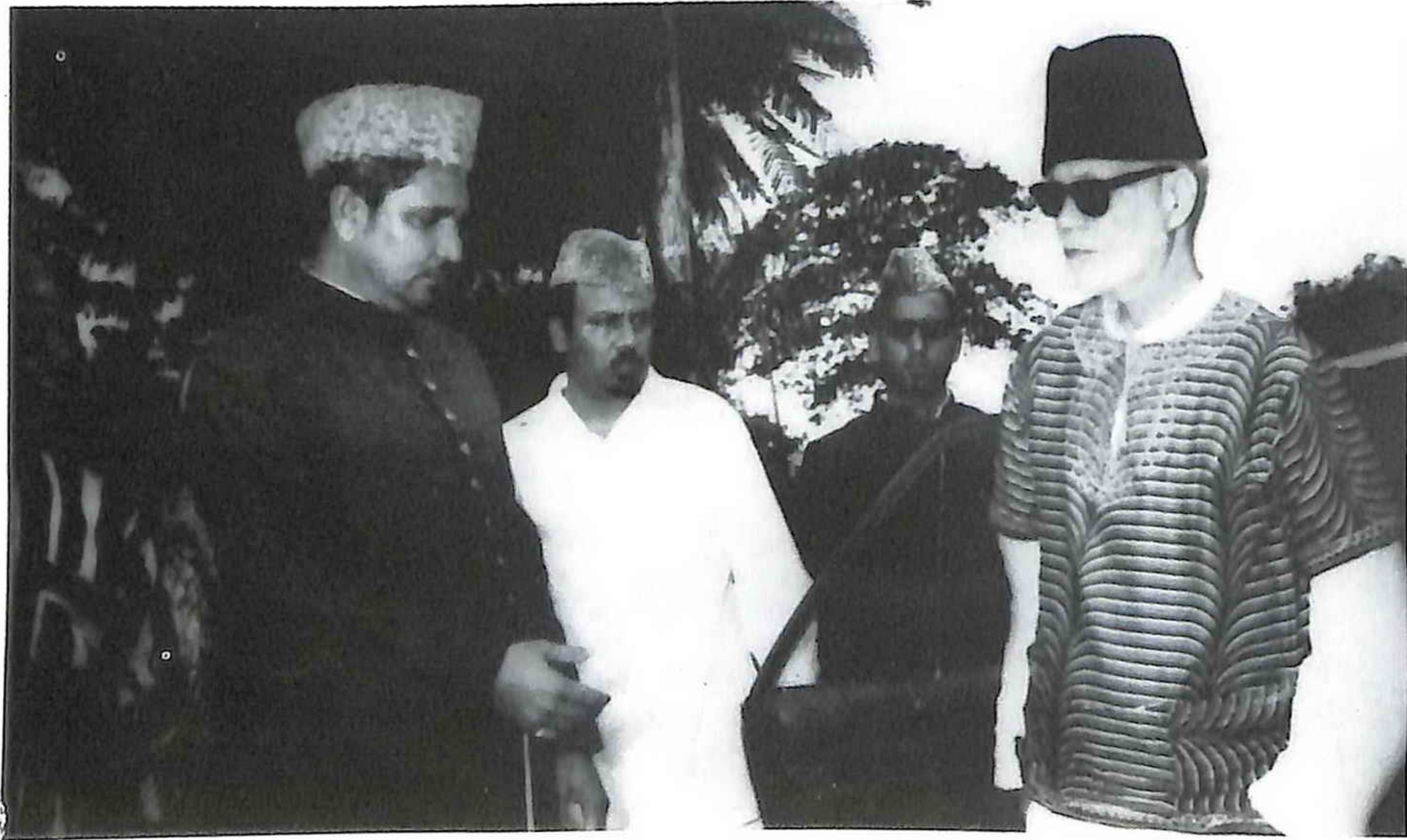
دورۂ سیرالیون ۱۹۷۳ء کی ایک تصویر۔ حضرت چوہدری صاحب نے سیرالیون کا روایتی لباس پہنا ہوُا ہے

تنزانیہ میں وُرُود ——— اِستقبالیہ نعروں کا جواب

جماعتِ احمدیہ اِنگلستان کی ایک تقریب

تصویر میں حضرت چوہدری صاحب کے علاوہ محترم بشیر احمد خان صاحب رفیق اور محترم عزیز دین صاحب (مرحوم) سابق نیشنل پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ برطانیہ نمایاں ہیں

جس کا عجز و نیاز مسلک تھا

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

حضرت چوہدری صاحب جماعتِ احمدیہ انگلستان کی ایک تقریب میں دُعا کروا رہے ہیں

لندن کے ومبلڈن پارک میں چہل قدمی کرتے ہوئے
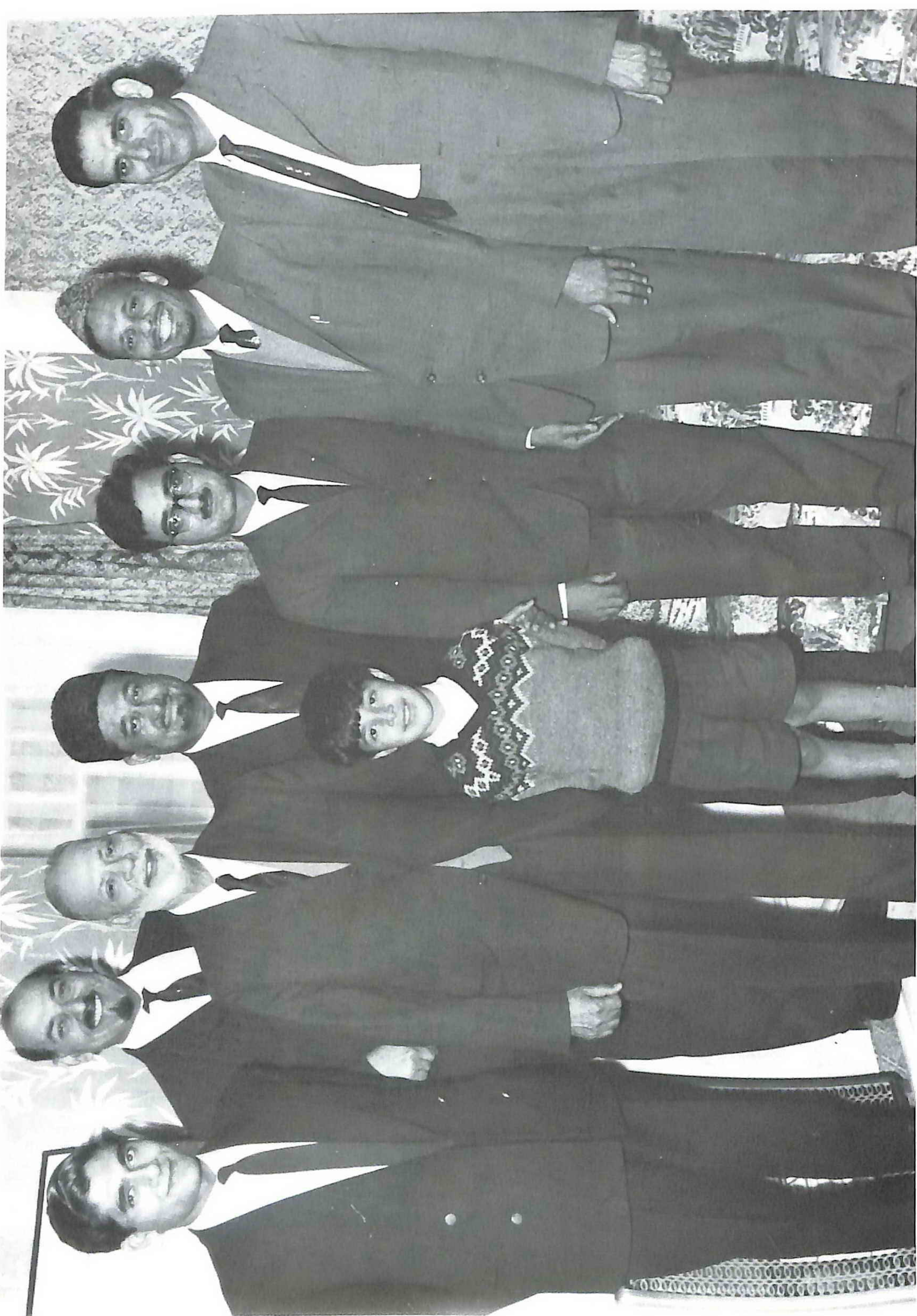
احمدی طلباء کی دلداری اور حوصلہ افزائی
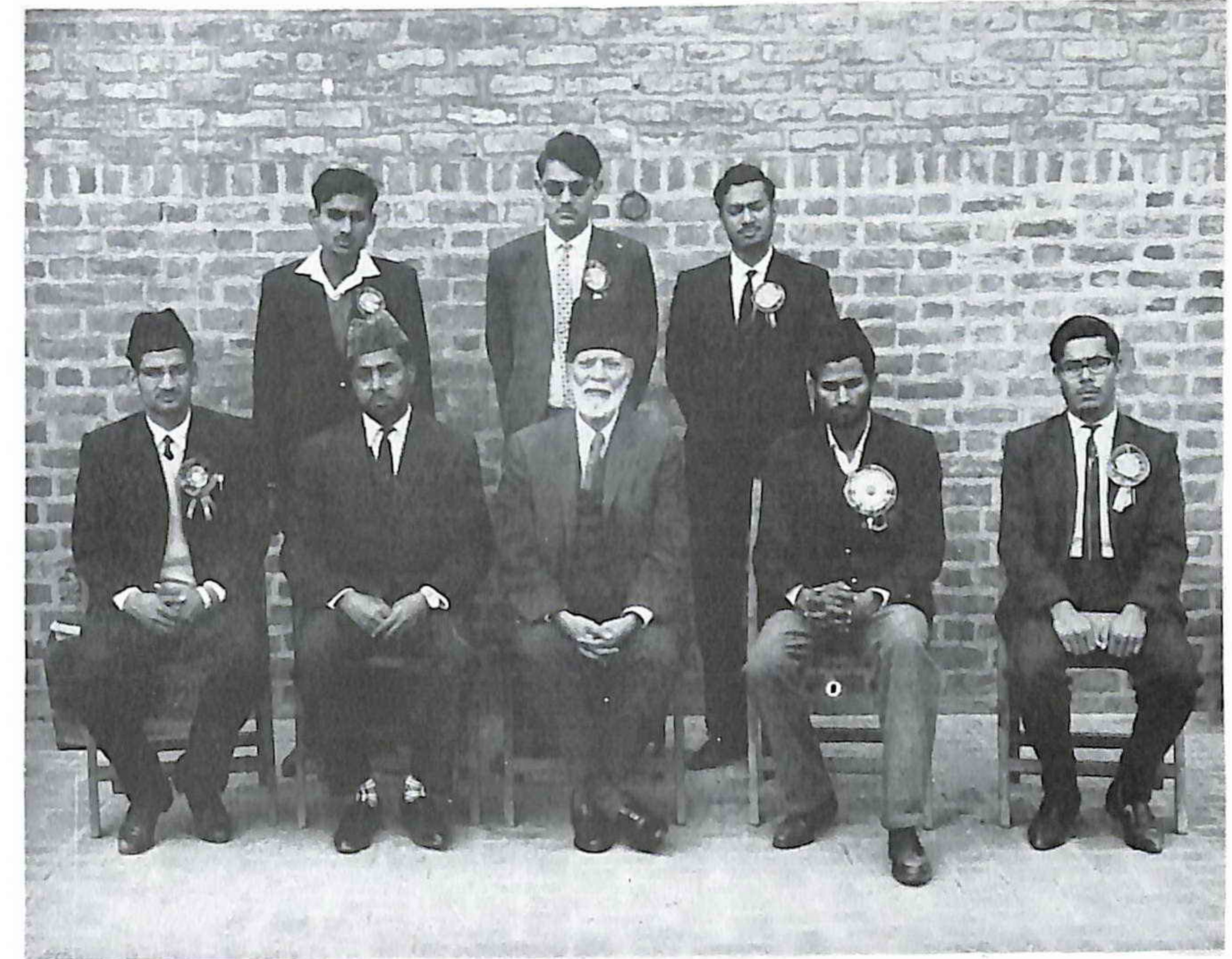
کالج کے احمدی طلباء کے ہمراہ (۱۹۶۵ء)
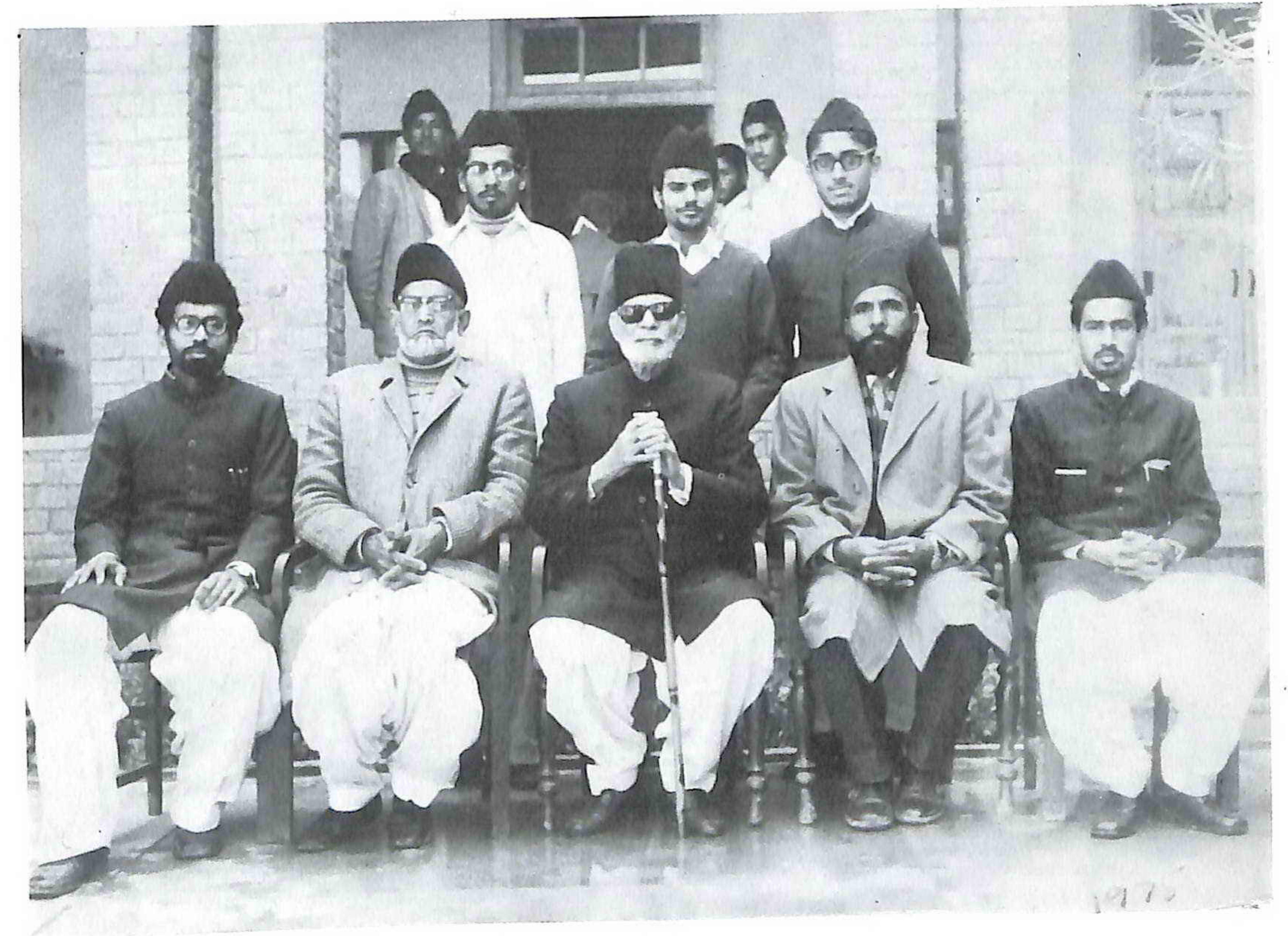
جامعہ احمدیہ ربوہ کے بعض اساتذہ اور طلباء کے ہمراہ (۱۹۷۵ء)

سلامتی کونسل میں مسئلۂ کشمیر پر
معرکہ آراء تقریر کا ایک منظر

حضرت چوہدری صاحب نے اس مسئلہ پر سات گھنٹے تقریر
کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا
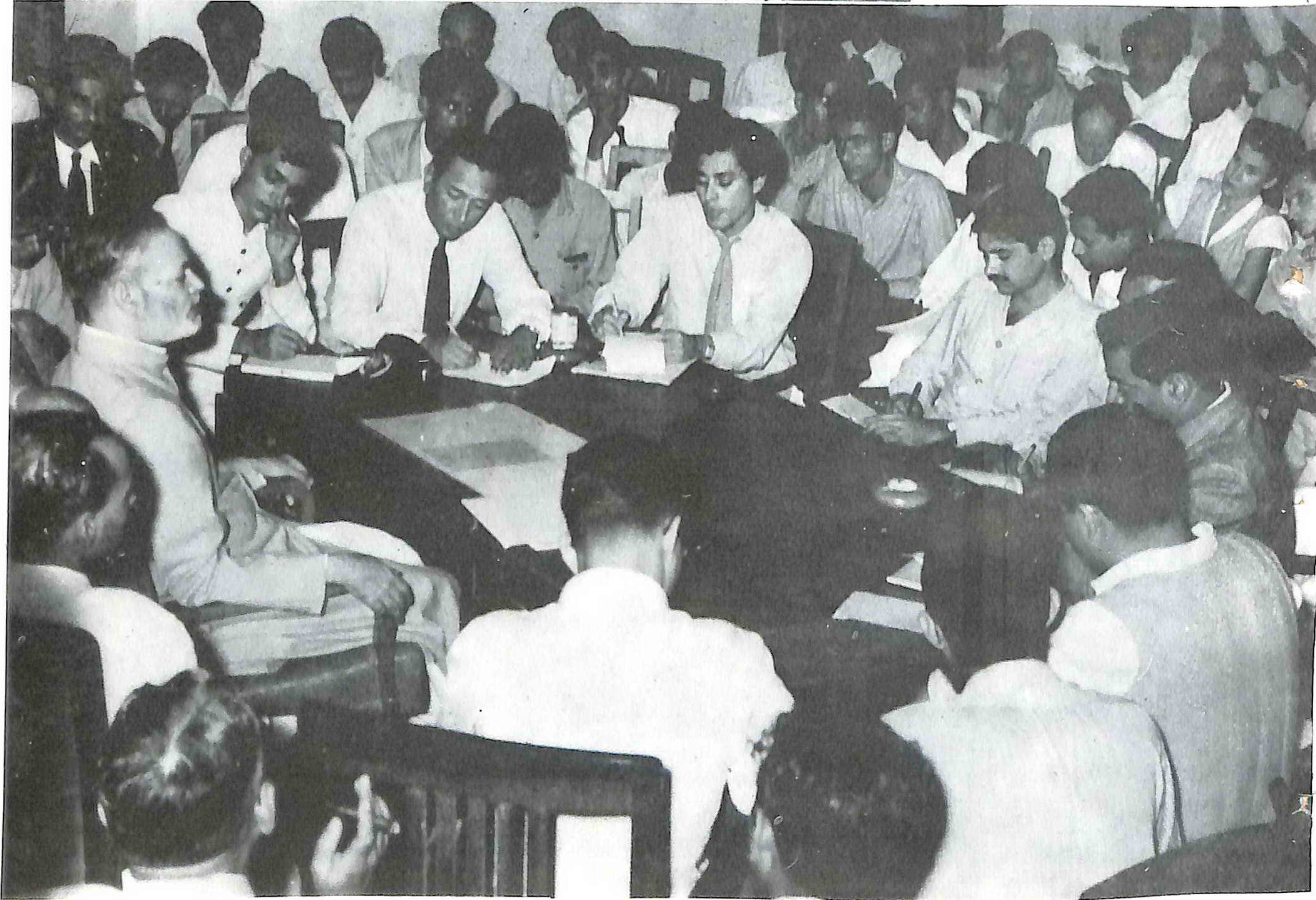
سلامتی کونسل میں مسئلۂ کشمیر پر بحث میں حصہ لینے کے بعد پاکستان پہنچنے پر ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب

پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا ایک تاریخی اجلاس

حضرت چوہدری صاحب پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے تشریف فرما ہیں اور وزیر اعظم لیاقت علی خان کی تقریر سن رہے ہیں (۱۹۴۹ء)

مجھ سے ملنے تشریف لائے تو اُن کے پیارے چہرے پر عجیب اثر تھا میں سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ عرض کی کیا بات ہے؟ فرمایا تخلیہ میں تم سے خاص بات کرنی ہے چنانچہ ہم دونوں کمرے میں آ گئے۔ فرمایا:

"وہ جو ہوتے ہیں نا! جن کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے ہوتے ہیں اور بالوں میں دُھول ہوتی ہے وہ اللہ کے بڑے لاڈلے ہوتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت عطا فرمائی مگر میں نے اپنے لئے یا تمہارے لئے کچھ نہیں رکھا۔ میں آج تم سے یہ اجازت لینے آیا ہوں کہ آئندہ بھی اپنے اللہ سے ایسا ہی کرنے کی توفیق مانگتا رہوں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں اے جانِ ظفر کچھ نہیں ملے گا۔ میں نے تمہیں اور بچوں کو اللہ کے سپرد کیا اور وہ بہت کافی ہے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

> "مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت مال عطا کیا مگر
> میں نے اپنے لئے یا تمہارے لئے کچھ نہیں رکھا
> میں نے تمہیں اور بچوں کو اللہ کے سپرد کیا
> وہ بہت کافی ہے۔ کیا تمہیں منظور ہے۔"

میں اُن سے لپٹ گئی اور بہت پیار کیا پھر ضبط ٹوٹ گیا..... میں نے عرض کیا "میری جان! مجھے ہر رنگ میں منظور ہے بس اپنے رحم سے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کو آخری سانس تک یہ توفیق ملتی چلی جائے۔ میرا رازق میرا ربّ ہے اور وہ میرے لئے بہت کافی ہے۔"

● س : حضرت چوہدری صاحب کی قدرتِ ثانیہ کے مظاہر سے محبتؓ کا کوئی اہم واقعہ بیان کریں۔

● ج : ہم باپ بیٹی میں اِس فلسفہ پر تقریباً روزانہ ہی بات ہوا کرتی تھی کہ درحقیقت ساری رحمتیں نبوّت کے سرچشمہ سے پھُوٹتی ہیں اور اسی کے تابع قدرتِ ثانیہ کا نظام اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے اور اس کی کمال اطاعت اور فرمانبرداری ہی لازم ہے۔ یہی قادر و کریم کا حکم ہے۔

اب میں اِسی ضمن میں ابّا کی قدرتِ ثانیہ سے وابستگی کا ایک واقعہ بیان کرتی ہوں۔

حضرت فضلِ عمرؓ نے ایک دفعہ میری پیاری امّاں سے فرمایا کہ اب امۃ الحی کی شادی کر دینی چاہئے کیونکہ بعض لوگوں کی وجہ سے میری طبیعت پر بڑا بوجھ ہے۔ بعض اصرار کرتے ہیں کہ اِس رشتہ کی اگر آپ اجازت دے دیں تو ہماری یہاں بات بن سکتی ہے۔ چوہدری صاحب کے پاس جب جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ میری امۃ الحی کی شادی تو ہو بھی چکی احمدیت سے۔ فلاں لوگ آئے تھے پہلے بھی کئی دفعہ آ چکے ہیں۔ اَب کی بار آئے تو مَیں نے کہا کہ اگر تو آپ نے میری بیعت کی ہے تو مَیں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ امۃ الحی سے نہیں بلکہ اُس کی خالہ زاد بہن طلعت جو جنرل نذیر احمد صاحب کی بیٹی ہے سے اپنے لڑکے کی شادی کر لیں۔ جہاں تک امۃ الحی کا سوال ہے اگر مَیں چاہوں تو مَیں آپ کو یہ بھی کر کے دکھا سکتا ہوں۔ یہ پہرہ دار جو اِس دروازے کے باہر کھڑا ہے مَیں اپنی امۃ الحی کی شادی اِس سے کر دوں کیونکہ امۃ الحی نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ ابّا کو جب یہ بات میری امّاں نے بتائی تو فوراً ابّا نے فرمایا "تو پھر کر دینی تھی۔" اطاعت کا کیسا دلفریب نظارہ ہے۔

● س : حضرت چوہدری صاحب کی تجہیز و تکفین کے اِنتظامات کی کچھ تفصیل بیان فرمائیں؟

● ج : جس کمرہ میں میرے ابّا کی وفات ہوئی یہ

چھتیس ۳۶ سال بعد پُورا ہونے والے —— ایک مبشّر خواب کی عملی تعبیر

"ہوگا چیف جسٹس ظفراللہ خان۔ نصراللہ خان کا بیٹا"

(حضرت چوہدری صاحب کی والدہ محترمہ کا ایک رؤیا)

یہ مبشّر خواب ۱۸ فروری ۱۹۷۰ء کو عالمی عدالتِ اِنصاف ہیگ کے چیف جسٹس بننے پر بڑی شان سے پُورا ہوا

کمرہ میری امّی کا ہے اور اِس کمرہ کا نقشہ مَیں نے ہی ۱۹۶۰ء میں بنایا تھا۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ مع حضرت خالہ جان منصورہ بیگم صاحبہ آخری سات سال میں جب بھی لاہور تشریف لاتے تو اِسی کمرے میں قیام فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِسی کمرہ میں ایک اور بہترین چاند جلوہ افروز ہوُا یعنی حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ بھی مع حضرت آپا آصفہ بیگم صاحبہ تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ اِس کمرے کا کُل رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع فٹ ہے اور یہ تین حصّوں پر مشتمل ہے ایک بڑی لاؤنج (LOUNGE) ایک چھوٹی لاؤنج اور پھر بیڈ روم (BED ROOM)۔ میرے ابّا، امّی اور مَیں نے اِس کمرے کا ابّا کی رہائش کے لئے انتخاب کیا اور یوں ابّا گیسٹ ہاؤس سے بڑی حویلی کے اس کمرہ میں قیام پذیر ہوئے۔

میری امۃ الحی کی شادی تو احمدیت سے ہو چکی ہے

اِسی کمرے کی تاریخ میں پھر یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کی صبح بھی آئی۔ مَیں نے محمد میاں سلمہٗ، مصطفٰے میاں سلمہٗ، مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب، نصیب اللہ سلمہٗ اور عبدالمالک صاحب کو ابّا کے اس آخری غسل دینے کے فرائض سونپے مَیں نے مکرم طاہر احمد ملک صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کو پیغام بھیجا کہ وہ جلد از جلد اِس عاجز سے ملنے اندر تشریف لے آئیں۔ مَیں پردہ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی مَیں نے ان سے عرض کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کتنا سامان ہے آپ میرے ابّا کا پلنگ، بیڈ سائڈ (BED SIDE) میزیں اور اُن کے لیمپ اور باقی تمام سامان جو آپ کی طرف کے حصہ میں رکھا ہوُا ہے اسے ہمارے گیسٹ ہاؤس خاص میں اپنی نگرانی میں حفاظت سے رکھوا دیں اور قالینوں کو بھی۔ ملک صاحب نے کہا آپ فکر نہ کریں یہ کام مَیں فوراً کروانا شروع کر دیتا ہوں چنانچہ انہوں نے وہ انتظام کروا دیا۔ جزاك اللہ۔

غسل کا اِنتظام بھی کمرہ میں ہی ہوُا۔ جس لاؤنج میں میرے ابّا ابدی نیند سو رہے تھے اُس کمرے میں ادویات اور کُرسیاں پہلے ہی سے نہایت قرینے سے رکھی ہوئی تھیں۔ یہ سارا سامان میری سہیلی زہرہ بیگم اور میری ایک خادمہ نے مجھے معلوم نہیں کتنے لوگوں کے ساتھ مل کے وہاں سے ہٹایا اور میرے گرمیوں کے استعمال والے کمرے کو جانے والی گلی میں رکھوا دیا۔ مَیں نے صرف اپنے ابّا کی ٹوپی، گھڑی، کنٹیکٹ لینز (CONTACT LENSES) کی ڈبیہ اور مُشک کے عطر کی ایک شیشی اور قرآن کریم اور اُن کی ایک گدی خود اپنے کمرہ میں جا کر رکھی۔ سلیپر مَیں پہلے ہی بھجوا چکی تھی۔ الماری جو ۴ فٹ چوڑی ہے اُس میں امّی کی چیزیں ہوُا کرتی تھیں اور ایک چھوٹے سے حصّہ میں میرے ابّا کا سامان ہوتا تھا اُس حصّہ کو سر بمہر کر دیا گیا۔ مَیں سارا وقت وہیں رہی۔ محمد میاں سلمہٗ اور مصطفٰے میاں سلمہٗ نے میرے ابّا کے کپڑے جو اُنہوں نے اُس وقت پہن رکھے تھے وہ مجھے لا کے دیئے۔

دونوں بچّوں کی آنکھوں کا رنگ سُرخ ہو رہا تھا لیکن ذرّہ ذرّہ اپنے ربّ کی رضا پر راضی تھا۔

ساری تیاری مکمل ہوگئی۔ حضور کے حکم کے ماتحت تدفین کے وقت کا فیصلہ بھی ہو گیا اور لاہور سے ربوہ لے جانے کے انتظامات بھی ہو گئے۔ شفا میڈیکو لاہور کی تین ائر کنڈیشنڈ ایمبولینس گاڑیوں میں سے جس گاڑی میں میرے پیارے ابّا کا جسدِ عنصری لاہور سے

ربوہ لے جایا گیا اُس گاڑی میں میرے دونوں بیٹوں محمد میاں اور مصطفٰے میاں کے علاوہ شفا میڈیکوز کے مالک چوہدری سمیع اللہ صاحب بھی تھے جو خود اس گاڑی کو چلا کر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سعادت عطا فرمائی۔ جزاك اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے جن عزیز و محترم بھائیوں کو اپنے اِس عاجز پیارے بندے کی رات دن دل و جان سے خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی وہی سمیع و بصیر خدا انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔ خاکسار ان سب کی نہایت ہی ممنون ہے۔ بفضل اللہ ۱۹۷۴ء سے ان سب کے لئے دعاؤں کی توفیق ملتی رہی ہے اور دعا گو ہوں کہ آئندہ بھی ایسے ہی توفیق ملتی رہے جب تک مجھے زندہ رہنا ہے۔ آمین۔ خاکسار مختلف انتظامات کی توفیق پانے والوں کی بھی بہت ممنون ہے۔

مَیں ابّا کے بارے میں بہت سے موضوعات پر بفضلہٖ تعالیٰ بہت کچھ کہہ سکتی ہوں لیکن وقت کی کمی کے پیشِ نظر صرف چند دنوں کی کچھ باتیں بتائی ہیں تاکہ اُن کی گھریلو زندگی اور آخری ایّام کی ایک جھلک میرے وہ عزیز بھائی اور بہنیں جو اِس انٹرویو کو پڑھیں دیکھ سکیں اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مرتبہ: چوہدری عبدالرشید۔ لاہور)

محترمہ امۃ الحی صاحبہ کی پیدائش کے متعلق رؤیا

حضرت چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مئی ۱۹۳۶ء میں والدہ صاحبہ نے رؤیا دیکھا کہ کوئی خادم ایک طشتری لایا ہے جس میں آم کی قسم کے پانچ عدد پھل اور پانچ روپے رکھے ہیں اور ایک طلائی زیور ہے جسے پنجابی میں تیلا یا تیلی کہتے ہیں جو ناک میں پہنا جاتا ہے۔ اس خادم نے والد صاحب کا نام لیا کہ وہ یہ پھل لائے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ یہ تو وہی پھل ہے جو انہوں نے کہا تھا کہ پکے گا تو مَیں خود طشتری میں رکھ کر لاؤں گا۔

چنانچہ صبح ہونے پر والدہ صاحبہ نے میری بیوی کو یہ رؤیا سُنایا اور دریافت کیا کیا اس کے پورا ہونے کے آثار ہیں؟ اس نے کچھ حجاب کی وجہ سے اور کچھ اِس وجہ سے کہ اسے خود بھی پورا یقین نہیں تھا کہہ دیا نہیں ابھی تو کوئی آثار نہیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا تم انکار کرتی رہو مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بڑی صفائی سے اطلاع دے دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے فضل سے اِس بشارت کو پورا کرے گا۔

چنانچہ ۱۲ر جنوری ۱۹۳۷ء کو عزیزہ امۃ الحی پیدا ہوئی۔

اس کے پیدا ہونے سے چند گھنٹے قبل والدہ صاحبہ نے میری بیوی سے کہا لڑکی پیدا ہوگی کیونکہ مَیں نے ابھی غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ مکان میں بہت چہل پہل ہے اور لوگ کہتے ہیں: "بی بی آئی ہے بہت خوبصورت"

(میری والدہ صفحہ ۸۷، ۸۸)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار ❊ جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب ❊ کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار ❊ ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے ❊ وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(دُرِّ ثمین)

انگریزی سے ترجمہ

میری خوش نصیبی کی ایک درخشندہ علامت

چوہدری صاحب ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے متعارف ہونے کا خصوصی شرف

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے تاثرات

خوش بختی کی علامت کے طور پر مجھے اپنی زندگی میں جن عظیم ترین شخصیتوں سے متعارف ہونے کا خصوصی شرف حاصل ہوا ان میں سے ایک حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب تھے۔

مَیں نے چوہدری صاحب موصوف کو پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دیکھا۔ اُس وقت میری عمر آٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ ان کی اُس وقت کی شکل و صورت اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے اور ذہنی طور پر اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ان کی مَن موہنی شخصیت میں بَلا کی جاذبیت تھی۔ میرا خیال ہے کہ چوہدری صاحب کو پہلی مرتبہ مجھ سے جان پہچان اُس وقت ہوئی جب والد محترم نے ۱۹۴۰ء میں میرے مستقبل کے بارے میں بذریعہ خط ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان کا جواب آیا کہ مَیں عزیز کے لئے دعا کروں گا اور ساتھ ہی خط میں تین نصیحتیں بھی تحریر فرمائیں پہلی نصیحت یہ تھی کہ مجھے اپنی صحت کا بہت خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ ترقیات کا سارا دارومدار صحت پر ہوتا ہے۔ دوسری نصیحت حصولِ تعلیم سے متعلق تھی اور وہ یہ کہ کلاس میں اگلے روز جو لیکچر دیئے جانے متوقع ہوتے ہیں ان سے کماحقہٗ مستفیض ہونے کے لئے ایک دن پہلے ہی اپنے طور پر بھی ان کے بارہ میں تیاری کر لینی چاہیئے اور یہ کہ جو کچھ دن بھر میں پڑھایا گیا اُسے اُسی روز دہرا لینا چاہیئے تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔ تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ مجھے اپنے ذہن میں وسعت پیدا کرنی چاہیئے۔ جب کبھی کسی تعلیمی سفر پر جانا ہو یا سَیر و تفریح کے لئے سفر کا موقع پیدا ہو تو ذہنی وسعت کے تعلق میں پیش آمدہ سفر سے ضرور استفادہ کرنا چاہیئے کیونکہ مختلف مقامات کے سفر انسان کی دلچسپیوں کے دائرہ میں وسعت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

ذاتی طور پر میرا پہلا رابطہ ان سے اُس وقت ہوا جب اکتوبر ۱۹۴۶ء میں مَیں نے کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان کا سفر اختیار کیا ہمارا جہاز جس کا نام پی اینڈ او فرینکونیا (P & O FRANCONIA) تھا لورپول میں لنگر انداز ہوا۔ وقت صبح کا تھا، سردی شدید اور کُہر ہر طرف چھائی ہوئی، ایسے وقت اور ایسے موسم میں چوہدری صاحب اپنے بھتیجے سے ملنے کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے جو فرینکونیا

جہاز میں میرا ہم سفر تھا۔ اُس زمانہ میں چوہدری صاحب ہندوستان کی وفاقی عدالت کے جج تھے۔ جب ہم جہاز سے اُترے تو میرے بھاری بکس جن میں مَیں نے ریاضیات کی کتب بھر رکھی تھیں کسٹم والوں کے شیڈ میں پڑے ہوئے تھے۔ جنگ کے بعد کے حالات کی وجہ سے وہاں قلی ناپید تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے مجھ سے کہا کہ بکس کو ایک طرف سے تم پکڑو اور دوسری طرف سے مَیں پکڑتا ہوں ہم مل کر اس کو اس ٹرین تک لئے چلتے ہیں جو مسافروں کی منتظر ہے۔ ایک ناچیز طالب علم کے لئے یہ ایک بڑا حیران کُن استقبال تھا کیونکہ اُسے اِس سے قبل اتنی عظیم شخصیت کی طرف سے اپنے مرتبہ و مقام سے اِس درجہ بے نیازی کے مظاہرے کا پہلے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔

ہم نے لندن تک اکٹھے ہی سفر کیا۔ سفر کے دَوران وہ مجھے بتلاتے رہے کہ انگلستان کے دیہی علاقہ میں کیا کیا حُسن پنہاں ہیں۔ وہ برطانیہ کے دیہی علاقوں کے قدرتی مناظر کے بے حد دلدادہ تھے۔ موسم بہت سرد تھا انہوں نے یہ دیکھ کر کہ سردی کے زیرِ اثر مجھ پر کسی قدر کپکپی طاری ہے اپنا ایک گرم کوٹ جو بہت دبیز اور موٹا تھا مجھے عنایت کیا۔ یہ کوٹ چالیس سال تک زیرِ استعمال رہنے کے باوجود آج بھی گھر کے اندر قابلِ استعمال حالت میں موجود ہے۔

میری دوسری ملاقات ان سے ۱۹۵۱ء میں ہوئی جب وہ پاکستان کے وزیرِ خارجہ تھے اور پرنسٹن انسٹی ٹیوٹ میں جو اعلیٰ تعلیم کی ایک درسگاہ ہے تشریف لائے تھے۔ مَیں اُس وقت اس ادارے کا فیلو تھا۔ مَیں نے ان کی صحبت میں دُو دن گذارے۔ وہ اُس وقت اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مجھے اُس وقت ان کی معیت میں مشرقی ساحل پر بعض تاریخی مقامات دیکھنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اقوامِ متحدہ کے فورم میں فلسطین کے عربوں، لیبیا، مراکش اور کشمیر کی حمایت میں ان کے جو زبردست معرکے انتہائی بلند پایہ حریفوں سے ہو رہے تھے ان کے پیشِ نظر میرے ذہن میں جو غالب تصوّر انکے بارے میں اُس وقت اُبھرا وہ یہ تھا کہ وہ ایسے شخص نہیں جو ہنسی خوشی زک پہنچانے کا کوئی موقع حریفوں کے ہاتھ آنے دیں۔

ان کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھنے کا مجھے اس وقت موقع ملا جب ۱۹۷۳ء میں وہ بین الاقوامی عدالت کے صدر کی حیثیت سے ریٹائر ہو کر بیت الفضل لندن کے احاطہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ میری رہائش بھی قریب ہی کیمپین روڈ پر تھی۔ انہوں نے ازراہِ نوازش میری یہ پیشکش منظور کر لی تھی کہ جب مَیں لندن میں ہوں تو اتوار کے دن وہ ناشتہ میرے ساتھ کیا کریں۔ ناشتہ کی یہ دعوت بس ناشتہ کی حد تک ہی محدود ہوتی تھی کیونکہ وہ دن بھر قرآن کریم، احادیثِ نبویؐ اور دیگر گراں مایہ دینی کتب کے انگریزی تراجم کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے روزمرہ کے کام کا آغاز بڑی باقاعدگی سے نو بجے صبح ہو جاتا تھا۔ اتوار کو بھی وہ کام کرتے تھے اور ان کے کام میں کوئی مداخلت ممکن نہ تھی۔

ناشتہ پر ہونے والی یہ ملاقاتیں بڑی یادگار نوعیت کی تھیں۔ ان مواقع پر کبھی کبھی ان کی زندگی کے بعض واقعات کا تذکرہ چھڑ جاتا تھا جن کو انہوں نے اپنی کتب اور ان میں سے بھی بالخصوص اپنی آخری تصنیف "سرونٹ آف گاڈ" میں بڑی خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے قلمبند کیا ہے لیکن اس کتاب میں وہ تفاصیل موجود نہیں جو وہ ان مواقع پر بیان کرتے تھے۔ مثال کے طور پر کتاب مذکور کے صفحات ۶۷ تا ۶۹ میں وہ مسٹر چرچل کے ساتھ اپنی معرکہ آرائی کی کہانی بیان کرتے ہیں لیکن کہانی کے ابتدائی حصّوں کا انہوں نے ذکر نہیں کیا جبکہ انڈین

پارٹی کے سردار بُوٹا سِنگھ نے عجب ترنگ میں آکر مسٹر چرچل پر جرح کی اور اس کے نتیجہ میں جو تفنن طبع کا مواد فراہم ہوا اُس کی طرف بھی انہوں نے کوئی اشارہ نہیں کیا ان کی طرزِ نگارش میں جو عجیب حلاوت پائی جاتی ہے اس کو واضح کرنے کے لئے مَیں اِس جگہ بطور مثال ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو ان کی کتاب میں مذکور ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"جائنٹ سیلیکٹ کمیٹی کے پبلک اجلاس ۱۹۳۳ء کے موسمِ بہار میں شروع ہوئے۔ اس کمیٹی کے سامنے مختلف نوعیت کے بہت سے گواہ پیش ہوئے جن میں ہندوستانی اور انگریز سب ہی شامل تھے اور وہ مختلف نقطہ ہائے نظر اور مفادات کی نمائندگی کرتے تھے کمیٹی نے ان کے بیانات سُنے اور ان پر جرح کی۔

ان کی مَن موہنی شخصیت میں بلا کی جاذبیت تھی

اس کمیٹی کی کارروائیوں میں شمولیت ایک نہایت ہی معلومات افزا تجربہ ثابت ہوئی۔ کمیٹی کے سامنے جو گواہ پیش ہوئے ان میں سب سے زیادہ ممیّز و ممتاز مسٹر (بعد ازاں سَر) ونسٹن چرچل تھے ان پر جرح کا سلسلہ چار روز تک جاری رہا۔ قرطاسِ ابیض میں جو تجاویز پیش کی گئی تھیں وہ ان کے سخت مخالف تھے اور مکمل طور پر ان کو رَد کرنے کے حق میں تھے۔ ان کے نزدیک یہ تجاویز برطانیہ پر عائد ہونے والی ذمّہ داریوں سے پہلوتہی اور غدّاری کے مترادف تھیں۔ اِس سلسلہ میں سوالات کی جو بوچھاڑ ان پر کی گئی اس کے نتیجہ میں وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوئے۔ اِس کارروائی کے دَوران کبھی ان کی آنکھوں میں خاص قسم کی چمک پیدا ہوتی اور کبھی چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی کبھی وہ اپنے سگار کو ایک خاص انداز سے جُنبش دیتے۔ ہر چند کہ اندازِ تخاطب ایسا تھا کہ لفظ لفظ سے تہذیب و شرافت ٹپکے پڑتی تھی لیکن کیا مجال جو اپنے موقف سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر ہوں۔ سوالات کرنے والے اپنے مطلب کی کوئی بات ان کے مُنہ سے نہ کہلوا سکے۔ تمام جرح کرنے والوں کے بالمقابل وہ اپنے نقطۂ نظر پر مضبوطی سے جمے رہے۔

پورے ایک دن یہ ڈرامہ دیکھنے کے بعد پنجاب مسلم لیگ کے مندوب نے محسوس کیا کہ مسٹر چرچل جیسے زبردست مدِمقابل پر جرح کرنے کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ دوسرے دن صبح کے وقت سیکرٹری آف سٹیٹ نے میٹنگ شروع ہونے سے قبل برسبیلِ تذکرہ اس مندوب (یعنی چوہدری محمد ظفر اللہ خان۔ مترجم) سے پوچھا "کیا آپ کا ارادہ ہے کہ مسٹر چرچل سے کچھ سوالات کریں؟" اس نے جواباً کہا "نہیں جناب! میرا خیال ہے کہ ایسا کرنا سعیٔ لاحاصل کے مترادف ہوگا" مندوب نے سوچا کہ مسٹر چرچل ایوان کے سب سے زیادہ ہوشیار مقرر و مناظر ہیں ان کی سابقہ تقریروں کے حوالہ سے جن میں انہوں نے ہندوستان کو ڈومینین سٹیٹس (نوآبادیاتی درجہ) دیئے جانے کی حمایت کی ہے اُن پر گرفت کرنے کی کوشش بے فائدہ ہوگی۔ کیا آپ دیکھتا نہیں کہ وہ کس طرح ایسے سوالوں سے دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے وہ ڈومینین سٹیٹس کے حامی ہیں لیکن ڈومینین کا درجہ (STATUS) الگ چیز ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہونا اور اختیارات کو عملی جامہ پہنانے کا اہل قرار پانا بالکل الگ بات ہے ہندوستان کو نوآبادی کا درجہ (سٹیٹس) تو پہلے ہی حاصل ہے۔ پیرس کی امن کانفرنس میں اس نے وفد بھیجا، معاہدۂ ورسائی پر اس کے دستخط ثبت ہیں، لیگ آف نیشنز کا بھی وہ رکن ہے۔ یہ تو ہوا سٹیٹس لیکن ان کے نزدیک

ہندوستان ابھی اِس قابل نہیں کہ وہ ایک نوآبادی کی حیثیت سے ذمّہ داریاں سنبھال کر انہیں ادا کرسکے۔ ان کا خیال ہے کہ ہندوستان ہنوز اُسی حال میں ہے جس حال میں وہ اُس وقت تھا جب وہ (مسٹر چرچل) سوبالٹرن (سیکنڈ لیفٹیننٹ) کے طور پر بنگلور میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

مسلم لیگی مندوب نے اس صورتِ حال پر غور کیا۔ اس کی (جرح کرنے کی) باری کمیٹی کے شام کے اجلاس کا وقت ختم ہونے سے ایک گھنٹہ قبل آئی۔ (جرح کرتے ہوئے) اس کا انداز مؤدبانہ تھا۔ لہجہ بھی تعظیم و تکریم کا آئینہ دار تھا اور یوں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ معذرت خواہانہ لہجہ میں بات کر رہا ہے۔ مسٹر چرچل بہت محتاط تھے۔ کبھی کبھار بادلِ ناخواستہ ایک آدھ رعایت دینے پر آمادہ نظر آتے لیکن اس کے ساتھ اگر مگر اور بشرطیکہ کی حدبندیاں لگا کر بچاؤ کی صورت پیدا کر لیتے۔ جب مسٹر چرچل نے دیکھا کہ انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی طرح اپنے موقف سے ہٹ جائیں تو وہ سوالوں کے براہِ راست جواب سے ہی گریز کرنے لگے۔ اس کے نتیجہ میں سوال کو دوبارہ زیادہ محتاط انداز میں پیش کرنے کی ضرورت پیدا ہو جاتی۔ ایک مرتبہ جب ان پر ایک سوال کیا گیا تو وہ اس سے بچنے کے لئے طرح دے کر ایک نئی سمت میں نکل گئے اور جب سوال کو گھما پھرا کر زیادہ محتاط الفاظ میں دُہرایا گیا تو انہوں نے پھر طرح دی اور بڑی ہوشیاری سے دوسری جانب نکل گئے۔ اس پر سوال کرنے والے کے انداز میں پہلے سے زیادہ نرمی اور خوش خلقی پیدا ہو گئی بلکہ وہ عاجزانہ رنگ اختیار کر گئی اور اس نے مسٹر چرچل سے کہا "مَیں معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے ایک مشکل درپیش ہے انگریزی میری مادری زبان نہیں ہے۔ مَیں اپنے مافی الضمیر کو واضح کرنے میں دو مرتبہ ناکام رہا ہوں کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ مَیں ایک کوشش اَور کر دیکھوں؟" فراخدلانہ جواب ملا "ضرور، ضرور" تیسری مرتبہ سوال ایسے الفاظ میں کیا گیا کہ بچ نکلنا محال تھا۔ اس کے بعد سوال کرنے والا اور گواہ دونوں زیادہ محتاط ہو گئے۔ اتنے میں کمیٹی کا وقت ختم ہو گیا اور اجلاس برخاست ہؤا۔ اگلے دن صبح پھر سوالات کا سِلسلہ شروع ہؤا اور قریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ جب سوال کنندہ نے ممتاز گواہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی جرح ختم کی تو اس گواہ نے کہا "مائی لارڈ چیئرمین! مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ مسٹر ظفر اللہ خان کے بارے میں مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہیں انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے کبھی کوئی دِقت پیش آئی ہو"۔

اپنے بلند مرتبہ و مقام سے یکسر بے نیازی کا عدیم النظیر مظاہرہ

جب چوتھے روز کے اختتام پر مسٹر چرچل پر جرح پایۂ تکمیل کو پہنچی تو کمیٹی نے جس رنگ میں تالیاں بجائیں وہ نعرۂ تحسین کا رنگ رکھتی تھیں۔ مسٹر چرچل اپنی جگہ سے اُٹھے، مسلم سوال کنندہ کے پاس آئے، اس کو ہاتھ سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور ایک خاص انداز سے غرّاتے ہوئے کہا "تم نے کمیٹی کے سامنے مجھے دو گھنٹے بڑی مشکل میں ڈالے رکھا"۔ سوال کنندہ نے ان کے غرّانے کو بنظرِ استحسان اس طرح قبول کیا کہ گویا اسے اعزاز کے رنگ میں شاباش کا سزاوار گردانا جا رہا ہے۔ اسنے اسے دوستی کی علامت سمجھا۔ بعدازاں وہ واقعی دوستی کی علامت ثابت ہوئی۔ کمیٹی کے آئندہ اجلاسوں میں جب بھی عظیم المرتبت وزیرِ اعظم سے ملاقات ہوتی تو وہ ہر بار اپنے خطوط یا تقریروں پر مشتمل ایک عدد جِلد عنایت کرتے۔ ان کتابوں پر جو الفاظ وہ اپنے قلم سے رقم کرتے ان کا سِلسلہ کچھ اِس طرح شروع ہؤا "برائے ظفر اللہ خان۔ منجانب ڈبلیو۔ ایس۔ چرچل"۔ پھر اس تدریجی انداز میں تبدیلی آئی اور لکھا جانے لگا "ظفر اللہ کے نام۔ منجانب ڈبلیو۔ ایس۔ چرچل"۔ "میرے دوست ظفر اللہ کے لئے۔ منجانب ڈبلیو۔ ایس۔ چرچل"۔ "ظفر اللہ کے لئے اس کے دوست ڈبلیو۔ ایس۔ چرچل کی طرف سے" منجملہ بہت سی خوبیوں کے اس عظیم المرتبت وزیرِ اعظم کی ذات فراخ دلی کے وصف سے بہمہ وجوہ مزیّن تھی۔"

اقوامِ متحدہ کے فورم میں معرکہ آرائیوں کے دَوران انہوں نے زک پہنچانے کا کوئی مَوقع بھی اپنے بلند پایہ حریفوں کے ہاتھ نہیں آنے دیا

سب سے حیران کُن بات یہ ہے کہ چوہدری صاحب کا حافظہ کِسی بھی غلطی سے یکسر مبرّا تھا۔ جو واقعات پچّاس ساٹھ سال قبل ان کے ساتھ گزرے ہوتے ان کے بارے میں نہ صرف اشخاص اور افراد کے ناموں کی حد تک بلکہ تاریخ، دن اور وقت سے متعلق بھی ان کی یادداشت بالکل درست ہوتی تھی۔ مجھے یہ یاد کرکے بڑی مسرت ہوتی ہے کہ وہ کِس طرح لیبیا، مراکش، تیونس اور الجیریا کی آزادی کے حصول کے سِلسلہ میں اقوامِ متحدہ میں بڑی طاقتوں سے اپنی جھڑپوں کے واقعات سُنایا کرتے تھے (یہ تفصیل ان کی کتاب "سرونٹ آف گاڈ" کے صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۲ پر درج ہے) اسی طرح جب وہ شاہ فیصل کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے حج کرنے مکّہ مکرمہ گئے تو اس واقعہ کی دلوں کو گرما دینے والی تفصیل ہماری درخواست پر کئی مرتبہ انہوں نے بیان کی۔ ان کی اپنی زندگی کے ان واقعات کے دُہرانے میں جو چیز نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتی تھی وہ ہے ان کی رُوحانی عظمت، ان کی حُبّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو غایت درجہ احترام کی آخری حدود کو پہنچی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی مشیّت پر کامل بھروسہ اور توکّل۔ اسی طرح سے فارسی اشعار بالخصوص مولانا رومی کے صوفیانہ کلام سے جو دیوان شمس تبریز کی شکل میں موجود ہے ان کے دِلی لگاؤ کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ اس دیوان کے بہت سے اشعار بغیر کسی دِقّت کے زبانی سُنا سکتے تھے۔

چوہدری صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے جو عشق تھا اُس کا ایک مثالی واقعہ مَیں سُنائے دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ ان کو کمر درد کی شکایت ہو گئی اور وہ وانڈزورتھ کے ہسپتال میں صاحبِ فراش ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مَیں ان سے ملنے کے لئے ہسپتال گیا اور اپنے ساتھ امام ترمذی کی لکھی ہوئی کتاب شمائلِ ترمذی لے گیا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرّہ کی زندگی، خدّوخال، لباس، روزانہ کی مصروفیات اور حضور کی عائلی اور پبلک زندگی کے حالات درج ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا کہ اگر اللہ کو منظور ہؤا تو مَیں کسی وقت اِس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مَیں نے وہ کتاب ان کے پاس چھوڑ دی اور ٹریسٹے چلا گیا۔

قریباً دو ماہ گذرنے کے بعد مَیں واپس انگلستان آیا اور چوہدری صاحب سے ملنے کے لئے ان کی رہائش گاہ گیا تو انہوں نے شمائلِ ترمذی کے انگریزی ترجمہ کی ایک مطبوعہ جِلد مجھے پیش کی۔ یہ ترجمہ دو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل ہو کر طبع بھی ہو گیا اور ازراہِ نوازش اس کا انتساب

میرے نام کے ساتھ کیا گیا جس تیز رفتاری سے چوہدری صاحب نے یہ کام سرانجام دیا اس پر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ مَیں نے غایت درجہ نرمی سے کسی قدر احتجاج کے لہجہ میں کہا کہ مَیں خود اِس کتاب کا ترجمہ کرنا چاہتا تھا تاکہ یہ سعادت میری مغفرت کا موجب بن سکے۔ اس پر انہوں نے کہا "شاید مستقبلِ قریب میں تمہیں اِس کام کے لئے وقت نہ ملتا اِس لئے مَیں نے خیال کیا کہ جب تک مَیں ہسپتال میں رہنے پر مجبور ہوں میرے وقت کا بہترین مصرف یہی ہو سکتا ہے کہ مَیں اِس کتاب کا ترجمہ کر ڈالوں"۔

مجھے آخری بار اُن کا ہمسفر ہونے کا موقع اُس وقت ملا جب اُنہیں مملکتِ مراکش کی اکیڈمی کے اِفتتاحی اجلاس میں شرکت کے لئے اکیڈمی کے مستقل سیکرٹری ڈاکٹر احمد تابئی بن ہما نے مدعو کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چوہدری صاحب دعوتِ طعام کے موقع پر شاہ حسن کے پہلو میں ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اِس کے بعد ایک اَور تقریب میں مَیں نے دیکھا کہ شاہ موصوف بذاتِ خود چوہدری صاحب کی طرف ایسے انداز میں ذاتی توجّہ دے رہے تھے کہ کسی اَور کی طرف مَیں نے اِس انداز سے شاہ موصوف کو متوجّہ ہوتے نہیں دیکھا۔ یہی نظارہ سیاستدانوں، فوجی جرنیلوں، طلباء اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ملاقاتوں کے دَوران دیکھنے میں آیا جو ان کا نام سُن کر ان کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے کھنچے چلے آتے تھے۔

مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ چوہدری صاحب حاجتمندوں کے لئے بہت فراخدل تھے بلکہ ان کی فراخدلی قابلِ اعتراض حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ شاید لوگوں کو اِس بات کا پوری طرح علم نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے زندگی بھر کا اندوختہ رفاہی کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس کا بڑا حصّہ بیت الفضل لندن کے امام اور دیگر رہائشی فلیٹس کی از سرِ نو تعمیر اور محمود ہال کی تعمیر پر صَرف کیا گیا۔ بقیہ حصّہ سے جو پانچ لاکھ ڈالر کے قریب تھا انہوں نے ایک رفاہی فاؤنڈیشن قائم کی جو "ساؤتھ فیلڈز ٹرسٹ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس ادارے سے ضرورتمندوں کو امداد ملتی ہے اور تعلیمی اغراض کے لئے بھی روپیہ صَرف ہوتا ہے۔

ایک اتوار کو جب انہوں نے ناشتہ کی دعوت قبول فرماتے ہوئے ہمیں میزبانی کا شرف بخشا میرے بھائی نے ان سے شکوہ کیا کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کو عمومی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا "مَیں نے ہدایت دے دی ہے کہ میری سالانہ پنشن جو قریباً بتیس ہزار ڈالر ہوتی ہے اُس فاؤنڈیشن کے اکاؤنٹ میں براہِ راست جمع کرا دی جائے جو مَیں نے قائم کی ہے۔ اس پنشن کا کوئی حصّہ مَیں اپنے پاس نہیں رکھتا۔ البتہ مَیں نے اس ٹرسٹ سے یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ وہ مجھے ذاتی اخراجات کیلئے سات پونڈ ہفتہ وار ادا کرے گا نیز سال میں ایک بار جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے پاکستان جانے کا اکانومی کلاس کا کرایہ بھی دے گا"۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے فرمایا "مَیں جانتا ہوں کہ اللہ کی عنایت سے مَیں ایک اچھا ایڈووکیٹ ہوں لیکن ایک عدالتی مقدمہ میں مَیں ہمیشہ ہار جاتا ہوں اور یہ مقدمہ وہ ہوتا ہے جس میں مَیں اپنی ذات کے لئے خود اپنی وکالت کی کوشش کرتا ہوں"۔

"سر ظفر اللہ نے مجھ پر جرح کر کے مجھے دو گھنٹے تک بڑی مشکل میں ڈالے رکھا۔" (سر ونسٹن چرچل)

ان کے دل میں دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبّت کا اتنا شدید جذبہ موجزن تھا اور وہ اس کے ناموس کے لئے اس قدر غیرت رکھتے تھے کہ کوئی شخص ان کی محفل سے اسی جذبہ سے سرشار ہوئے بغیر نہیں اُٹھ سکتا تھا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سال قرآن کریم، احادیث کی تین جلدوں اور بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب کے تراجم کرنے میں صَرف کر دیئے اور اِس طرح یکہ وتنہا انگریزی زبان میں قرآنی علوم کی ایک لائبریری تیار کر ڈالی۔ یہ سب جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں اِس لئے ممکن ہؤا کہ درجہ بدرجہ ماہ وسال کے گذرنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی کا شعور محض ایمانی کیفیّت کی بجائے ایک تجرباتی حقیقت کے طور پر پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔

کوئی شخص ان کی محفل سے دین کے لئے محبّت کے بے پناہ جذبہ سے سرشار ہوئے بغیر نہیں اُٹھ سکتا تھا

انہیں اپنی والدہ صاحبہ سے جو مَدّت ہوئی فوت ہو چکی ہیں، جس قدر محبّت تھی اس کا، اور جو سبق انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ سے سیکھے ان کا وہ ہمارے سامنے اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۷ پر اپنی والدہ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ:-

"جس آدمی کو ہم پسند کرتے ہیں اس سے مہربانی کرنا کوئی نیکی نہیں ہے نیکی یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے مہربانی کا سلوک کریں جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں"۔

اِسی طرح وہ فرمایا کرتی تھیں:-

"دوستی وہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے وقتی دوستی، دوستی نہیں ہوتی"۔

وہ خود اکثر یہ بات کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کو ذہن میں لاؤ جس میں فرمایا:-

"اگر تم میری نعمتوں کو نفع بخش کاموں میں صَرف کرو گے تو مَیں انہیں یقیناً کئی گنا بڑھاؤں گا لیکن اگر تم ان کا غلط استعمال کرو گے یا ان سے لاپرواہی برتو گے تو میری سزا بھی یقیناً بڑی سخت ہے"۔ (۸:۱۴)

میرے پاس اِس نوٹ کو ختم کرنے کا اس سے بہتر اَور کوئی طریقہ نہیں کہ مَیں ان کی کتاب "سرونٹ آف گاڈ" کے آخری حصّہ کا ایک مؤثر اقتباس پیش کروں جہاں وہ اپنے متعلق کہتے ہیں:-

ماہ وسال کے گزرنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی کا شعور ایک تجرباتی حقیقت کے طور پر پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔

"خادمِ عوام (پبلک سرونٹ) ہونے کی حیثیت سے اس کی کاروباری مصروفیات کا خاتمہ اس وقت ہؤا جب بین الاقوامی عدالت میں اس کی دوسری میعاد اختتام کو پہنچی۔ اس نے

بار ایٹ لاء ۲۱ سال کی عمر میں کیا۔ پھر ایک وکیل کی حیثیت سے ۱۲ سال کام کیا۔ ہندوستان اور پاکستان میں ۱۴ سال انتظامی عہدوں پر فائز رہا۔ قومی اور بین الاقوامی عدالتوں میں ۲۱ سال جج کے فرائض ادا کئے اور تین سال سفارتی کام بھی کیا۔ اس کو بہت سے اعزازات ملے لیکن وہ اعزاز جو اسے اب حاصل ہوُا ہے وہ سب سے زیادہ قابلِ اکرام ہے اور اس کے لئے سب سے زیادہ اطمینان کا موجب بھی۔ وہ اب صرف خدا کا خادم ہے اور اس عزّت کے لئے سب تعریف خدائیتعالیٰ کو ہی سزاوار ہے۔ اس کی ایک ہی تمنّا اور ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ اس کا مہربان آقا اس سے راضی ہو جائے اور اُس وقت تک کہ وہ اسے اپنی نوازش اور مہربانی سے اِس دنیائے دوں میں رکھنا پسند کرے اُسے ایسے مواقع فراہم کرتا رہے جن کے ذریعہ سے اسے اس کی اور اس کی مخلوق کی خدمت بجا لانے کی توفیق ملے اور اسے وہ صلاحیّت اور قوّت عطا کرے جس سے وہ خدمت اس رنگ میں ادا ہو جو اس کی جناب میں قبول کئے جانے کے لائق ہو۔ اس کے پاس تو اپنی کوئی ایسی چیز نہیں جو اس (خدا) کی خدمت میں لگائی جا سکے۔ یہ زندگی، صلاحیتیں، قابلیتیں، ذرائع، رشتہ دار، دوست احباب، یہ سب کچھ اسی کی عطا ہیں۔ اس کی اِلتجا ہے کہ اسے عقل و طاقت نصیب ہو تا کہ وہ تمام خدا داد عطایا کو اس کی خدمت میں صَرف کر سکے، اس کی رضا حاصل کر سکے اور بنی نوعِ اِنسان کی سچّی خدمت کر سکے۔ اپنی ذات کے لئے اس کی صرف یہی خواہش ہے کہ وہ اپنے مہربان خالق و مالک کو پالے۔ اس کو اپنے ربِّ کریم سے رحم، بخشش اور درگذر کی امید ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس کی بے شمار خطاؤں، کوتاہیوں، کمزوریوں، بُرائیوں، گناہوں، نافرمانیوں اور زیادتیوں کو اپنی رحمت کی چادر میں چھپائے رکھے اور دُنیا و آخرت کی ذلّت سے بچالے۔ خدا کرے کہ اس کی تمام ناپاکیاں دُور ہو جائیں تا کہ وہ (ربّ العزّت) جب پیغامِ اجل بھیجنا پسند کرے تو موت اس بے حقیقت دُنیا سے حقیقی زندگی میں باسہولت منتقلی کا ذریعہ ثابت ہو اور اعتقادی ایمان حق الیقین اور انتہائی طاقت میں تبدیل ہو جائے۔ آمین والحمد لِلّٰہ ربّ العٰلمین۔"

سب سے زیادہ عظیم

اور سب سے زیادہ طمانیت بخش اِعزاز

خدا اور اس کے دین کا چاکر

اور خدمت گزار ہونا ہے۔

دو ۲ لازوال نقش

(محترم ثاقب زیروی صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ 'لاہور')

سچ یہ ہے کہ حضرت چوہدری صاحب ایسی برگزیدہ شخصیت پر کچھ لکھنا تو دراصل اپنی ہی عزّت افزائی ہے ورنہ وہ مجھ ایسے کوتاہ قلم کی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں یہ لکھنا تو دراصل دُنیا والوں اور احمدیت کی آئندہ نسلوں کو یہ بتانے کے لئے ہے کہ خدائے عزّ و جلّ نے شجرِ احمدیت کو کیسے کیسے نفیس، ایمان و ایقان کی حلاوت و لذّت اور محبّت و شفقت کی مٹھاس سے بھرپور پھل عطا فرمائے جن کی خوشبو نے ایک عالم کو مہکا دیا۔

میرا دین: ستمبر ۱۹۷۴ء میں جماعتِ احمدیہ کے متعلق آئین میں ترمیم کا اعلان ہو چکا تھا۔ دل از حد بوجھل تھا اور چاہتا تھا کہ معاملہ گومگو میں نہ رہے۔ جماعت کے بنیادی عقائد اہلِ وطن کے سامنے جامع و مانع صورت میں آنے ضرور چاہئیں —— مگر یہ مقالہ کون لکھے؟ اور کس کے قلم سے نکلے؟ دیر تک سوچنے کے بعد دھیان جماعت کے مقتدر اور واجب التعظیم بزرگ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی طرف گیا جو خوش قسمتی سے ان دنوں پاکستان ہی میں تھے۔ مَیں نے اپنی خواہش اور تجویز کا ذکر برادرم مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب سے کیا۔ انہوں نے میری تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت چوہدری صاحب نے ہمارے دو ایک دفعہ کے بالواسطہ و بلاواسطہ تذکروں کے بعد حامی بھر لی اور فرمایا:

مگر لکھے گا کون؟ مَیں خود تو اب لکھ نہیں سکتا۔ بعض اَوقات ایک لمبا خط لکھنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ آپ مسلسل کتنی دیر تک لکھ سکتے ہیں؟ مَیں اِملاء کرا دوں گا۔

عرض کیا —— "مجھے گیارہ گھنٹے تک مسلسل لکھنے کا تجربہ تو ہے"۔ فرمایا تو کل چار بجے آجائیے مَیں آپ کا انتظار کروں گا۔ اور مَیں اگلے دن بعد دوپہر ٹھیک پونے چار بجے بنگلے پر پہنچ گیا اور میرے پہنچتے ہی حضرت کے خادمِ خاص اسمٰعیل نے اندر جا کر میری اطلاع کر دی۔

ایک لطیفہ بھی: اِتنے میں مجھے یاد آیا کہ مَیں اپنے ساتھ پان نہیں لایا اور یہ نشست لمبی ہو گی۔ ویسے بھی لکھتے وقت "پان" میری کمزوری ہے۔ مَیں نے ڈیوٹی پر موجود خادم عزیزم عبد المالک صاحب سے پان مہیا کرنے کے لئے کہا جو مُسکرا کر پاس سے گزر گئے اور جا کر عزیزہ محترمہ امۃ الحی سلّمہا سے کہہ دیا کہ ثاقب صاحب نے پان منگوائے ہیں اور انہوں نے کچھ پان لگا کر بھجوا دیئے۔ عبد المالک صاحب کی مسکراہٹ کا راز اگلے دن کُھلا جب معلوم ہوُا کہ ایک دن پہلے حضرت چوہدری صاحب ڈیوٹی پر موجود خدام سے تربیتی گفتگو کے دَوران انہیں نہ صرف سگریٹ نوشی سے باز رہنے کی تلقین فرما چکے تھے بلکہ پان خوری سے اجتناب کا مشورہ بھی دیا تھا۔

ٹھیک چار بجے مَیں کاغذ قلم سنبھال کر اور حضرت چوہدری صاحب شیلف سے نکال کر قرآن مجید اپنے سامنے رکھ لینے کے بعد لکھنے لکھانے کے لئے تیار ہوئے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور کوٹھی کا خادم کابل خاں ہاتھوں میں پانوں کی تھلیا لئے اندر داخل ہؤا اور آتے ہی کہا "لیجئے ثاقبؔ صاحب پان!" اِس منظر نے ایک لمحے کے لئے مجھے چکرا ہی تو دیا تاہم مَیں نے بات کو لطیف بنانے کے لئے کہا —— " کابل خاں پہلے حضرت چوہدری صاحب کو پیش کرونا!" حضرت یہ سُن کر متبسّم ہوئے اور فرمایا

"ثاقبؔ صاحب! ایہہ تھوڑا اے کہ پان میرے
کمرے وِچ آگئے نیں!"

مَیں نے عرض کیا مَیں تو خیر لڑکپن سے عادی ہوں اور لکھتے وقت مجھے پان کی کچھ زیادہ ہی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ویسے کبھی کبھار اس کا شوق فرما لینے میں کوئی حرج بھی نہیں اِس کا پتّا دل کو تقویّت دیتا ہے۔ سپاری مُنہ کی رطوبتیں زائل کرتی ہے۔ کتّھا گلے کو صاف کرتا ہے اور چُونا ...... مُسکرا کر فرمایا

"اچھا جناب مَیں سمجھ گیا آں کہ تُسیں لکھدے
وقت پان کھان دے عادی او یَرہُن تبلیغ
نہ فرماؤ۔ تُسیں کھاندے جاؤ مَیں دیکھدا رہواں گا"

اور شاید اِس لئے کہ وہ میری اِس کمزوری کو قابلِ معافی سمجھتے تھے اس کے بعد آئندہ جب بھی مجھے چائے یا کھانے پر یاد فرمایا برادرم مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب خود ہی فرما دیتے "لیجئے کھانا ہم نے کھِلا دیا ہے باقی آپ کے ذمّہ!

اِس لطیفے کے بعد کوئی چار بجکر پانچ منٹ پر حضرت چوہدری صاحب اِملاء کے لئے لب کُشا ہوئے اور فرمایا

"اِس مضمون کا عنوان ہوگا —— میرا دین!"

جس کے بعد مسلسل ساڑھے چار گھنٹے تک "اِملاء" کا سِلسلہ جاری رہا اس برجستگی اور نستعلیق پن کے ساتھ کہ حضرت بہ دَوران اِملاء نئے پیروں کے بارے میں بھی ہدایت فرماتے رہے کہ اب نیا پیرا شروع کیجئے —— یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ایسا مضمون لکھوا رہے ہیں جو اُن کے نوک بر زبان ہے —— نہ کوئی فقرہ دوبارہ لکھوایا نہ کسی "لفظ" کو تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ اس سارے عرصہ میں ایک دفعہ بھی یہ دریافت فرمایا کہ پہلے کیا لکھا تھا —— مضمون ابتداء میں جس رفتار سے لکھوانا شروع کیا تھا اُس رفتار میں آخر تک ذرا جھول نہ آیا —— اِملاء کرانے کی رفتار صرف اُس وقت قدرے دھیمی ہوتی تھی جب کوئی آیتِ کریمہ لکھوانا ہوتی تھی کیونکہ آپ آیاتِ قرآنی اور ان کا ترجمہ باقاعدہ قرآن مجید سے دیکھ کر لکھواتے تھے —— اِس "املاء" کے دَوران صرف دُو موقعے ایسے آئے کہ مَیں نے لکھتے لکھتے آپ کی طرف 'بھَوں' اُٹھا کر دیکھا جس پر آپ نے دونوں دفعہ فرمایا

اس وقت تو آپ یہی لفظ لکھ لیجئے مضمون کو
صاف کرتے وقت بے شک بدل لیجئے گا۔

دیدہ باید:

لکھنے اور لکھوانے کا یہ سِلسلہ ختم ہؤا تو ہم کھانے کی میز پر آ گئے —— کُرسی پر بیٹھتے ہی فرمایا "مَیں تو تین چار دن میں واپس جانے والا ہوں آپ اسے ہفتے عشرے میں صاف کر ہی لیں گے —— ضمنی عنوان بھی خود ہی لگالیں" —— مَیں نے کہا "حضرت! مَیں نے زیرِ ترتیب شمارے کی ایک کاپی اِس مضمون کے لئے رُکوا رکھی ہے اور مضمون کاتب کو آپ کی آخری توثیق کے بعد ہی دیا جائے گا اِس لئے انشاء اللہ العزیز اس کا مسوّدہ آخری شکل میں کل صبح ناشتے کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا —— میری یہ بات سُن کر ایک ناقابلِ یقین تاثر کے حامل تبسّم سے فرمایا "دیدہ باید"!

کھانے کے بعد کافی کا دَور چلا اس کے بعد کچھ دیر تک "حالاتِ حاضرہ" پر باتیں ہوتی رہیں جب محفل برخواست ہوئی اور مَیں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو "مصافحے" سے نوازتے ہوئے فرمایا —— "اِس وقت گیارہ بجے ہیں"۔ "جی ہاں" —— مَیں نے عرض کیا مگر فوری طور پر میرا دھیان اس طرف نہ گیا کہ آج خاص طور پر حضرت نے "وقت" کا ذکر کیوں فرمایا ہے۔

مَیں گھر پہنچتے ہی لکھنے بیٹھ گیا۔ ضمنی عنوان دیئے۔ جن "الفاظ" پر مَیں نے لکھتے وقت "بھَوں" اُٹھائی تھی اُن کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل الفاظ بھی لکھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازِ فجر سے کوئی آدھ گھنٹہ قبل مضمون مکمل ہو گیا اور اسی صبح کو ناشتے کے وقت حضرت چوہدری صاحب کے ہاتھوں میں تھا۔ آپ نے متبادل الفاظ کو پسند فرمایا۔ اور لکیروں کے اُوپر لکھے جانے والے الفاظ قلمزن فرما دیئے اور بغیر کسی اَور تبدیلی کے "او کے" (O.K) لکھ کر دستخط فرما دیئے اور مضمون مجھے واپس بھجوا دیا۔

یہ مضمون حضرت چوہدری صاحب کی پاکستان موجودگی ہی میں "لاھور" میں شائع ہو گیا جس کے بعد جماعتی جرائد ورسائل نے اسے اپنے اَوراق میں دُہرایا بعض جماعتوں نے اس کے خوشنما و مصوّر پمفلٹ بھی شائع کئے اور یوں یہ آواز پاکستان کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔ حضرت چوہدری صاحب لندن کے لئے روانہ ہونے لگے تو مَیں نے مضمون کے حامل شمارے کی تیس ۳۰ کاپیوں کا ایک پیکٹ احبابِ انگلستان کے استفادہ کے لئے ساتھ کر دیا۔ جہاز پر سوار ہونے سے قبل احباب سے مصافحہ فرماتے ہوئے (جب میری باری آئی) تو اِس عاجز کو معانقے سے نوازتے ہوئے فرمایا

"اب تو مَیں بھی پورے وثوق کے ساتھ کہہ
سکتا ہوں کہ ثاقبؔ صاحب بس واجبی سا ہی
سوتے ہیں۔ اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے"!

دوسری بے چین رات:

اور اب جو اُس کریم النفس کا ذکر چھڑ ہی گیا ہے تو اس کی اس عاجز پر شفقت و محبّت کا ایک اَور واقعہ بھی سماعت فرما لیجئے —— "لاھور" میں ستمبر ۷۴ء تک پاکستان بھر میں جماعتِ احمدیہ کے ارکان پر توڑے جانے والے مظالم کا "روزنامچہ" شائع ہونے پر بھٹو حکومت نے پبلشر "لاھور" (اِس عاجز) اور "لاھور" کے پرنٹر کے خلاف "ڈیفینس آف پاکستان رُولز" کے تحت تھانہ قلعہ گوجر سنگھ (لاہور) میں دُو مقدمات رجسٹر کرا دیئے جن میں دونوں کو ۲۴، ۲۴ سال کی سزا دی جا سکتی تھی —— ہم نے (پتہ لگنے پر) ہائی کورٹ میں ضمانت قبل از گرفتاری کیلئے رِٹ درخواست دائر کر دی جو ایک ڈویژن بنچ میں لگ بھی گئی مگر ہائی کورٹ کے پاس "ڈی پی آر" کے تحت قائم کئے جانے والے مقدمات میں ضمانت منظور کرنے کا اختیار باقی نہ رہا تھا۔ جج صاحبان ہر تاریخ پر ایڈووکیٹ جنرل سے ہمیں گرفتار نہ کئے جانے کی یقین دہانی حاصل کر کے ہمیں اگلی تاریخ دے دیتے۔ یہاں تک کہ اُن کی مروّت کا مزید امتحان لیتے رہنے کی بجائے ایک دن ہم نے اپنی درخواست واپس لے لی اور معاملہ اپنے ربّ پر چھوڑ دیا۔

اب مقدمات بھی قائم تھے اور گرفتاری بھی نہیں
ہوئی تھی مگر اس کا خدشہ ہمہ وقت ہمرکاب
رہتا تھا۔

گرفتاری کے لئے:

۱۱ فروری ۷۷ء کو دوپہر کے وقت تین چار پولیس افسر ایک دم دفتر میں دَر آئے اور بتایا کہ آج ہم ایک خصوصی بالائی حکم کے تحت آپ کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔ مَیں اُن کے ساتھ ہو لیا۔ منشی صاحب کو مَیں نے احمدی وکلاء کے چند نام لکھوا رکھے تھے کہ اگر اچانک ایسی اُفتاد آن پڑے تو ان میں سے جو بھی مِل جائے اُسے مطلع کر دیں۔ راستے میں پرنٹنگ پریس سے جناب محمد شفیع کو بھی ساتھ لینا تھا کیونکہ بطور پرنٹر وہ بھی میرے رفیق ملزم تھے انہیں لے کر جب ہم تھانے

میں پہنچے تو چوہدری اعجاز نصر اللہ خاں، مرزا نصیر احمد، چوہدری ادریس نصر اللہ خاں، جناب لطیف مبشر اور قریشی محمود احمد صاحب مرحوم پہلے ہی تھانہ میں پہنچ چکے تھے۔ ایس۔ ایچ۔ او صاحب نے بتایا کہ چونکہ تھانہ قلعہ گوجر سنگھ میں کوئی حوالات نہیں ہے اور آپ کو سول لائینز کے تھانے بھجوایا جائے گا اس لئے گرفتاری مغرب کے بعد ڈالی جائے گی۔ لیکن نہ جانے یہ انکی اپنی سوچ تھی یا کوئی مزید ہدایت کہ مغرب کے وقت انہوں نے ہم سے کہا کہ

> ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ آج کی رات اپنے اپنے گھر میں گذاریں اور کل صبح ½۹ اور ۱۰ بجے کے درمیان خود ہی تھانے آجائیں ہمارے اہلکار آپ کے گھروں پر گئے تو سَو باتیں بنیں گی اور بے تشک آنے سے قبل ٹربیونل میں ضمانت وغیرہ کی درخواست بھی دیتے آئیں۔

تھانے سے واپسی پر راستے میں مَیں نے "شاہنواز میڈیکل سٹور" سے برادرم مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خاں کو فون کیا تاکہ اگر ممکن ہو تو وہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کر دیں لیکن جانے فون میں کیا خرابی تھی مَیں نے تین چار دفعہ فون کیا ہر دفعہ وہ عقبی بنگلہ میں جا ملتا تھا اور جواب میں حضرت چوہدری صاحب کی آواز سُن کر مَیں چونگا رکھ دیتا تھا جبکہ چار و ناچار پانچویں دفعہ مَیں نے معذرت کے بعد مجملاً حضرت چوہدری صاحب ہی کو ساری رام کہانی سُنا دی جس کے بعد مجھے یوں آواز آئی جیسے اُن کے لرزتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور گر گیا ہو۔

ساری رات "لاہور" کا اگلا شمارہ تیار کرنے میں گزر گئی۔ پرچے کی تکمیل کے بعد نوافل کے دَوران اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے طمانیت عطا فرما دی اور مَیں نمازِ فجر کے بعد ایسا سویا کہ سوا آٹھ بجے آنکھ کُھلی ۹ بجے کے قریب مکرم و محترم محمد شفیع صاحب بھی پہنچ گئے کار میں بستر اور دیگر سامان رکھ کر لیکن مَیں نے ان کے اصرارِ بیحد کے باوجود اپنے ساتھ ایسا کوئی سامان لے جانا اپنے رب پر بے اعتمادی کے مترادف سمجھا۔ راستے میں انہوں نے اشارۃً دو ایک دفعہ کہا کہ "تمہیں کوئی خواب آگئی ہو گی اور تم اس پر جمے ہوئے ہو"۔ مَیں نے کہا بھائی جان خوابوں کے علاوہ بھی کئی انداز ہیں مولا کریم کے اپنے بندوں کو سکون بخشنے کے۔ ہو سکتا ہے میری "تفہیم" صحیح نہ ہو پھر بھی مجھ میں اُس جلیل و قدیر پر بے اعتمادی کی جرأت نہیں۔ بھیجنا تو ہمیں انہوں نے آخر سول لائینز کے تھانے ہی میں ہے نا۔ اگر ضرورت پڑ ہی گئی تو کسی کے ہاتھ پیغام بھجوا کر گھر سے بستر منگوا لوں گا۔ ہمارے پریس میں پہنچنے کے پانچ منٹ بعد ہی برادران مرزا نصیر احمد صاحب اور چوہدری اعجاز نصر اللہ خاں صاحب پہنچ گئے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ آپ جا کر ایس ایچ او صاحب سے پوچھ آئیں کہ کیا ہم حاضر ہو جائیں؟ دونوں بھائی گئے اور جب واپس آئے تو انکے ہاتھوں میں مٹھائی کا ایک ڈبہ اور ہونٹوں پر یہ خوشخبری تھی کہ

> گرفتاری نہیں ہو گی انسپکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ آج ½۸ بجے صبح بھٹو صاحب کے سیاسی مشیر (جناب محمد حیات تمن) کا فون آگیا ہے کہ گرفتار نہ کیا جائے۔ فالحمد للہ۔

مَیں کوئی ½۱۰ بجے کے قریب دفتر پہنچا تو منشی صاحب نے بتایا کہ آپ کے آنے تک "شاہنواز میڈیکل سٹور" سے ایک پٹھان چپراسی تین دفعہ آچکا ہے وہ ہر آدھ گھنٹے کے بعد آتا ہے کوئی پندرہ منٹ ہوئے تیسری دفعہ ہو کر گیا ہے۔ مَیں نے کہا تو مَیں میڈیکل سٹور سے ہو آؤں۔ کہنے لگے دس پندرہ منٹ انتظار کر لیں میرا خیال ہے وہ پھر آئے گا اور واقعی عجائب خاں پندرہ ایک منٹ کے بعد پھر آگیا اور کہا کہ

> بڑے چوہدری صاحب کا ہر بیس پچیس منٹ کے بعد فون آتا ہے کہ جا کر دیکھو کیا ثاقب صاحب دفتر میں آگئے ہیں؟

مَیں نے کہا ——— "جا کر میری طرف سے عرض کرنا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاملہ ٹل گیا ہے مَیں انشاء اللہ شام کو حاضر ہو کر تمام تفصیل عرض کروں گا" ——— مَیں کوئی چار بجے کے قریب دفتر سے اُترا تو نیچے حضرت کا ڈرائیور کھڑا تھا اُس نے کہا کہ "بڑے چوہدری صاحب" نے فرمایا ہے آپ آج شام کا کھانا ان کے ساتھ کھائیں گے مَیں نے کہا ——— "بہت اچھا۔ مَیں حاضر ہو جاؤں گا"۔ کہنے لگا "نہیں جی مَیں آپ کو ½۶ بجے خود لینے آؤں گا یہ بھی انہی کا حکم ہے"۔

مجھے کار گھر سے اُٹھا کر جب عقبی بنگلے کے صدر دروازے کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی تو گاڑی کی آواز سُنتے ہی وہ سراپا شفقت و محبت انسان بنگلے سے باہر آگیا اور میرے کار سے اُترتے ہی مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا

> "زندگی میں یہ دوسری بے چین رات تھی کہ مَیں اطمینان سے سو نہ سکا اور رات بھر اپنے رب سے یہی کہتا رہا مولا کریم! ثاقب نے صرف یہی تو کیا ہے کہ تیری جماعت پر توڑے جانے والے مظالم کی تفصیل چھاپ دی ہے دُنیا والوں اور احمدیت کی آئندہ نسلوں کی آگہی کے لئے"۔

مَیں نے نگاہ اُوپر اُٹھائی تو اُس کریم النفس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں۔ عرض کیا مولا کریم نے آپ کی دعائیں تو قبول فرما لیں اب یہ آنسو کیسے؟ فرمایا یہ "تشکر کے آنسو ہیں"۔

اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اپنے اس طاعت گزار بندے کو جو اپنے سے چھوٹوں اور مجھ ایسے تر دامنوں سے بھی بلا استحقاق بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اس کی باتوں میں بھی حلاوت تھی مگر اُس کے ذکرِ خیر میں بھی کچھ کم شیرینی نہیں۔

ندیم عہد شوق کی سنائے جا کہانیاں

ایک ہمدمِ دیرینہ کی یادوں کے چند خوش رنگ پھول

محترم شیخ اعجاز احمد صاحب محترم شیخ عطا محمد صاحب مرحوم کے فرزندِ ارجمند اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ محترم جسٹس جاوید اقبال صاحب چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے اپنے انٹرویو میں جو اس شمارہ میں شامل ہے آپ کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے
آپ کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی شاگردی ہی کا نہیں بلکہ ہمدمِ دیرینہ ہونے کا خصوصی شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے ہماری درخواست پر حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ اپنی طویل رفاقت کی حسین یادوں کے خوش رنگ پھولوں میں سے چند منتخب پھولوں کا ایک خوشنما گلدستہ عنایت فرمایا ہے جو موصوف کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔
(ادارہ)

قدرت کا عطا کردہ کمپیوٹر اور اس کی حیرت انگیز کارکردگی

محترم شیخ اعجاز احمد صاحب مدظلہ۔ کراچی

دادوستد کے کھرے

حضرت چوہدری صاحب لین دین کے بڑے کھرے تھے ان کی طبیعت کسی کا ایک پائی کا بھی زیرِ بارِ احسان ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔ برسوں کے بے تکلف دوستوں کو بھی اگر کسی کام کے انصرام کے لیے فرماتے اور اس سلسلہ میں کچھ خرچ ہوا ہوتا تو اصرار کے ساتھ پائی پائی ادا کرتے تھے۔ میرے ساتھ تو حساب چلتا رہتا تھا کیونکہ میرے ذریعہ دو ایک افراد کی مالی مدد کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ پاکستان واپس آنے پر میرا حساب دیکھ کر فرمایا اس حساب میں ایک فروگزاشت ہے۔ کراچی سے جاتے ہوئے میں نے تمہیں کچھ خطوط پوسٹ کرنے کیلئے دیئے تھے ان پر کچھ ڈاک خرچ آیا ہوگا وہ اس حساب میں درج نہیں۔ مجھے تو یاد بھی نہیں رہا تھا کہ وہ کتنے خطوط دیئے گئے تھے اور ان پر کتنا خرچ آیا تھا لیکن وہ مُصر تھے کہ ان پر جو کچھ بھی خرچ ہوا ہے وہ حساب میں شامل کیا جائے۔ میں نے عرض کیا مجھے تو یاد نہیں کتنے خطوط تھے۔ آپ کا حافظہ ماشاء اللہ بلا کا ہے اگر اس معمولی رقم کی ادائیگی پر آپکو اصرار ہے تو آپ ہی یاد کریں کہ

کتنے خطوط تھے اور ان کا حساب کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

قدرت کا عطا کردہ کمپیوٹر

ان کا حافظہ واقعی حیرت انگیز تھا۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری تحدیثِ نعمت اس عطیۂ الٰہی کا بیّن ثبوت ہے کیونکہ اس کا تقریباً ایک ہزار سے زائد صفحات کا مسوّدہ چوہدری صاحب نے محض اپنی یادداشت سے قلم برداشت لکھا تھا ان کے ایک بے تکلّف ملنے والے کو جب ایسا باور کرنے میں تامّل ہوا تو فرمایا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آپ کتاب میں سے کسی ایک واقعہ کے متعلق دریافت کر کے آزمالیں۔ میں اس کی تفاصیل زبانی بیان کر دونگا چنانچہ وہ صاحب تجربہ کرنے کے بعد قائل ہو گئے۔

حافظے اور یادداشت کا یہ کمال۔ گزشتہ واقعات کی تفاصیل۔ واقعہ کی تاریخ اور متعلقہ اشخاص کے ناموں تک محدود نہ تھا۔ اُن کے دماغ میں تو قدرتی کیمرہ یا کمپیوٹر لگا معلوم ہوتا تھا۔ اس کمپیوٹر کی کارگزاری کی دو مثالیں جو یاد آتی ہیں وہ بیان کر دیتا ہوں۔

آواز کے ذریعہ شناخت : اپنی عملی زندگی کی ابتداء میں بیرسٹری کی پریکٹس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دو تین سال لاء کالج لاہور میں جزوقتی لیکچرار کا کام بھی کیا۔ میں ان دنوں لاء کالج میں پڑھتا تھا چوہدری صاحب جب ہمیں رومن لاء پڑھاتے تھے کلاس میں ڈیڑھ دو سو طالب علم تھے۔ لیکچر شروع کرنے سے پہلے لیکچرار طلباء کی حاضری نوٹ کرتے جس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا یہ اس لیے کہ امتحان میں شمولیت کیلئے ضروری تھا کہ طالبعلم ہر مضمون کے لیکچروں کی ایک مقررہ تعداد میں حاضر رہا ہو۔

بایں وجہ طالبعلم حاضری لگوانے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ دوسرے اساتذہ کے لیکچروں میں حاضری لگوانے میں کوئی دشواری نہ ہوتی تھی۔ اگر "زید" کسی دن لیکچر میں حاضر نہیں تو اس کا نام پکارے جانے پر اس کا دوست "بکر" present کہہ دیتا لیکچرار کی نظر رجسٹر پر ہوتی وہ present کا لفظ سن کر زید کا حاضر ہونا نوٹ کر لیتا۔ چوہدری صاحب کی کلاس میں ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ شروع شروع میں کوشش کی گئی جو کامیاب نہ ہوئی۔ ان کی کلاس میں اگر زید کی بجائے بکر present کہتا تو جیسے وہ ہر ایک کی آواز کو پہچانتے ہوں فرماتے۔ " will Zaid please stand up" (مہربانی فرما کر زید کھڑے ہو جائیں۔) اب زید صاحب وہاں ہوں تو کھڑے ہوں زید کی غیر حاضری کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ دو چار مرتبہ ایسا ہوا تو سمجھ لیا گیا کہ اس لیکچرار کے ساتھ یہ حربہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

کے آدمی وکے پیرشدی : ابتداء میں اقوام متحدہ کی اسمبلی کے اجلاس نیویارک سے کچھ میل باہر لیک سکس میں ہوتے تھے۔ جب چوہدری صاحب اقوام متحدہ کے اجلاس کے لیے جاتے تو ان کا قیام نیویارک میں ہوتا۔ اس لیے اجلاس میں شمولیت کے لیے ہر روز لیک سکس موٹر پر جانا ہوتا۔ پاکستانی مشن کی موٹر کار کا ڈرائیور ایلمو نامی ایک جنٹنی تھا۔ ایک دن لیک سکس جاتے ہوئے ایلمو نے ایک غلط موڑ کاٹا چوہدری صاحب نے ایلمو کو اس کی غلطی کی طرف توجہ دلائی وہ نیویارک کا رہنے والا اور عرصہ سے وہاں ڈرائیونگ کرنے والا بھلا راستوں سے ناواقفیت کو کیسے تسلیم کر لیتا۔ بڑے فخر سے کہنے لگا Mr. Minister I know my job. (منسٹر صاحب میں اپنا کام خوب

جانتا ہوں) مطلب تھا کے آدمی وکے پیرشدی۔ میں ان راستوں سے بخوبی واقف ہوں۔ آپ میرے کام میں دخل اندازی نہ کریں۔ کچھ دور جا کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو کھسیانی ہنسی سے کہا Sorry Mr Minister I was wrong (منسٹر صاحب افسوس ہے میں غلطی پر تھا)

مرتا کیا نہ کرتا

چوہدری صاحب کو وقت کی پابندی کا بہت احساس تھا خود بھی وقت کے سخت پابند تھے اور دوسروں سے بھی پابندی کراتے شروع شروع میں تو اس اچھی عادت پر عمل پیرا ہونے سے مجھے خاصی کوفت ہوتی اب پابندی وقت کی عادت ہو گئی ہے اور بعض اوقات اس عادت پر عمل پیرا ہونے سے خفّت اٹھانی پڑتی ہے۔ قیام دہلی کا واقعہ ہے چوہدری صاحب نے کسی معاملہ پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی میں بھی اس کا ایک رکن تھا۔ سردیوں کے دن تھے۔ کمیٹی کے ایک اجلاس میں چوہدری صاحب نے دوسرے اجلاس کیلئے صبح کے آٹھ بجے کا وقت مقرر کیا۔ میں نے ذرا تاخیر سے وقت مقرر کرانے کیلئے پوچھا "یہ وقت تبدیل نہیں ہو سکتا" فرمایا "کیوں نہیں ہو سکتا ہے" اور صبح کے آٹھ کی بجائے سات بجے کا وقت مقرر کر دیا۔ مرتا کیا نہ کرتا صبح سات بجے پرانی دہلی سے نئی دہلی آنا پڑا۔

جوانوں کے جوان

چوہدری صاحب کو جوانی میں ہی ذیابیطس کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ انہوں نے خدا کے فضل سے ۹۳ سال کی عمر پائی۔ آخری ڈیڑھ سال کے علاوہ ذیابیطس کے باوجود ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ جس کی وجہ انکی باقاعدگی کی عادت تھی۔ معالج دوا یا خوراک کے سلسلے میں جو ہدایات دیتے وہ ان پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے۔ ۹۰ سال کی عمر تک چاق و چوبند رہے۔ ۱۹۶۳ء میں خاکسار عالمی ادارۂ خوراک و زراعت سے متعلق تھا۔ اس ادارہ کی ایک کانفرنس کے موقعہ پر واشنگٹن جانے کا اتفاق ہوا۔ کانفرنس کے اختتام پر تین چار ہفتوں کی چھٹی لے کر نیویارک گیا۔ چوہدری صاحب ان دنوں اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندہ تھے۔ میں ان کے ہاں ٹھہرا۔ ان کی رہائش ایک اپارٹمنٹ میں تھی جو پاکستانی مشن سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہ ہر صبح پارک میں دو میل روزانہ کی مقرّرہ سیر کرتے ہوئے پیدل دفتر جاتے۔ میرے لیے پیدل چلنا ہمیشہ مشکل رہا ہے۔ ناچار مجھے بھی ساتھ پیدل جانا پڑتا وہ تیز چلنے کے عادی تھے۔ صحت کے نقطۂ نظر سے بھی انہیں Brisk walk کرنا ہوتی تھی۔ میرے لیے ان کے ساتھ چلنا دوہری مصیبت تھی۔ مشن کے دفتر پہنچے۔ ان کا کمرہ تیسری منزل پر تھا۔ انہوں نے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ میں پہلے ہی ہانپتے کانپتے پہنچا تھا۔ ان کو سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھ کر پوچھا اس عمارت میں کوئی لفٹ نہیں؟ ہنس کر فرمایا۔ ہاں ہے۔ اُس کونے میں بوڑھوں کے لیے۔ تم اس میں آجاؤ۔ یہ کہہ کر وہ تو سیڑھیاں چڑھ گئے اور میں نے لفٹ میں سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ سیڑھیاں چڑھنے کی زحمت سے بچ گیا۔

دعاؤں کی فہرست

چوہدری صاحب کو جلد سو جانے کی عادت تھی۔ کیونکہ نمازِ تہجد کے لیے اٹھنا ہوتا تھا۔ ان کی تہجد کی نماز بہت وقت لیتی تھی اس لیے کہ دعاؤں کی فہرست بہت لمبی تھی اور دن بدن اور لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ کسی سے دعا کرنے کا

وعدہ کر لیتے تو جب تک دعا کی قبولیت کی خبر نہ مل جاتی دعا جاری رکھتے۔ ایک صاحب نے اُن سے اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ یہ ان کے لیے دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی لیکن ان صاحب نے چوہدری صاحب کو مطلع نہ کیا۔ پانچ چھ سال بعد ان صاحب کے کوئی عزیز انہیں ملنے آئے۔ چوہدری صاحب نے ان سے پوچھا کہ اُن صاحب کے ہاں اولاد ہوئی یا نہیں، تو بتلایا گیا کہ اللہ کے فضل سے ان کے ہاں دو بیٹے ہیں۔ اس پر آپ نے اس شخص کا قصہ سنایا جس کی بیوی نے بھینس دوہتے وقت بھینس کا کٹا اپنے خاوند کو پکڑا کر اسے بھینس کے سامنے کھڑا رکھنے کو کہا تاکہ محبت مادری میں بھینس زیادہ دودھ اتارے۔ بیوی دودھ لے کر چلی بھی گئی۔ اور فرمانبردار شوہر تعمیلِ حکم میں کٹا پکڑے بیٹھے رہے۔ فرمایا ہم تو کٹا پکڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ جب تک دعا کے لیے کہنے والے صاحب اطلاع نہ دیں کہ دعا قبول ہوگئی۔

ایسے دعا گو بزرگ کی دعاؤں سے اب ہم محروم ہوگئے ہیں۔ آئیے ہم سب بارگاہ ربّ العزت میں چوہدری صاحب کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کریں اور کرتے رہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اسکی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو

اللہ تعالیٰ کا عبدِ شکور

محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ
ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد سابق امام بیت الفضل لندن

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور کو قادیان جلسہ سالانہ کے موقع پر دور سے دیکھنے کا پہلا موقع اس طرح ملا کہ میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد کا طالبعلم تھا اور چوہدری صاحب وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے وہاں تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن پر اکثر احمدی بھی استقبال کیلئے گئے۔ مَیں بھی تھا۔ سرکاری افسران اور سیاسی لوگ بھی تھے۔ چوہدری صاحب نے سب کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ مغرب کی نماز کے لیے تشریف لائے نماز کے بعد احباب جماعت قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ چوہدری صاحب نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا میرے ساتھ ایک دوست کھڑے تھے۔ ان سے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہیں؟ انہوں نے بتایا تو فرمایا اپنے ماموں زاد بھائی کی برات میں جاتے وقت ہم لوگ آپ کے گاؤں میں ٹھہرے تھے، مکئی کا موسم تھا بھٹے کھانے یاد ہیں۔ پھر پوچھا یہاں کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا گورنمنٹ کالج میں پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا زمینداروں سے لوہار ترکھان کا مستقبل زیادہ روشن ہے۔ کوئی کام سیکھیں۔ اُس وقت کالج کے لڑکوں نے چوہدری صاحب کا یہ مشورہ دل میں ناپسند کیا مگر میں تھوڑی سی زرعی اراضی کا مالک ہونے کی حیثیت میں چوہدری صاحب کی آج سے پچاس سال پہلے کہی ہوئی بات کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ ایک طبقہ چاند ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے دوسرا گروہ اپنی بقاء کی خاطر تحفظات کی بھیک کے لیے سرگرداں ہے۔

درود شریف کی برکت سے

حضرت چوہدری صاحب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقعہ اس طرح میسر آیا کہ میں دسمبر ۱۹۴۵ء میں اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے انگلستان گیا۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس وہاں تھے۔ چوہدری صاحب اپنے چھوٹے بھائی محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کراچی کو ٹانگ کے اپریشن کے لیے وہاں لائے۔ چوہدری صاحب کا قیام اپنے دیرینہ جرمن دوست ڈاکٹر آسکر برونلر (DR OSCAR-BRONNLER) کے ہاں تھا۔ مگر ان کے بھائی ہمارے پاس رہے۔ جنگ عظیم کے بعد کا زمانہ تھا بے شمار انگریز فوجی زخمی ہوکر واپس آرہے تھے۔ ہسپتال بھرے پڑے تھے۔ چوہدری صاحب نے اپنے دوستوں سے رابطہ پیدا کرکے کسی ہسپتال میں داخلہ کی کوشش کی مگر منزل قریب نظر نہ آئی۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب کو تکلیف زیادہ تھی۔ ایک دن چوہدری صاحب

غیر متوقع طور پر تشریف لائے۔ انتہائی خوش تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے تھے۔ محترم شمس صاحب نے پوچھا اس خوشی کی کیا وجہ ہے۔؟ فرمایا رات مایوسی کی حالت میں بڑی دعا کا موقع ملا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ روہیمپٹن (ROEHAMPTON) میں ایک ہسپتال ہے جہاں ٹوٹے ہوئے اعضاء کا علاج ہوتا ہے اور مصنوعی اعضاء بھی لگائے جاتے ہیں۔ میں بغیر واقفیت کے وہاں چلا گیا۔ سارا رستہ بس میں درود شریف پڑھتا رہا وہاں جا کر انچارج ڈاکٹر کو ملا اپنا تعارف کرایا عبداللہ خان کی کیفیت بیان کی اور اب تک علاج کی رپورٹ دکھائی۔ ڈاکٹر رپورٹ پڑھ رہا تھا اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ پر درود بھیجتا رہا۔ ڈاکٹر نے سر اٹھایا اور کہا Sir Zafarulla although hard pressed I will admit your brother. میں نے شکریہ ادا کیا اور کمرہ سے باہر نکل کر لان (LAWN) میں سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر بھائی سے کہا عبداللہ خان تیار ہو جا ہسپتال آرام دہ نظر نہیں آتا مگر ہمیں تو علاج سے غرض ہے۔ چوہدری عبداللہ خانصاحب کا اس ہسپتال میں اپریشن ہوا گھٹنے کے جوڑ میں پن ڈال کر ٹانگ سیدھی کر دی گئی۔ پھر وہ ٹانگ جھکا نہیں سکتے تھے مگر کہا کرتے تھے کہ جو تکلیف میں نے سالہا سال دیکھی ہے اس کے مقابل پر اب جنت میں ہوں اس کے بعد لمبے عرصہ تک تک بڑی مصروف زندگی گزاری۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب جب صحتیاب ہو کر وطن واپس آ گئے تو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کچھ دیر اور انگلستان میں رہے آپ دوستوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے طور پر اپنے بھائی کے ہسپتال میں داخلہ کا واقعہ سنایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے دوستوں کا سہارا کام نہ آیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی برکت سے مشکل مرحلہ آسان ہو گیا کئی دفعہ خطبات جمعہ میں بھی احباب کو بھی تلقین کیا کرتے تھے کہ انسان کام میں مصروف ہوتے ہوئے بھی زبان سے درود بھیج سکتا ہے لیکن اگر زبان کام میں مصروف ہو تو فارغ اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سے بڑھکر کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔

نصف پنس بچانے کیلئے

ان دنوں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ ہم اکثر چوہدری صاحب کے برادر چوہدری عبداللہ خان صاحب کی عیادت کیلئے ہسپتال جایا کرتے تھے۔ جو بس اس طرف جاتی تھی اس کے مشن ہاؤس کے قریب دو اسٹاپ تھے۔ ایک لٹن گروو Lytton Grove اور دوسرا ویسٹ ہل West Hill۔ پہلا نسبتاً قریب تھا اگرچہ فاصلہ میں بہت معمولی فرق تھا۔ پہلے سٹاپ سے کرایہ دو پنس تھا اور دوسرے سے ڈیڑھ پنس ہم عموماً لٹن گروو کے بس سٹاپ سے سوار ہوتے تھے۔ چوہدری صاحب اگر کبھی مشن ہاؤس سے ہو کر ہسپتال جا رہے ہوں تو ویسٹ ہل بس سٹاپ سے سوار ہوتے تھے کیونکہ نصف پنس کی بچت تھی۔ ہسپتال میں جب بھی اکٹھے ہوتے تو چوہدری صاحب ہمیں نصیحت کرتے کہ تھوڑے الاؤنس میں کفایت شعاری سے اچھی طرح رہنا سیکھو۔ ہسپتال میں اکٹھے ہونے پر عموماً چوہدری صاحب دریافت فرماتے کون سے سٹاپ سے بس لی۔ ان کے سوال پر ایک دن صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے کہا کہ لٹن گروو بس سٹاپ سے سوار ہونے کی وجہ فضول خرچی نہیں بلکہ محض اس لیے کہ شہر جاتے ہوئے اسی سٹاپ سے سوار ہونے کی عادت ہے اس لیے غیر ارادی طور پر ادھر رخ ہو جاتا ہے ویسے آدھے آدھے پنس کا حساب بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ چوہدری صاحب کی عادت اپنی رائے ٹھونسنے کی نہیں تھی محض توجہ ہی دلایا کرتے تھے۔ صرف اتنا کہا کہ عادت کا غلام نہیں ہونا چاہیئے۔

چوہدری صاحب کا حافظہ بلا کا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بات ان کو بھولتی ہی نہیں۔ عموماً جن راہوں پر ان کا آنا جانا ہوتا تھا ان راستوں پر بسوں کے Fare stages کا ان کو علم ہوتا تھا۔ یہ بھی کہ کہاں سے کہاں تک زمین دوز ریلوے سے سفر کرنا ہے اور کہاں بس میں بلکہ کرایہ کی بچت کے پیشِ نظر ریلوے اور بس کا سفر ملا کر کیا کرتے تھے۔ جس دن انکی وفات کی خبر آئی میں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ تو انہوں نے کہا ڈیڑھ دو پنس والی بات یاد ہے۔ ایک سہانے خواب کی طرح وہ زمانہ یاد آگیا اور چوہدری صاحب کی بے تکلف مجالس بھی۔

نعماء الٰہی کی قدردانی

یہ اسوقت کی بات ہے جب لندن میں اشیائے خوردنی کی کمی کی وجہ سے راشننگ کا نظام جاری تھا اور ایک ہفتے کیلئے صرف ایک کلو دودھ ملتا تھا۔ ایک دفعہ مشن ہاؤس میں کھانے کی میز پر چائے کیلئے بیٹھے تھے۔ ہر چیز موجود تھی سوائے دودھ کے۔ چائے پلانے والا پریشانی کے عالم میں اندر باہر آ جا رہا تھا۔ محترم مولانا شمس صاحب نے پوچھا کیا بات ہے چائے میں کیا دیر ہے؟ جواب آیا دودھ پھوٹ گیا ہے۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہاں ہے لے آؤ۔ جواب ملا پھینک دیا ہے چوہدری صاحب نے فرمایا انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے۔ پھٹے ہوئے دودھ اور دہی میں کیا فرق ہے۔ یہی نا کہ ایک میں انسان کا عمل کا دخل ہے دوسرے میں نہیں۔ مگر انسان ایک کو ضائع کر دیتا ہے اور دوسرے کو شوق سے کھاتا ہے۔ پھر اپنا ایک واقعہ سنایا کہ میں چند دن کے لیے لندن سے باہر گیا ہوا تھا اس دوران میرے میزبان ڈاکٹر آسکر برونلر کو باہر جانا پڑا وہ جانے سے پہلے گھر میں موجود اشیاء خوردنی کی ایک فہرست میز پر رکھ گئے میں واپس آیا تو دیکھا کہ دہی پر اُلّی لگی ہوئی ہے میں نے وہ ہٹا کر دہی کھا لی۔ جو دوست چائے پلا رہے تھے انہوں نے بڑی حیرت سے کہا چوہدری صاحب آپ نے اُلّی لگا ہوا دہی کھا لیا محترم چوہدری صاحب نے بڑے پیار سے جواب دیا۔ ہاں کھا لیا اگر ڈاکٹر فلیمنگ وہی چیز آپ کو پنسلین کے نام سے پیش کرے تو آپ بھی بڑے شوق سے کھا لیں گے

ایک دفعہ چوہدری صاحب کے ساتھ کھانے میں اور دوستوں کے علاوہ میں بھی تھا اور چوہدری صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ کوئی چیز چوہدری صاحب سے گر گئی۔ میں نے میز پر موجود وہی چیز آگے کر دی۔ مگر اسی اثناء میں انہوں نے گری ہوئی شے اٹھا لی۔ میں نے عرض کیا یہ رہنے دیں۔ یہاں سے اور لے لیں۔ فرمایا۔ کیا یاد نہیں بچپن میں اگر کوئی کھانے کی چیز گر جاتی تھی تو مائیں کہا کرتی تھیں اٹھا کر پھونک مار کر کھا لو اور ہم بچپن میں ایسا

براد رم مولوی عبدالکریم مقیم لندن نے ایک دفعہ مجھ سے بیان کیا کہ حضرت چوہدری صاحب نے ایک دفعہ ان کی بڑی بیٹی عزیزہ صادقہ کو اپنی ایک قمیص بھجوائی کہ اس کا کالر پھٹ چکا ہے اسے الٹ دیں جب کئی دن گزر گئے اور قمیص درست ہو کر نہ آئی تو حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ قمیص ابھی تک درست ہو کر واپس کیوں نہیں آئی اس پر عزیزہ نے جواب دیا کہ اس قمیص کا کالر تو پہلے ہی الٹایا جا چکا ہے اب اسے مزید الٹانے کی کوئی صورت نہیں (روایت محترم مولانا محمد احمد صاحب جلیل)

ہی کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کی نعمت کیوں پھینک دی جائے۔ ہمیشہ اِنْ شَکَرْتُمْ کے نتیجہ میں ملنے والے فضلوں کے حصول کی خواہش کرنا چاہیئے۔

اکرامِ ضیف

۱۹۷۰ء میں جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب یورپ اور مغربی افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے مجھے بھی حضور کے قافلہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ چوہدری صاحب ان دنوں بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے صدر تھے ہیگ میں مجھے اور چوہدری محمد علی صاحب سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کو چوہدری صاحب کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مشن ہاؤس میں رات کے کھانے سے فارغ ہو کر چوہدری صاحب کے ساتھ ان کے فلیٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ منزل پر پہنچ کر چوہدری صاحب نے کار سے اتر کر جلدی جلدی ہمارے بیگ اٹھا لیے چوہدری محمد علی صاحب نے کہا یہ کیا آپ نے کمال کر دیا ہم آپ کے بچوں کی طرح ہیں۔ چوہدری صاحب نے فرمایا بس اتنی بات! کیا اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ کا ارشاد رسولؐ بھول گئے ہیں اور مجھے اکرامِ ضیف سے بھی محروم کرنا چاہتے ہیں۔ دیر کافی ہو چکی تھی۔ چوہدری صاحب نے ہمیں ہمارا کمرہ دکھایا اور پوچھا ناشتے میں کیا پسند ہے اور ناشتہ کس وقت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ فکر نہ کریں ہم خود کر لیں گے۔ چوہدری صاحب نے فرمایا اس وقت میں میزبان ہوں۔ یہ میرا فرض ہے۔ پھر چوہدری صاحب اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے آہستہ سے چوہدری محمد علی صاحب سے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے وضو کر لیں۔ چوہدری صاحب نے اسی طرح سرگوشی کے عالم میں کہا کہ میں رات کو دو دفعہ غسل خانہ جانے کیلئے اٹھا ہوں چوہدری صاحب کو عبادت کرتے ہی دیکھا ہے۔ خدا معلوم سوتے کب ہیں؟ اسی سوچ میں میں سو بھی نہیں سکا۔ رات کو ہم نے ناشتے کے لیے جو وقت بتایا تھا۔ عین اسی وقت چوہدری صاحب نے دستک دی اور فرمایا ناشتہ تیار ہے ناشتہ کر لیں۔ میں کورٹ کے لیے تیار ہوتا ہوں ہم نے ناشتہ کیا تو چوہدری صاحب تشریف لے آئے اور فرمایا تیار ہو جاؤ۔ میں اٹھ کر برتن دھونے لگا تو چوہدری صاحب نے آگے ہو کر میرے ہاتھ پکڑ لیے اور فرمایا آپ مہمان ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یورپ میں تو مہمان میزبان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سالہا سال اکیلا رہا ہوں۔ مجھے علم ہے مگر میں یورپین نہیں ہوں اور سنّت رسولؐ پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دھونا یاد نہیں؟ چوہدری صاحب نے اصرار سے ہمارے برتن خود صاف کیئے۔ اور دو تین سینڈوچ پلیٹ کر اپنی جیب میں رکھ کر کہا۔ that will do for my lunch یہ میرا دوپہر کا کھانا ہے اور ہمیں ساتھ لے کر عدالتِ انصاف کی طرف روانہ ہو گئے۔

سچی خیر خواہی

ایک واقعہ محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم نے سنایا کہ ان کے بھائی محترم چوہدری شکراللہ خان صاحب مرحوم ایک دفعہ قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے۔ بڑے بھائی جان یعنی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب ان دنوں ملک سے باہر تھے ان کو اطلاع دی گئی۔ ہم پُر امید تھے کہ وہ کسی بڑے افسر کو اشارہ کر دیں گے تو ہمارے بھائی کی خلاصی ہو

جائے گی۔ بڑی انتظار کے بعد ان کا خط آیا کہ آپکے خط سے بڑی تکلیف ہوئی، شکراللہ خان مجھے بہت ہی پیارا ہے میں اس کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں۔ اگر

فی الواقع اس نے یہ جرم کیا ہے تو میری محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کو اسکی سزا اس دنیا میں ہی مل جائے اس کی بخشش کا سامان ہو جائے۔ میں

سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر "ریاست" نے دہلی میں یہ واقعہ سنایا کہ تقسیمِ ملک سے قبل میرے اخبار پر کئی مقدمات تھے اور میں اس سلسلہ میں حضرت چوہدری صاحب سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ شملہ میں ملاقات کا وقت ملا۔ میں حضرت چوہدری صاحب سے ملا تو مشورہ کے بعد فرمایا کہ سردار صاحب یہ تو قانونی مشورہ تھا۔ لیکن ان سب پریشانیوں کے ازالہ کے لیے ایک تیر بہدف نسخہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ "صبح سویرے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیا کریں اس طرح آپ کی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی" (روایت مکرم عبدالقدیر صاحب درویش قادیان)

آخرت کے حساب کتاب اور سزا کے تصوّر سے بھی ڈرتا ہوں۔ اس جرم کا حساب اللہ تعالیٰ اُس جہان میں نہ لے۔ آپ سب دعائیں کریں میں بھی کرتا رہوں گا۔ شکراللہ خان بھی اللہ کے حضور گڑگڑائے اور اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی طلب کرے۔ بعض اوقات کسی اور وجہ سے انسان پکڑا جاتا ہے۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب نے بتایا کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران ہی بھائی جان ملک واپس تشریف لے آئے۔ حالات دریافت کئے مگر کوئی قانونی یا دوسرا مشورہ نہ دیا سوائے دعا کے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بھائی جان شکراللہ خان صاحب نے اس مصیبت سے خلاصی پائی۔

میں نے ایک دفعہ چوہدری صاحب سے آٹوگراف کی درخواست کی۔ چوہدری صاحب نے کاپی میں یہ تحریر فرمایا۔

عاشقِ جورِ یار شو عاشقِ مہرِ یار مو

Zafrulla Khan
23.10.46.

یا ارحم الراحمین! تو اپنے اس عبد شکور کو (جس کا نام ماں باپ نے ظفراللہ خان رکھا اور تو نے اپنے بے پایاں فیض سے اسے ہر لحاظ سے اس دنیا میں ظفرمند کیا اب جبکہ وہ تیرے حضور حاضر ہو چکا ہے اپنے احسان، فضل اور رحمت سے نجات یافتہ گروہ میں شامل فرما۔ آمین ثم آمین۔

درخت وجود کی ایک سرسبز شاخ

جناب راجہ غالب احمد کے قلم سے

● حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے خاکسار کی پہلی ذاتی ملاقات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ میری عمر اس وقت سات سال کے قریب تھی۔ میں اپنے والد محترم راجہ علی محمد صاحب اور حضرت نواب محمد دین صاحب رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہمراہ حضرت چوہدری صاحب کے دیدار سے مشرف ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب والد صاحب نے میرا تعارف کروایا تو حضرت چوہدری صاحب نے والد صاحب سے فوراً ایک سوال کیا " راجہ صاحب آپ نے ان کا یہ نام کیسے رکھا۔ آپ نے رکھا ہے یا حضور نے؟" محترم والد صاحب نے قدرے تامل سے اور کچھ جھجک کے ساتھ صرف اتنا کہا چوہدری صاحب! یہ نام میں نے اپنی ایک خواب کی بناء پر حضور کی خدمت میں تجویز کیا تھا اور حضور نے اسے منظور فرمالیا اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اپنے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفت "غالب" کا حضور کی بعثت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے

نو سال کے بعد

میری دوسری ذاتی ملاقات حضرت چوہدری صاحب سے ۱۹۴۴ء میں یعنی نو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد ہوئی۔ خاکسار اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا طالب علم تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہائش پذیر تھا۔ موسم سرما کی ایک دوپہر کو تقریباً تین بجے چند ہم عمر طلباء ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ اتنے میں حضرت چوہدری صاحب اپنی مخصوص ترکی ٹوپی پہنے ہوئے ایک جوان کے ساتھ اچانک ہمارے کمرے میں داخل ہوئے کچھ طالبعلم ہراساں سے ہو گئے۔ بہر حال حضرت چوہدری صاحب نے اپنا تعارف کروایا۔ پھر اپنے ساتھی (جن کا نام شاید مسٹر وید تھا اور وہ دہلی کے رہنے والے تھے اور چوہدری صاحب کے زیر تربیت تھے) کا تعارف کروایا۔ پھر ہم طلباء سے فرداً فرداً نام پوچھنے لگے۔ خاکسار نے جب اپنا نام بتایا تو آپ نے فوراً کہا " آپ سے پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے لاہور میں آپ کے والد صاحب اور نواب محمد دین صاحب کے ساتھ "۔ خاکسار کا محترم چوہدری صاحب کی یادداشت کی "غضب ناکی" کا یہ پہلا تجربہ تھا یہ سن کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک وہ شخص جو دینی اور دنیاوی مصروفیات میں بے حد اور بے پناہ منہمک رہتا ہے وہ ایک سات سالہ بچے سے ملاقات کا واقعہ جس کو گزرے ہوئے بھی نو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اپنی "شعوری یادداشت" میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور بغیر یاد کروائے از خود اُسے روزمرہ کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ یہ یادداشت اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے جو حضرت چوہدری صاحب کی زندگی میں ان کی ذات پر ذاتِ باری کی طرف سے مسلسل بارش کی طرح برستی رہیں ایک نعمتِ خاص تھی جس سے ان کی قوتِ شعور و تعقل اور استدلال و تدبر کی تشکیل و تعمیر ہوئی اور اسی "یادداشت" نے حضرت چوہدری صاحب

کی شخصیت کی تعمیر میں ایک بنیادی کردار ادا کیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت چوہدری صاحب کی یادداشت کے طفیل ان گنت معلومات، واقعات، حادثات، تعلقات اور امکانات اور ان کے بے شمار باہمی روابط چوہدری صاحب کے حضور دست بستہ غلاموں کی طرح ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ اور چوہدری صاحب اپنی بے پناہ حاضر دماغی کی بدولت اپنی وکالت، سیاست اور بلاغت و دعوت الی اللہ کے شعبوں میں ان سے وہ کام لیتے تھے جو ہر عام و خاص کے لیے کسی طرح ممکن نہیں۔ این سعادت بزورِ بازو نیست

ہاں تو جب چوہدری صاحب نے موجود طلباء سے ذاتی تعارف فرداً فرداً حاصل کر لیا تو پھر ہم سے مخاطب ہوئے کہ آپ لوگوں نے ہمارے آنے پر کوئی چیز یہاں یکدم چھپا دی تھی۔ وہ کیا تھی؟ ہم سب حیران ہوئے کہ چوہدری صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ کس طرح مشاہدہ کر لیا ہے کہ ہم نے کوئی چیز چھپائی ہے۔ فی الواقعہ جب چوہدری صاحب تشریف لائے تو ہم چند طلباء تازہ گاجریں کھا ہی نہیں رہے تھے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ "چر" رہے تھے اور وہ گاجروں کا "تھبہ" ہم نے جلدی سے بستر میں چھپا دیا تھا۔ حضرت چوہدری صاحب نے فوراً بستر کی تلاشی لی وہ گاجروں کا "تھبہ" برآمد کر لیا اور فرمانے لگے انہیں چھپانے کی تو کوئی ضرورت نہیں تھی یہ تو آپ لوگوں کی صحت کیلئے بہت اچھی ہیں اور پھر ہماری حوصلہ افزائی کیلئے ایک گاجر کا ٹکڑا توڑ کر خود کھایا اور ایک مسٹر وید کو دیا اور ہمیں کہا کہ " آپ اپنی گاجروں سے انصاف کریں اور ہمیں اب اجازت دیں کیونکہ میں نے وید صاحب کو ابھی اور بھی قادیان کے کئی مقامات دکھانے ہیں یہ تھا حضرت چوہدری صاحب کا مشفقانہ رویہ۔

تمہیں حیرت کیوں ہے؟

اسی شام ہوسٹل میں خاکسار کی ملاقات محترم خلیل احمد ناصر صاحب سے ہوئی۔ میں نے ان سے چوہدری صاحب کی ملاقات اور دوپہر کے واقعہ کا ذکر کیا۔ اور انکی یادداشت پر اپنی حیرت کے اظہار کے ساتھ اس بات کا بھی ذکر کیا کہ مسٹر وید کمیونسٹ ہیں انکو جماعت احمدیہ سے دلچسپی کس طرح پیدا ہو گئی؟ دوسرے دن نمازِ مغرب خاکسار حسب معمول بیت المبارک میں حضرت مصلح موعود کی امامت میں ادا کر کے جب فارغ ہوا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اس عاجز کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مسٹر وید کے قادیان آنے پر تمہیں حیرت کیوں ہے؟ تمہاری اس حیرت کا کل رات خلیل احمد ناصر صاحب نے ذکر کیا تھا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں یہ بتا دوں ہم نے ہر ایک کو دعوت دینی ہے اس میں کسی مفروضے کی بناء پر ایک طبقے سے پرہیز کر لینا واجب نہیں۔ اس واقعہ سے خاکسار نے اور بھی بہت سے سبق سیکھے۔ لیکن ایک شدید اثر دل اور دماغ پر یہ بھی تھا کہ ہمارے بزرگ ہم سے کس قدر محبت، شفقت اور اخلاص بھرا تعلق نہ صرف قائم کرتے ہیں بلکہ اس کو نبھانے کیلئے تردد بھی کرنا پڑے تو کرتے ہیں۔ محترم چوہدری صاحب نے خاکسار کو "بیت المبارک" کے انبوہ میں تلاش کر کے خاکسار کی ایک دماغی الجھن کو دور کرنے کیلئے اس شام محض للہ تکلیف اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی ہر رنگ میں جزا دیتا رہے (آمین) ورنہ خاکسار کی بساط کیا تھی۔ جماعت نہم کا تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ایک حقیر سا طالبعلم ہی تو تھا اور تو کچھ نہیں تھا لیکن پھر بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق کی نظر شفقت نے خاکسار کو اُس شام بیت المبارک میں

مغرب کی نماز کے بعد ایک خاص شان اور حسن و احسان سے نوازا

رفاقت کی شام

یہ شام خاکسار کو اس لیے بھی ہمیشہ یاد رہے گی۔ کہ جب خاکسار سے حضرت چوہدری صاحب گفتگو فرما رہے تھے تو ان کو دیکھ کر حضرت مولانا شیر علی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے خاکسار کا از خود حضرت مولانا شیر علی صاحب سے تعارف کروایا اور بتایا کہ یہ راجہ علی محمد صاحب کا بیٹا ہوں حضرت مولانا کمال شفقت سے خاکسار سے بغلگیر ہو گئے اور اس طرح حضرت چوہدری صاحب ایک طرح سے حضرت مولانا شیر علی صاحب کے سپرد کر کے خود وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اس شام حضرت مولانا نے خاکسار سے کہا اگر تم عشاء کی نماز تک بیت المبارک میں ٹھہر سکتے ہو تو چند منٹ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد مجھ سے ایک حدیث یاد کر لیا کرو اور اس حدیث کا سیاق و سباق بھی میں تمہیں بتا دیا کروں گا۔ یہ وہ "رفاقت" کی شام تھی جس نے اس ناچیز کو حضرت بانیٔ سلسلہ کے دو نہایت ہی ممتاز اور جلیل القدر رفیقوں سے نہ صرف ملوا دیا بلکہ ان کے فیضانِ صحبت سے مشرف ہونے کی خاص سعادت بخشی۔ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور اس کا خاص احسان تھا۔ حضرتِ مولانا کے درس حدیث کا یہ سلسلہ محض حضرت چوہدری صاحب کی شفقت سے رونما ہوا اور حسن و احسان کی ایک مشعل دوسری مشعل سے روشن ہوئی یہ وہ ستارے تھے جو اپنے مدار پر ہر لحظہ سرگرمِ سفر رہتے تھے اور جن اجسام اور وجودوں پر ان کی نگاہِ نور و التفات بظاہر حادثاتی طور پر یا اتفاقی طور پر پڑ جاتی تھی انکی کایا پلٹ کا سلسلہ بھی اسی لمحہ شروع ہو جاتا تھا۔ کیونکہ یہ وہ ستارے تھے جن پر چودھویں کے چاند کی چاندنی چادروں اُور برس چکی تھی۔ اور اسی چاندنی میں ان کی ڈوبی ہوئی نظریں جب ہم جیسے رُوسیاہوں پر پڑتی تھیں تو قلب و نظر میں ہیئتی تبدیلی کا ہونا بہرحال مقدّر ہوتا تھا۔

اجازت لینا ضروری تھا

تیسرا واقعہ جس کا یہاں ذکر کرنا یہ عاجز ضروری سمجھتا ہے وہ اغلباً ۱۹۶۶ء کا ہے۔ خاکسار کے سب سے چھوٹے بھائی عزیزم کرنل راجہ باسط احمد صاحب کی شادی لاہور میں ہی ہونا قرار پائی تھی۔ موسم سرما میں حضرت چوہدری صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم والد صاحب (راجہ علی محمد خان صاحب) بھی لاہور میں خاکسار کے ہاں تشریف فرما تھے۔ والد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت نامہ حضرت چوہدری صاحب کو بھی میں بھجوا دوں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو خاکسار یہ دعوت نامہ خود محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں جا کر پیش کر دے۔ والد صاحب نے فرمایا نہیں اسکی ضرورت نہیں، نہ جانے انکی کیا مصروفیات ہوں اور تمہارے جانے سے شاید یہ تأثر پیدا ہو کہ ہم سب ہر رنگ میں انکی شمولیت ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور کوئی صورت تکلّف کی نکل آئے جس میں ان کے لیے کسی قسم کی تکلیف کا پہلو ہو۔ تم یہ دعوت نامہ بذریعہ ڈاک بھجوا دو۔ اتنا ہی کافی ہے۔ خاکسار نے حسبِ ارشاد تعمیل کر دی۔ جس شام دعوتِ ولیمہ تھی اُسی دن خاکسار کو قریباً پانچ بجے شام حضرت چوہدری صاحب نے فون کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہوں گے جن کو آپ کی طرف سے شمولیت کی دعوت تو نہیں لیکن ان کو اسی شام میں نے کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ تو کیا میں انہیں اس دعوتِ ولیمہ میں اپنے ساتھ

لا سکتا ہوں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ آں مکرم کا تشریف لانا اور اپنے مہمان کو ساتھ لانا اس سے بڑھ کر اعزاز ہم سب کیلئے اور کیا ہوگا فرمانے لگے اجازت لینا بہرحال ضروری تھا

حضرت چوہدری صاحب سے خاکسار کو ملاقات کی شرف یابی ۱۹۷۶ء کے بعد ۱۹۸۵ء تک ہر سال ایک یا دو دفعہ ضرور میسر آجاتی تھی

• اُلجھن سے رہائی

خاکسار کی بیٹی کی شادی فروری ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ حضرت چوہدری صاحب حسبِ معمول موسم سرما میں لاہور میں ہی قیام فرما تھے۔ خاکسار نے مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کی وساطت سے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں شادی کی تقریب میں شمولیت کی درخواست کی جو آپ نے محض ازراہ شفقت قبول فرمالی اور شادی کی تقریب میں شمولیت اختیار فرمائی خاکسار نے یہ بھی درخواست کی ہوئی تھی کہ حضرت چوہدری صاحب اس تقریب میں اجتماعی دعا کروائیں گے۔ اس شادی میں کسی حد تک غیر متوقع طور پر حضرت بانی سلسلہ کے ایک جلیل القدر پوتے نے بھی محض شفقت اور اپنے مخصوص خاندانی حسن و احسان کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے شمولیت فرمائی۔ جب دعا کا موقعہ آیا تو خاکسار اس الجھن میں تھا کہ میں نے تو حضرت چوہدری صاحب سے دعا کے لیے کہا ہوا تھا اور اب ایک نئی صورت درپیش ہے۔ اس کا ذکر میں نے مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب سے بھی کر دیا آپ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں آپ محترم صاحبزادہ صاحب سے دعا کے لیے کہہ دیں۔ لیکن خاکسار کی طبیعت میں کچھ حجاب ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں حضرت چوہدری صاحب کے پاس سے گزرا تو حضرت چوہدری صاحب نے از خود حضرت میاں صاحب کی طرف اشارہ کیا اور خاکسار کی الجھن کو بغیر کہے سنے نہایت حکیمانہ انداز میں دور فرما دیا۔ ہاتھ سے ایک خوبصورت مگر خفی سے اشارے سے لفظوں اور جملوں کے تکلف کے بغیر نہایت ہی احسن طور پر رہائی دیدی۔ دعا کے بعد خاکسار کو

> ابو شعیبؓ نامی ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور حضورؐ کو پیغام بھیجا کہ حضور چار اور اشخاص کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے تشریف لائیں۔ جب حضورؐ چلنے لگے تو ایک اور شخص بھی ساتھ ہو گیا۔ جب آپؐ ابو شعیبؓ کے گھر پہنچے تو ان سے فرمایا کہ ہم پانچ آدمیوں کو تم نے بلایا تھا اور یہ شخص بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے اب بتاؤ اسے بھی اندر آنے کی اجازت ہے یا نہیں اس نے کہا یا رسول اللہ اجازت ہے تو آپ اس شخص سمیت اندر تشریف لے گئے
>
> (صحیح بخاری کتاب الاطعمہ)

اشارہ سے بلایا اور میرے ایک غیر از جماعت دوست کو متعارف کروانے کیلئے کہا۔ خاکسار نے عرض کی کہ وہ تو آپ سے اچھی طرح متعارف ہیں۔ فرمانے لگے نہیں آپ انہیں اپنے حوالے سے متعارف کروائیں۔ خاکسار نے ارشاد کی تعمیل کی۔ ان سے مل کر فرمانے لگے اب آپ سے ایک نیا تعارف ہوا ہے اور انشاء اللہ اس کے نتائج نیک ہوں گے وہ دن اور آج کا دن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس غیر از جماعت دوست کی اس دن سے عملی اور اخلاقی حالت اور جماعت کے ساتھ روابط کا ایک نیا دَور شروع ہو گیا اور اب تک اس میں خیر و برکت کا پہلو ہی نکلا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

● ایک خواب

اُسی شام ایک دوست نے اپنا ایک خواب مجھے سنایا جو وہ حضرت چوہدری صاحب کو ایک دن پہلے سنا چکے تھے۔ اُس مخلص احمدی دوست کا خواب کچھ یوں تھا کہ حضرت چوہدری صاحب اپنا ایک فاؤنٹین پین اس احقر کو عطا فرما رہے ہیں۔ اس خواب کا جب حضرت چوہدری صاحب سے ذکر ہوا تو بقول اس دوست کے چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ راجہ صاحب (اس احقر) کو بھی سلسلہ کی خدمت کا کوئی مناسب موقع ملے۔ اس خواب کے شاید ایک سال بعد خاکسار کو جب جماعت کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ازراہِ شفقت فضل عمر فاؤنڈیشن کا ایک ممبر بنایا تو خاکسار نے خیال کیا کہ اس فاؤنڈیشن کے صدر حضرت چوہدری صاحب ہیں اور یہ خواب اسی رنگ میں پورا ہو گیا ہے۔ لیکن اس خواب کا ایک اور رنگ میں بھی پورا ہونا مقدّر تھا۔ حضرت چوہدری صاحب کی آخری علالت کے ایّام اور وفات سے متعلق ایک آدھ کام میں خاکسار کو بھی شرکت کی توفیق نصیب ہوئی جس سے اس خواب کے بشر اور صادق ہونے کی تصدیق ہو گئی۔

اس پچاس سال کے عرصہ میں خاکسار نے جس حد تک حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی زندگی کا مطالعہ اور تجزیہ اپنے ذاتی مشاہدہ سے کیا ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ آپ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سدا بہار درختِ وجود کی ایک سرسبز شاخ تھے جو نہایت پیوستگی کے باعث خوب پھولی پھلی جس کے خوش رنگ پھولوں اور ان کی مسحور کن مہک نے تمام اکنافِ عالم میں بسنے والی اقوام و ملل کے مشامِ جاں کو اس شان سے معطر کیا کہ وہ فرطِ مسرّت سے جھوم اٹھیں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے بغیر نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی اولاد کو بھی ہر رنگ میں وہی سرسبزی اور شادابی نصیب فرمائے اور وہی سرفرازی بخشے۔ آمین۔

خفیف اشارے جن کے پیچھے فصاحت و بلاغت کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے

ننھے سے بیج میں نشوو ارتقاء اور علوّ وارتفاع کی بے پناہ قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ ان قوتوں کی وجہ سے ہی ایک ننھا سا بیج درجہ بدرجہ نشوو نما پا کر اور مختلف ترقی پذیر حالتوں میں سے گزر کر ایک تناور، بلند و بالا، سرسبز و شاداب گھنے سایہ دار اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس طرح مخلوق خدا کے لیے فیض رسانی کا موجب بنتا ہے۔

ذیل میں ہم نشو و ارتقاء اور ارتفاع کی قوتوں سے مالا مال ایسے ہی چند ننھے ننھے بیج قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ ان سے ظہور میں آنے والے ایک تناور درخت کی سرسبزی و شادابی، اس کی دور دور تک پھیلی ہوئی لہلہاتی شاخوں اور ان میں لگے ہوئے طیب و شیریں میووں کا چشم بصیرت سے مشاہدہ کر کے علمی و روحانی کیف و سرور حاصل کر سکیں۔ ان ننھے بیجوں سے مراد فن خطابت میں طاق اور شہرۂ آفاق عالمی سطح کے مقرّر و خطیب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی ایک تقریر کے ان نوٹس (NOTES) سے ہے جو موصوف نے اپنے ذہنِ رسا میں تقریر کا خاکہ بناتے وقت صفحۂ قرطاس پر خود اپنے قلم سے رقم فرمائے۔

یہ نوٹ ہر قسم کی تفصیل سے یکسر مبرّا ہوتے ہوئے یادداشت کی شکل میں انتہائی خفیف اشاروں کی حیثیت رکھتے ہیں یا پھر ان کی حیثیت ان چند قطروں کی سی ہے جن کے پیچھے علم و عرفان اور فصاحت و بلاغت کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے۔ یہ تقریر محترم چوہدری صاحب موصوف نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء کے مبارک موقع پر ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ

مشہورِ عالم خطیب کی ایک تقریر کا اشارات پر مشتمل خود نوشت نوٹ

افراد کے اجتماعِ عظیم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی اور اس طرح معرفت اور فصاحت و بلاغت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں کے پس منظر کو کمال خوبی اور خوبصورتی سے ایک دلکش و حسین پس منظر میں تبدیلی کر دکھایا تھا۔

تقریرِ دل پذیر کے ان انتہائی خفیف اشاروں سے محترم چوہدری صاحب موصوف کے اندازِ خطابت کے

بعض انتہائی قابلِ قدر پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔ سب سے اوّل اور مقدم بات یہ ہے کہ علمی تبحّر فنِ خطابت میں مہارت اور دلائل و براہین کو سجا سجا کر کمال سلیقہ سے پیش کرنے کی صلاحیت کے باوجود تقریر کے معاملہ میں بھی آپ کا تمام تر انحصار دعاؤں اور توکّل علی اللہ پر ہوتا تھا اور بحیثیتِ خطیب آپکی عالمی شہرت کا راز آپکی مقبول دعاؤں اور توکل میں ہی مضمر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی ہر تقریر کی طرح مذکورہ تقریر کے اشاراتی نوٹ کو بھی درج ذیل دعا سے شروع کیا ہے۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝
(طٰهٰ آیت ۲۶ تا ۲۹)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے ان اشاروں کو ان دعاؤں ہی سے شروع کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے معاً بعد "آمین" کا لفظ لکھ کر اپنے حق میں ان دعاؤں کی قبولیت کیلئے جنابِ الٰہی میں ملتجی ہوئے حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنی ہر تقریر کو خاص تعہد سے کبھی زیرِ لب اور کبھی باآواز بلند یہ دعائیں پڑھ کر شروع کیا کرتے تھے۔ اس کا التزام اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ جب ۱۹۶۲ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی صدارت کا جلیل القدر اعزاز آپ کے حصہ میں آیا تو اقوام عالم کے سربرآوردہ نمائندوں کے اس پُرشکوہ ایوان میں بحیثیت صدر آپ نے جو تاریخی خطاب فرمایا اس کا آغاز بھی انہی قرآنی دعاؤں سے کیا اس طرح اقوام متحدہ کے اس ایوان میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرنے کی غیر معمولی سعادت سب سے پہلے آپ ہی کے حصہ میں آئی اور آپ ہی کی آواز میں پہلی بار جنرل اسمبلی کی فضا اللہ تعالیٰ کے کلامِ معجز نظام سے معمور و مخمور ہوئی۔ یہ اعزاز، یہ شرف اور یہ امتیاز صرف اور صرف آپ ہی کے لیے مخصوص تھا۔ کوئی بھی اس منفرد اعزاز کو آپ سے چھین نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

نئی دنیا

حضرت چوہدری صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا ریڈیو سے نشری تقریر میں فرمایا "نئی دنیا کی بنیاد صرف اور صرف اخلاقِ فاضلہ پر ہو گی اور اسی وقت یہ نئی دنیا قائم ہوگی جب بنی نوع انسان یہ فیصلہ کرلیں گے کہ حکومتیں بھی اخلاق کے تابع رہیں گی اور مختلف ناموں اور بہانوں سے ضابطۂ اخلاق کو پامال کرنے کی کوشش نہیں کریں گی جب تمام بنی نوع انسان اس مسلک کو اختیار کرلیں گے اور جن سے اس بارہ میں کسی قسم کی غلطی ہوگی وہ اپنی اصلاح کرلیں گے تب یقیناً ایک ایسا نظام قائم ہوگا جو پائیدار ہوگا اور جس میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہ ہوگا"

محترم چوہدری صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء کی تقریر بعنوان "احمدیت کی تعلیم کا اثر غیر احمدیوں پر" کے انتہائی مختصر نوٹ جو چوہدری صاحب موصوف کے اپنے تحریر کردہ ہیں ہم اس توقع کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں کہ ان کا مطالعہ و مشاہدہ آپ کے اندازِ خطابت کے منفرد پہلوؤں اور افضالِ خداوندی کو جذب کرنے کی تڑپ اور جذبۂ بے پناہ سے آگاہی حاصل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب اشرح لی صدری و یسر لی امری و احلل عقدۃً من لسانی یفقھوا قولی۔ آمین۔

احمدیت کی تعلیم کا اثر غیر احمدیوں پر

(۱) عقائد۔ حقیقی (۔۔۔۔)

نسخ قرآن۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔

وفات مسیح۔ از ھر وغیرہ پیرزرک۔ آلد ثانی۔ دجال۔ المسیح الدجال۔

جہاد۔ جہاد بالسیف۔ آزادئ ضمیر۔ [قتل مرتد]

Declaration of Human Rights
Kathmi's Bill

عصمت انبیاء۔

حیاۃ بعد الممات۔ جسمانی؟۔ روحانی۔

فضیلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) علم کلام۔

قرآن و حدیث۔ سنت۔

قرآن کریم و صحف ادیان۔

اصول بحث۔

مٹ سکے گا تیری یادوں کا یہ گلزار کہاں

محترم بشیر احمد خانصاحب رفیق سابق امام بیت الفضل لندن
ایڈیٹر ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب حسین اخلاق کا مجسمہ، تواضع و انکساری اور خداخوفی کا پیکر اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور بہبودی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہنے والے وجود تھے۔ اس عاجز کو متواتر ۱۲ سال انگلستان میں ان کے زیر تربیت رہنے کا موقع ملا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

احمدیت کی ترقی

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف پاکستان میں ایک طوفان اٹھایا گیا بالآخر قومی اسمبلی کے ذریعے ایک آئینی ترمیم کے بعد مدہم پڑا۔ انہی دنوں پاکستان کے ایک روزنامہ کے نامہ نگار لندن میں حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں انٹرویو کے سلسلہ میں حاضر ہوئے اور چھوٹتے ہی نامہ نگار صاحب نے کہا کہ اب تو پاکستان میں جماعت احمدیہ کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ کیونکہ قانوناً ان پر تبلیغ و اشاعت کی پابندی لاگو کر دی جائے گی اور تبلیغ بند ہو جانے کے بعد جماعت کی وسعت پذیری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ بات کہہ کر اس نے حضرت چوہدری صاحب کا عندیہ معلوم کرنا چاہا۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ احمدیت کی ترقی و اشاعت بہرحال جاری رہے گی۔ خواہ اس کی تبلیغ پر کلیتہً پابندی بھی عائد کر دی جائے اور خواہ احمدی خود بھی فریضۂ تبلیغ ادا کرنے سے قانون سازی کے نتیجہ میں اجتناب کرنے لگ جائیں۔

اس پر نامہ نگار صاحب نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا کہ جب آپ عوام سے تبلیغی رابطہ ہی قائم نہیں کر سکیں گے تو عوام آپ کی جماعت میں کیسے شامل ہوں گے؟ ان کو کیسے پتہ چلے گا کہ آپ لوگوں کے کیا عقائد ہیں؟ نیز انہیں کون بتائے گا کہ بانی جماعت احمدیہ کے دعاوی کیا تھے؟ وغیرہ۔

حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ہماری جماعت کی ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ خواب یا کشف براہِ راست ہدایت پا کر جماعت میں شامل ہوئی ہے۔ انہیں کسی نے تبلیغ نہیں کی تھی خواب میں انہیں بتایا گیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ خود ان کی والدہ صاحبہ نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت ایک خواب کی بناء پر کی تھی کسی کی تبلیغ کے نتیجہ میں نہیں جماعت احمدیہ میں ایسے ہزاروں لاکھوں افراد موجود ہیں جو حلفاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے خواب رؤیا یا کشف کے نتیجہ میں حضرت مرزا صاحب کی شناخت کی اور داخلِ سلسلہ ہوئے پس کسی حکومت کا قانوناً تبلیغ سے روکنا خاطر خواہ نتائج نہیں پیدا کر سکتا۔

یہ جواب سن کر نامہ نگار صاحب خاموش ہو گئے

اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت چوہدری صاحب اپنی مرحومہ والدہ صاحبہ کے خواب کی تفصیل سے انہیں آگاہ کریں۔

والدین سے محبت

حضرت چوہدری صاحب مرحوم و مغفور کو اپنے والدین سے بیحد محبت تھی۔ خصوصاً اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ سے تو عشق کی کیفیت تھی۔ ۱۹۷۶ء میں خاکسار کو حضرت چوہدری صاحب کی معیت میں قادیان جانے کا موقعہ ملا۔ وہاں قیام کے دوران ایک دن حضرت چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا کہ چلو تمہیں اپنی کوٹھی "بیت الظفر" کی سیر کراؤں۔ خاکسار حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ "بیت الظفر" گیا۔ وہاں حکومت کے دو وزیر بھی موجود تھے اور بھی بہت سارے احباب تھے حضرت چوہدری صاحب نے کوٹھی دکھانی شروع کی۔ ہر کمرہ کے بارہ میں تفصیل سے بتاتے جاتے تھے۔ ایک جگہ جہاں سے اوپر کو سیڑھیاں نکلتی تھیں۔ آپ ٹھہر گئے اور آپ پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آواز بھی بھرا گئی۔ ہم سب خاموشی سے یہ کیفیت دیکھتے رہے چند منٹ بعد آپکی طبیعت سنبھلی تو رقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ امام صاحب! اس جگہ میری والدہ صاحبہ کو آخری غسل دیا گیا تھا۔ اور پھر اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ کی یادوں میں کھو گئے اور کچھ دیر بعد وہاں کھڑے کھڑے ان کے چند ایمان افروز واقعات سنائے مجھے وہ سماں بھی کبھی نہ بھولے گا جب آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ کی قبر پر دعا کے لیے کھڑے ہوئے اس وقت آپ کی حالت اسقدر غیر تھی کہ یوں لگتا تھا گویا آپ کسی اور جہان میں ہیں۔ آپکی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اور سینہ یوں شدتِ غم سے ابل رہا تھا جیسے ہانڈی چولہے پر ابل رہی ہو۔ دیر تک آپ کی یہ کیفیت رہی۔ اگلے دن فرمایا کہ میں اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر ایسے وقت میں جانا چاہتا ہوں جب میں اکیلا ہوں۔ چنانچہ اگلے ہی روز بہت ہی منہ اندھیرے آپ انکی قبر پر دعا کے لیے تشریف لے گئے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی بھی اپنے والد صاحب کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔ ایک دن والد صاحب نے مجھے ڈانٹا کہ تم سکول کیوں نہیں گئے اور حکم دیا کہ ابھی بستہ اٹھاؤ اور سکول جاؤ۔ میں فوراً تعمیلِ حکم میں سکول چل دیا۔ حالانکہ سکول بند تھا۔ سکول سے واپس آیا تو والد صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے عرض کیا کہ آج سکول میں تعطیل ہے۔

دلِ بدست آور کہ حج اکبر است

آپ کی زندگی ہر لحاظ سے نور اور روشنی کا مینار تھی جس پہلو سے بھی دیکھا جائے۔ آپ نہ صرف خود روشن تھے۔ بلکہ دوسروں کے لیے بھی آپ کی زندگی مشعلِ راہ تھی۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ آپ کی زندگی کا خاص الخاص وصف کیا تھا تو میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے دل میں غریبوں اسیروں، بیوگان، یتمٰی اور طلباء کے لیے جذبۂ خدمت ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ اپنی جان پر ظلم کر کے اور کفایت شعاری سے کام لے کر دوسروں پر اپنے اموال کو بے دھڑک خرچ کرنے میں آپ کو خاص لطف آتا تھا۔

انگلستان کے ایک نوجوان احمدی استاد کا انتقال ہو گیا جنہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے ان کی تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر قبرستان سے لوٹے تو راستہ میں حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ پتہ کرنا چاہیئے کہ اس خاتون اور ان کے بچوں کی آمد کا اب کیا ذریعہ ہوگا

میں نے عرض کیا کہ حکومت برطانیہ بیوگان کو خاصی پنشن دیتی ہے۔ اس لیے ہمیں کسی تردّد کی ضرورت نہیں آپ نے فرمایا۔ یہ درست ہے مگر حکومت اپنا کام کرے گی آپ اپنا کام کریں آپ کو حضور نے امام مقرر فرمایا ہے اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی بہبودی کا خیال رکھیں اس لیے خود جا کر حالات معلوم کریں چنانچہ اگلے دن میں اس خاتون سے جا کر ملا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی انہیں مالی امداد کی ضرورت تھی اور گورنمنٹ کی پنشن سے وہ چار بچوں کی صحیح نگہداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ خاکسار نے واپس آ کر حضرت چوہدری صاحب کو تفصیل بتائی تو فوراً اپنے ٹرسٹ سے اس خاندان کے لیے ایک معقول وظیفہ لگا دیا۔ اور حکم فرمایا کہ جب تک بچے برسرِ روزگار نہیں ہو جاتے یہ وظیفہ جاری رہے گا۔

آپ کا یہ فیض کسی مذہب و ملّت یا رنگ و قوم سے مخصوص نہ تھا۔ جہاں تک حقوق العباد کی ادائیگی کا تعلق تھا آپ کسی مذہب و ملّت یا رنگ و نسل میں تفریق روا نہ رکھتے تھے۔ آپ کے جاری کردہ ٹرسٹ سے مسلمانوں کے علاوہ سکھوں، ہندوؤں، انگریزوں اور افریقنوں کی مالی امداد ہوتی رہی اور اب بھی جاری ہے

اصول پسندی کا وصف

میں نے زندگی میں آپ سے کئی سبق سیکھے۔ ہم ایک ہی بلڈنگ میں مقیم تھے آپ کو ناشتے دوپہر کے کھانے یا شام کے کھانے پر میرے ڈائیننگ روم میں تشریف لاتے وقت بلڈنگ سے باہر نہیں جانا پڑتا تھا لیکن آپ ناشتہ سے لے کر شام کے کھانے تک پورا لباس زیب تن کئے بغیر کھانے کی میز پر تشریف نہیں لاتے تھے حالانکہ آپ ان دنوں ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے تھے میں نے دو ایک مرتبہ عرض کیا کہ آپ کیوں اسطرح پورے لباس کا تکلّف کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے زندگی کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے کہ صبح اٹھ کر پورا لباس پہن کر ہی کام کرنا ہے۔ خواہ کہیں باہر جانا ہو یا نہ ہو اس سے طبیعت میں کام کی رغبت بھی پیدا ہوتی ہے اور چستی بھی آجاتی ہے۔ اور کام کیلئے جس موڈ کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی میسر آجاتا ہے۔

ایک مرتبہ میرے داماد عزیز اعجاز احمد خان صاحب ڈائننگ ٹیبل پر ایسی حالت میں آئے کہ ان کی قمیص کے بٹن کھلے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا۔ "اعجاز! قمیص کے بٹن بند کر لو۔ علاوہ اس کے کہ بٹن کھلے رکھنا مناسب نہیں۔ بٹن ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ یہ بند رکھے جائیں۔" لباس کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے جو ستر پوشی کے علاوہ ملک کے شرفاء کا لباس ہو۔

حسنِ تربیت

تربیت اس رنگ میں فرماتے تھے کہ کسی کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔ ہر بات کی دلیل دیا کرتے تھے۔ ایک نوجوان حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے آپکی چند تصاویر بنانے کی اجازت چاہی۔ ساتھ ہی اس نے اپنے کیمرہ کی تعریفیں شروع کر دیں اور بتایا کہ اس نے وہ کیمرہ دو صد پونڈ میں خریدا ہے۔ یہ سن کر حضرت چوہدری صاحب کو بہت صدمہ ہوا کہ اس نوجوان نے کیمرہ کی خرید پر اتنی ساری رقم خرچ کر دی اور اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں اتنی بڑی رقم سے تم کئی ایسے کام کر سکتے تھے جن سے خدا تعالیٰ بھی راضی ہوتا اور تمہیں بھی دلی تسکین ملتی۔ تم چندہ دیتے تو سلسلہ کی خدمت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے اموال میں برکت ڈالتا کسی غریب کی مدد کرتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں نصیب ہوتی۔ کیمرہ خرید کر تم نے یہ رقم ضائع کر دی ہے تمہاری حیثیت

کے مطابق اتنی بڑی رقم فضول خرچی کے دائرہ میں آتی ہے۔ ہاں چندے ادا کرنے اور غربا کی خدمت کرنے کے بعد کچھ رقم بچ جاتی اور تم سستا سا کیمرہ خرید لیتے اور یہ شوق بھی پورا کر لیتے تو ہم خرما و ہم ثواب والی بات ہو جاتی۔

ایک نوجوان کو اس کی ہیئت کذائی پر نصیحت فرمائی کہ اپنے بالوں کو سنوار کر ٹھیک رکھا کرو۔ مغرب کی تقلید میں لمبے لمبے بال رکھنا نامناسب ہی نہیں بلکہ کسی احمدی نوجوان کے شایانِ شان بھی نہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ چوہدری صاحب! یورپ میں رہ کر یورپین معاشرہ کی تقلید نہ کرنا ممکن نہیں۔ حضرت چوہدری صاحب فرمانے لگے۔ میاں تمہارے باپ کی پیدائش سے بھی قبل میں یورپ آیا تھا اور تقریباً آدھی صدی ان ممالک میں رہنے کا موقع ملا ہے میں نے تو کبھی یورپین معاشرہ کے بدصورت حصہ کو نہیں اپنایا۔ یہ سن کر وہ نوجوان بہت شرمندہ ہوا۔ اور اسی وقت وعدہ کیا کہ اپنے بالوں کو درست کرے گا اور آئندہ مغرب کی اندھا دھند تقلید نہیں کریگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بے حد عشق تھا ہزاروں حدیثیں از بر یاد تھیں۔

عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے شمائل ترمذی کا انگریزی ترجمہ کیا جو ہم نے لندن مشن سے Prophet At Home کے نام سے شائع کیا۔ آپ نے قریباً دو ہزار احادیث کا ترجمہ بھی کیا جو لندن مشن سے THE WISDOM OF THE PROPHET کے نام سے شائع ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر آپ نے انگریزی میں "SEAL OF THE Prophet" کے نام سے ایک معرکہ آرا کتاب لکھی جو انگلستان کے ایک مشہور اشاعتی ادارہ نے شائع کی یہ کتاب بھی بے حد مقبول ہوئی۔

مشہور مستشرق کینتھ کریگ جو اسلام پر ایک درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب CALL TO MINARATE نے دنیا بھر سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کی ایک اور کتاب EVENT OF THE QURAN کے نام سے شائع ہوئی۔ ایک دن میں حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپکے ہاتھ میں یہ کتاب تھی۔ آپ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس شخص نے باوجود عیسائی اور معاندِ اسلام ہونے کے اس کتاب میں قرآن کریم کو جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جس پیارے انداز میں ذکر کیا ہے۔ اسے پڑھکر میں اپنی طبیعت پر قابو نہ پا سکا۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا یہ کمال ہے کہ دوست تو دوست بیگانے بھی آپ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پھر فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو مسٹر کریگ سے میری ملاقات کا انتظام کرو۔ خاکسار نے مسٹر کریگ کو کھانے پر مدعو کیا حضرت چوہدری صاحب نے دورانِ گفتگو مسٹر کریگ سے پوچھا کہ آپ نے باوجود عیسائی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ مسٹر کریگ نے عرض کیا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک سچا اور پاک انسان سمجھتا ہوں اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ انہوں نے دنیا کی اصلاح کے لیے عظیم کام کیا ہے۔ اگرچہ عقیدۃً مجھے آپؐ کی بعض تعلیمات سے اختلاف ہے لیکن میں آپ کی بڑائی کا دل سے قائل ہوں۔

حضرت چوہدری صاحب کو اس کی یہ بات سن کر بہت خوشی ہوئی ـــ ایک مرتبہ لندن مشن کے زیرِ اہتمام سیرۃ النبیؐ

کے موضوع پر ایک جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جس کی صدارت کے لیے مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کو دعوت دی گئی جو انہوں نے قبول کر لی اور ایڈنبرا سے خاص اس جلسہ میں شامل ہونے کے لیے لندن تشریف لائے وہ حضرت چوہدری صاحب سے بھی ملاقی ہوئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے منٹگمری واٹ سے کہا کہ آپ کی کتاب "محمد ایٹ مکہ" جب میں نے پڑھی تو مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر ناروا اور غلط اعتراضات کیے تھے۔ میں نے یہ عہد کیا کہ آئندہ آپ کی کوئی کتاب نہیں پڑھوں گا کیونکہ آپ کا انداز دیانتدارانہ نہیں تھا۔ لیکن جب ایک دوست کے اصرار پر میں نے آپ کی کتاب "محمد ایٹ مدینہ" پڑھی تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کا انداز وہاں مؤدبانہ تھا اور اپنی ناسمجھی کے نتیجہ میں جو غلط باتیں لکھی ہیں وہ اس لیے نظر انداز کرنے کے قابل ہیں کہ آپ کا مطالعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بارہ میں اتنا وسیع نہیں جتنا ایک مسلمان عالم کا ہو سکتا ہے لیکن آپ نے اس دوسرے حصہ میں جان بوجھ کر اعتراض نہیں کیا۔ مسٹر واٹ نے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ "محمد ایٹ مکہ" لکھتے وقت میری معلومات کا دائرہ اتنا وسیع نہ تھا جتنا بعد میں ہوا۔ اس لیے دونوں کتب میں یہ نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی اور نماز تہجد میں التزام آپ کے خاص وصف تھے

دست در کار و دل بایار

جب بھی ہم سفر پر جاتے اور کہیں قیام ہوتا تو شام کو کھانے کے بعد بیڈروم میں جانے سے قبل آپ عموماً یہ سوال پوچھا کرتے تھے کہ فجر کی نماز کا کیا وقت ہو گا اور نماز میرے کمرہ میں آکر پڑھیں گے یا میں آپ کے کمرہ میں آجاؤں؟

ایک بار فرمایا کہ مجھے ملکہ میری نے ایک دفعہ ونڈسر کے محل میں ذاتی مہمان کی حیثیت سے مدعو کیا۔ میں انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ ملکہ جب ملاقات کیلئے بلائیں تو جب تک ملکہ خود ملاقات کو ختم نہ کریں آپ ان کی موجودگی میں اشارۃً بھی ملاقات کے اختتام کی کوشش نہیں کر سکتے وغیرہ۔ میں جب ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ملاقات اتنی لمبی ہو گئی کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نماز عصر ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرے چہرے پر فکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ ملکہ جو بے حد زیرک تھیں فوراً سمجھ گئیں کہ میری طبیعت پر کوئی بوجھ ہے انہوں نے دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ میری نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے ملکہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور حکم فرمایا کہ ظفراللہ خان کی نمازوں کے اوقات نوٹ کر لو اور اگر دورانِ ملاقات ان کی کسی نماز کا وقت ہو جائے تو مجھے بتا دیا کرو اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرما دیا کہ پھر مجھے نماز کے بروقت ادا کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک دفعہ ایک نوجوان نے دورانِ گفتگو کہا کہ فجر کی نماز یورپ میں اپنے وقت پر ادا کرنی بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے اور میں کبھی پسند نہیں کرتا کہ اپنی مثال دوں۔ لیکن آپ کی تربیت کے لیے یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً نصف صدی کا زمانہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے دعائیں آپ زیادہ تر نماز تہجد کے دوران کیا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے دعا کیلئے کہا ہوتا تھا ان کے لیے نام بنام دعا کیا کرتے تھے۔ جب کوئی دعا کیلئے عرض

کرتا تو اس کا نام دریافت کر کے اسے حافظہ میں محفوظ فرماتے۔ پھر جس غرض کے لیے دعا کی ضرورت ہوتی وہ دریافت فرماتے۔ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ محض رسمی طور پر دعا کیلئے کسی کو کہا جائے۔

ایک شخص پر کوئی مقدمہ تھا۔ اس نے حضرت چوہدری صاحب سے دعا کی درخواست کی اور بتایا کہ فلاں تاریخ کو فیصلہ سنایا جائے گا حضرت چوہدری صاحب نے بعد میں مجھے بتایا کہ جس دن اس شخص کے مقدمہ کا فیصلہ ہونا تھا میں سارا دن اگرچہ عدالت کے کاموں میں مصروف رہا لیکن سارا دن دل ہی دل میں اس کے لیے دعا بھی کرتا رہا اور یہ کیفیت سارا دن رہی۔ شام کو جب اسی شخص نے ٹیلی فون پر بتایا کہ فیصلہ اس کے حق میں ہو گیا ہے تو طبیعت پُرسکون ہو گئی۔

احسان شناسی

ایک دفعہ ہم لندن سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع قبرستان بروک ووڈ گئے۔ احمدی احباب کی قبروں پر دعا کرنے کے بعد حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ اس قبرستان میں سر فضل حسین کے صاحبزادے کی بھی قبر ہے جنہیں وفات پائے اب چالیس سال ہونے کو ہیں اور فرمایا کہ اس کے والد کے مجھ پر احسانات ہیں اس لیے میں روزانہ بالالتزام اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ قبر مل جانے پر آپ کو اس بات کا افسوس ہوا کہ قبر کا تعویذ بہت خستہ حالت میں تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ قبرستان والوں کو ہدایت کریں کہ قبر کو درست کریں۔ اس کا سارا خرچ میں ادا کر دوں گا۔ اسکی تعمیل کر دی گئی اور قبر کو درست کرا دیا گیا۔

تیرے بعد

جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) ساہیوال

اک چراغ علم کا روشن تھا۔ بجھا تیرے بعد
دہر میں اب کوئی تجھ سا نہ رہا تیرے بعد
رہے گردش میں بہت ارض و سما تیرے بعد
تیرے جیسا نہ ملا پر نہ ملا تیرے بعد
تیری تقریر کی لذت تھی کہ اک عالم تھا
کس کو خوش آئیگی اب اور صدا تیرے بعد؟
بزمِ اقوام میں تُونے جو روایت چھوڑی
اب اسے کوئی نباہے گا بھلا تیرے بعد؟
خوش لباسی میں کہاں سادگی تیرے جیسی
خوش کلامی میں کہاں تیری ادا تیرے بعد؟
نظم اور ضبط کی اقدار ہیں ترکہ تیرا
رہنما ہیں تیرے افکارِ رسا تیرے بعد
تجھ کو روئے گی زمانے میں کریمی کی روش
تجھکو ڈھونڈے گی تری جود و سخا تیرے بعد
منتظر خلد میں آغوش تھی ماں کی کب سے
اب رہے گی نہ ترے واسطے وا تیرے بعد
وصل کی راہوں پہ چلتا جو رہا تو دن رات
مل گیا ہو گا تجھے تیرا خدا تیرے بعد
تھی بہت دیر زمانے کو ضرورت تیری
وائے پر تیری بجائے میں جیا تیرے بعد

محترم جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ

کا

خراجِ عقیدت

وہ میرے بہت شفیق بزرگ تھے۔ انہوں نے عالمی ایوانوں میں مجھے اعتماد کے ساتھ بولنے کی تربیت دی

انٹرویو:۔ عبد السمیع خان

● **سوال:** چوہدری صاحب سے آپ کے تعلقات کا آغاز کب ہوا اور ان کے ساتھ آپ کے کیسے مراسم تھے؟

● **جواب:** میری ان سے جان پہچان تو بچپن سے ہی تھی کیونکہ وہ میرے والد کے COLLEAGUE رہ چکے تھے۔ پھر میرے ایک اور عزیز ہیں شیخ اعجاز احمد صاحب۔ وہ ان کے بہت قریبی دوست تھے۔ اس وجہ سے میری ان سے بچپن سے ہی صاحب سلامت تھی اور وہ مجھ سے ہمیشہ بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے رہے۔ ان کے اور میرے تعلقات اس قسم کے تھے جیسے ایک بزرگ کے تعلقات اپنے جونیئرز کے ساتھ ہوتے ہیں۔ میرے ان کے ساتھ ذاتی مشورے بھی ہوتے رہتے تھے۔ یوں کہہ لیجئے کہ میرے لئے وہ ایک شفیق بزرگ کی طرح تھے یا جیسے ایک چچا کی حیثیت ہوتی ہے۔ میرے کالج کے زمانے کی بات ہے وہ کبھی شملہ جاتے تو مجھے بلوا بھیجتے اور احوال پوچھتے کہ پڑھائی کیسی ہو رہی ہے۔

● **س:** آپ چوہدری صاحب سے آخری ایام میں بھی ملتے رہے ہیں ان دنوں میں کوئی خاص بات اُن سے ہوئی ہو؟

● **ج:** جی ہاں۔ چوہدری صاحب آخری ایام میں جب کبھی بھی لاہور تشریف لاتے (جب تک وہ صحت مند رہے) ان کا یہ معمول تھا کہ ایک دفعہ دوپہر کا کھانا ضرور میرے ساتھ کھاتے تھے یا مجھے بلوا بھیجتے۔ عموماً رات کے کھانے پر میں ان کے ہاں جاتا تھا اور یہ معمول کئی سال تک برقرار رہا یہاں تک کہ آخری

دَور میں جب وہ بیمار تھے تو مَیں پتہ کرواتا رہا کہ کیا چوہدری صاحب کی صحت اجازت دیتی ہے کہ وہ تشریف لا سکیں مگر وہ بہت کمزور ہو گئے تھے اور ان کے لئے میری دعوت قبول کرنا ممکن نہ تھا۔

● س : بحیثیت وکیل اور جج چوہدری صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

● ج : چوہدری صاحب اپنے زمانے کے ایک بہت ہی اہم وکیل تھے اور اِسی طرح وہ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج بھی رہے۔ اِس حیثیت سے بھی ان کا اپنا مقام تھا۔ عالمی عدالت کے جج بھی رہے مگر ان کو بحیثیت جج کے اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا نہ مَیں وکالت میں ان کا ہم عصر تھا اور نہ ہی کبھی ان کی عدالت میں پیش ہوا کیونکہ اس وقت تو مَیں کم سِن تھا مَیں ان کے اس دَور سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ مگر ان کا نام اس ضمن میں بہت معروف ہے اور وہ ہمارے EMINENT (ذی مرتبت و ذی شان) ججز میں سے ایک تھے اور قانون پر ان کی گہری نظر تھی۔

اقوامِ متحدہ میں انہوں نے اسلامی ممالک کی آزادی کے لئے جو کردار ادا کیا وہ ایک وکیل ہونے کی حیثیت سے تھا۔ باقی مقررین تو اب بھی لکھ کر تقریریں کرتے تھے اور پندرہ منٹ سے زیادہ کوئی بولتا نہیں مگر چوہدری صاحب چار چار پانچ پانچ گھنٹے نوٹس کی مدد سے تقاریر کرتے رہے یہ کوئی آسان کام نہیں اور شاید ایک سیاستدان ایسا نہ کر سکتا ہو جب تک کہ وکیل کے طور پر اس کی ٹریننگ نہ ہو۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ ان کی اصل شخصیت ایک بہت قابل وکیل کی تھی۔

● س : چوہدری صاحب کے کسی خاص فیصلہ کا ذکر کرنا آپ پسند کریں گے؟

● ج : اِس وقت تو ان کا کوئی خاص فیصلہ میری نگاہ میں نہیں ہے۔ اصل میں ان کے فیصلے انڈین فیڈرل کورٹ سے متعلق ہیں اور بعد کے مسائل اتنی الگ نوعیت کے تھے کہ ہمیں اِس زمانے میں اتنے پُرانے کیسز کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس سے یہ مطلب نہیں کہ ان کی EMINENCE (امتیازی شان) نہیں ہے۔ وہ ایک EMINENT جج تھے لیکن اِس وقت میری نگاہ میں ان کا کوئی مخصوص فیصلہ نہیں ہے۔

● س : آپ کو اقوامِ متحدہ میں چوہدری صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے اس دَور کی کوئی قابلِ ذکر بات بیان فرمائیں؟

● ج : ۱۹۶۰ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک مَیں پاکستان کے مندوب کی حیثیت سے اقوامِ متحدہ میں کام کرتا رہا۔ اس دَوران دُو مرتبہ ایسی صورت ہوئی یعنی ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۲ء میں جبکہ چوہدری صاحب ہمارے سفیر تھے کہ انہوں نے مجھے اپنا ALTERNATE (متبادل) بنایا ہوا تھا جس وقت وہ کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے اپنی سیٹ پر نہیں ہوتے تھے تو مَیں ان کی جگہ پر بیٹھتا تھا۔ عالمی عدالت کے جج کی حیثیت سے ان کے دوسری دفعہ انتخاب کے وقت بھی مَیں وہیں تھا اور ہم نے ان کے حق میں مہم چلائی۔ پھر وہ دَور آیا جب انہوں نے جنرل اسمبلی کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔ اس وقت بھی ہم نے ان کے حق میں لابنگ کی۔

اقوامِ متحدہ میں میرے قیام کے دَوران انہوں نے یقینی طور پر کوشش کی کہ عالمی معاملات میں مجھے GROOM (یعنی ان کے نشیب و فراز اور رموز و نکات سے بہرہ ور) کیا جائے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اب جو میرا بہت سارا وقت باہر کے ممالک میں گزرتا ہے کانفرنسز کے سلسلہ میں یا یہ کہ مَیں بعد میں اقوامِ متحدہ میں بھی جاتا رہا ہوں تو اِس قِسم کے بَین الاقوامی اداروں میں اعتماد کے ساتھ بولنا اور بغیر نوٹس کے بولنا اس کی مجھے انہی سے تربیت ملی۔ اب مجھے نہ نوٹس کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی مجھے کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے۔

● س : وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے چوہدری صاحب نے کیسی خدمات سرانجام دیں؟

● ج : ان کا اور میرا تعلق اس زمانہ میں محض اسی قِسم کا تھا جیسے ایک بزرگ کی ایک بچے کے ساتھ شفقت یا مناسبت ہوتی ہے۔ تحریکِ پاکستان سے ان کا جو تعلق تھا اس کے بارہ میں مَیں زیادہ نہیں جانتا کیونکہ مَیں اس دَور سے شناسا نہیں ہوں البتہ یہ ضرور ہے کہ جب وہ پاکستان کے وزیرِ خارجہ بنے تو اس حیثیت سے ان کی خدمات اپنی جگہ پر ایک مثالی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس دَور میں پاکستان کی پالیسی یہ تھی کہ اقوامِ متحدہ میں ہم ایسا طریقِ کار اختیار کریں کہ جتنے محکوم مسلم ممالک ہیں ان کو سامراجی طاقتوں سے آزادی حاصل ہو جائے اور دوسری پالیسی یہ تھی کہ اگر دو مسلم ممالک کے آپس میں اختلافات ہوں تو اس میں ہم اپنا رویہ متوازن رکھیں۔ اور یہ اس دَور کی بات ہے جب قریباً سارے کے سارے عرب ممالک بالخصوص شمالی افریقہ کے مسلم ممالک فرانسیسی استبداد یا اطالوی استبداد کے پنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ سن ساٹھ کے لگ بھگ کی بات ہے جس میں مَیں چوہدری صاحب کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں۔ انہوں نے الجزائر، مراکش، تیونس وغیرہ کی آزادی کے لئے جو کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے اور اس اعتبار سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کو عملی جامہ پہنانے میں اُن کی بڑی خدمات ہیں

اس وقت اقوامِ متحدہ میں بڑی لمبی لمبی تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ چوہدری صاحب اور کرشنا مینن کا لمبی تقاریر کرنے کا ریکارڈ تھا۔ چوہدری صاحب نوٹس کی مدد سے بولتے تھے کبھی انہوں نے لکھی ہوئی تقریر پڑھ کر نہیں سُنائی۔ ان کی تقریر چار گھنٹے بھی چل سکتی تھی اور چھ گھنٹے بھی۔ اسلامی ممالک کی آزادی میں انہوں نے بڑی CONTRIBUTION کی ہے۔ وہ اقوامِ متحدہ میں ایک بہت معروف شخصیت تھے۔

● س : چوہدری صاحب کے اخلاق و کردار کے متعلق آپ کے مشاہدات کیا ہیں؟

● ج : چوہدری صاحب بڑے با اخلاق اور اصول کے پکے تھے اور ان کے اصول اس قِسم کے تھے کہ مثلاً طوفان ہو، آندھی ہو، بارش ہو، کسی بھی قِسم کا موسم ہو وہ صبح کی سَیر ضرور کرتے تھے اور سَیر کرتے ہوئے اتنی تیز چلتے تھے کہ مَیں اگر ان کے ساتھ ہوتا تو ان کے ساتھ قدم ملانا مشکل ہو جاتا تھا۔ انہیں جوانی میں ذیابیطس کی تکلیف ہو گئی تھی۔ ان کے معالج نے انہیں کہا کہ اگر تم اپنی زندگی کو منظّم کر لو گے تو پھر تمہارے لئے یہ بیماری مشکل کا باعث نہیں بنے گی لیکن اگر معمول کوئی نہ رہا تو نقصان اُٹھاؤ گے۔ چنانچہ انہیں جوانی کے ایّام سے ہی پابندیٔ وقت کی عادت پڑ گئی تھی۔ وہ رات کو دس بجے معمول کے دفتری کام ختم کر کے آرام کرتے تھے اور صبح سویرے اُٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح وہ دفتر میں سب سے پہلے پہنچتے تھے۔ اگر میٹنگ نو بجے رکھی ہوئی ہے تو نو بجنے میں ایک منٹ پر وہ مقررہ جگہ پہ پہنچ جاتے تھے۔

دیگر معاملات میں سادگی ان کا مخصوص شعار تھی۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے جتنے منصب سنبھالے ہیں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اتنی ساری ذمّہ داریاں بیک وقت اُٹھائی ہوں۔ پھر اتنی لمبی عمر پائی

ہو۔ مختلف اَدوار بھی دیکھے ہوں اور مختلف مناصب پر بھی فائز رہے ہوں لیکن اس کے باوجود ان کے جاننے والوں کو یہ علم ہے کہ وہ کتنے منکسر المزاج تھے ان کی انکساری اور ان کا عجز اپنی جگہ ایک مثال تھا۔

● س : کیا آپ کو چوہدری صاحب کے ساتھ کسی سفر کا موقع ملا۔ کوئی خاص امر بیان فرمائیں؟

● ج : میرے ان کے ساتھ طویل سفر تو نہیں ہوئے جیسے پاکستان سے امریکہ۔ البتہ یہ ہوتا تھا کہ ہم جن ایام میں امریکہ میں تھے یعنی یو۔ این۔ او میں، تو اگر وہ کہیں مدعو ہوتے اور کوئی اہم شخصیت میزبان ہوتی اور وہ جگہ نیویارک سے دو تین گھنٹے کے فاصلہ پر ہوتی تو مجھے ساتھ لے جاتے۔ سفر کے دَوران ایک خصوصی بات یہ ہوتی کہ حالتِ سفر میں وہ گاڑی میں بھی مقررہ عبادت ضرور بجالاتے اور اس کے بعد ہر موضوع پر گفتگو کرتے تھے۔ اپنی جوانی کے دَور کی باتیں کرتے تھے۔ اپنی والدہ سے انہیں بڑی محبت تھی۔ ماں کا ذکر کرتے ہوئے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ہمیشہ جذباتی ہو جاتے تھے۔

ان کی طبیعت میں شگفتگی بھی بہت تھی۔ مذاق کرتے تھے۔ اور یہ پُرانے لوگوں کی ایک خاصیت تھی۔ اصول کا پکا ہونا، انکسار اور عجز ہونا اور اس کے باوصف کسی ایسی شخصیت کے ساتھ جس طرف عام طور پر ذہن نہ جائے جذبات کو وابستہ رکھنا ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ پھر ماں کے ذکر پر ان کی آنکھیں کیوں ڈبڈبا نہ آتیں وہ جابر و قاہر قسم کے بزرگ نہ تھے بلکہ بڑے حلیم الطبع اور شگفتہ مزاج تھے۔

● س : علامہ اقبال کے ساتھ چوہدری صاحب کے کیسے تعلقات تھے؟

● ج : اِس کا ذکر مَیں نے علامہ کی سوانح عمری میں کیا ہے جو مَیں نے تین جلدوں میں لکھی ہے۔ ان کا ساتھ صرف ایک گول میز کانفرنس میں ہوُا ہے۔ چوہدری صاحب نے اپنی سوانح عمری 'تحدیثِ نعمت' خود مجھے بھیجی تھی۔ میرے پاس اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔ لیکن فی الاصل ان کی خود نوشت سوانح عمری اتنی زیادہ طویل ہو گئی تھی کہ اس کا اختصار کرنا پڑا اصل مضمون کئی ہزار صفحات پر پھیلا ہوُا تھا اس میں سے چوہدری بشیر احمد صاحب اور شیخ اعجاز احمد صاحب نے بعض حصّوں کا انتخاب کیا لیکن پھر مزید اختصار کرنا پڑا۔ بہر حال اس میں بھی چوہدری صاحب نے علامہ کے ساتھ اپنے تعلق اور وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ علامہ کے اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب ان کے بہت عزیز اور قریبی دوست تھے بلکہ عقیدۃً بھی انہی کے مدرسۂ فکر کے تھے تو اِس لئے بھی وابستگی تھی۔

● س : چوہدری صاحب کے ساتھ آپ کو کوئی یادگار واقعہ پیش آیا؟

● ج : ایک واقعہ میرے ذہن میں آرہا ہے۔ وہ ایسا خاص تو نہیں مگر میرے لئے بڑا اہم تھا۔ واقعہ یہ ہوُا کہ اقوامِ متحدہ کا ایک اجلاس اِتنا طویل ہو گیا کہ رات کے ساڑھے گیارہ بج گئے اور چوہدری صاحب کی جیسے عادت تھی جب رات زیادہ ہو جاتی تھی تو چلے جایا کرتے تھے تاکہ معمول کی عبادت کے بعد آرام کر سکیں کیونکہ انہیں صبح جلد اُٹھنا ہوتا تھا۔ وہ مجھے اپنی جگہ بٹھا گئے۔ مَیں نے سوچا تقریریں ہو رہی ہیں آرام سے سُنتے رہیں گے اور اگلے روز چوہدری صاحب کو تفصیل بتا دیں گے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک رُوسی مندوب نے ایک مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستان

کو تنبیہہ کرتے ہیں اور یہ کہ نتائج کا ذمّہ دار پاکستان ہو گا۔ مَیں نے ریکارڈ صاف رکھنے کے لئے صاحبِ صدر سے جواب دینے کی اجازت چاہی اور یہ میرا پہلا موقع تھا کہ مَیں اِس طرح جواب دے رہا تھا۔ روسی مندوب بڑا تجربہ کار تھا۔ مجھے خوف یہ تھا کہ روس سُپر طاقت ہے اس کو جواب دیتے ہوئے کہیں مَیں زیادہ سخت زبان استعمال نہ کر جاؤں چنانچہ مَیں نے اس کا جواب دیا۔ رُوسی مندوب نے پھر اس پر تقریر کی اور مَیں نے پھر اس کا جواب دیا۔ تین چار دفعہ کے بعد صدر نے یہ مکالمہ بند کروا دیا مگر اس کے بعد بھی مجھے بے چینی تھی کہ جواب شاید زیادہ سخت ہو گیا ہے اور ایک بڑی طاقت کو شاید ایسا جواب دینا مناسب نہ ہو۔ رات مجھے اسی پریشانی میں نیند بھی نہ آئی کہ چوہدری صاحب اس کا جواب زیادہ مناسب طور پر دیتے۔

اگلے دن صبح جب مَیں چوہدری صاحب سے ملا تو بیشتر اس کے کہ مَیں اپنے تذبذب کا اظہار کرتا (وہ صورت شناس بہت تھے) فوراً بھانپ گئے اور مجھے کہنے لگے کہ رات کو ٹی وی پر یو۔ این۔ او کی کارروائی کی تفصیل کے دَوران تمہاری تقریر سُنی اور مجھے بیحد پسند آئی۔ میرے لئے ان کا اِتنا کہہ دینا ہی کافی تھا اور مجھے تسلّی ہو گئی کہ مَیں نے درست جواب دیا تھا۔ یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ وہ رات کو اپنے اس فرض سے بھی غافل نہ تھے اور اپنے کمرے میں ہی ٹی۔ وی پر جواب سُنتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت شکریہ!

حضرت چوہدری صاحب ستمبر ۱۹۴۱ء تا ۱۰؍جون ۱۹۴۷ء فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے سینئر جج رہے

ان سے مل کر یہی تاثر ذہن میں ابھرتا تھا کہ اس شخص کی تعظیم ہم پر واجب ہے

سابق چیف جسٹس پاکستان محترم جسٹس انوار الحق صاحب کی طرف سے

تعظیم و احترام کے آئینہ دار جذبات کا پُرخلوص اظہار

چوہدری صاحب موصوف کی یادداشت، پابندیٔ وقت، شفقت، شگفتہ مزاجی اور دوسری قابلِ رشک صفات کا تذکرہ

انٹرویو: فہیم احمد - لاہور

• س: چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے آپ کی پہلی ملاقات کب ہوئی۔ کیا اس ملاقات نے آپ پر کوئی خاص تاثر چھوڑا؟

ج: چوہدری صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۴۸ء میں ہوئی جب میں راولپنڈی میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ مجھے کراچی سے دفترِ خارجہ نے مطلع کیا کہ پاکستان کے وزیرِ خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اسلامی ممالک کا دورہ کرنے کے بعد مری آ رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اہلِ علم و دانش کے سامنے اپنے دورہ کے تاثرات بیان کریں۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر کی حیثیت سے میں نے مری کے ایمبیسڈر ہال میں ایک تقریب کا اہتمام کیا اس میں چیدہ چیدہ اور نمایاں حیثیت کے افراد مدعو تھے۔ چوہدری صاحب نے قریباً دو گھنٹے بغیر نوٹس کے بہت ہی شستہ اردو میں تقریر کی۔ اور ان جملہ اسلامی ممالک کے متعلق (جن کا وہ دورہ کر کے آئے تھے) اپنے تاثرات بیان کیے اور تفصیل سے بتایا کہ کس طرح انہوں نے ان اسلامی ممالک کو پاکستان کے قیام اور اس کے محرکات و عوامل سے آگاہ کیا تاکہ وہ اقوامِ متحدہ میں مسئلہ کشمیر اور دوسرے مسائل پر پاکستان کی حمایت کریں اس وقت چوہدری صاحب کی شخصیت، لیاقت اور انکی شفقت کا جو اثر میرے قلب و ذہن پر مرتسم ہوا وہ آخر وقت تک قائم رہا۔

• س: بعد میں چوہدری صاحب سے آپ کے تعلقات کیسے رہے؟

ج: وقتاً فوقتاً جب وہ باہر سے پاکستان آتے تو لاہور میں کسی تقریب میں اکثر ان سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ بار ایسوسی ایشن یا کسی دوسری تنظیم کی طرف سے

اقوامِ شرق و غرب میں شہرت اور ہردلعزیزی کے بعض مناظر

سعودی عرب :

سعودی عرب کے شاہ فیصل کے ساتھ ایک ملاقات

مراکش :

مراکش کے شاہ حسن کی طرف سے اُن کے شاہی محل میں پُرتپاک استقبال

اردن :

اردن کا اعلیٰ ترین اعزاز وصول کرنے کے بعد شاہ حسین کے ساتھ

اردن کے شاہ حسین کے ساتھ محوِ گفتگو

مصر:

مصر کے صدر جمال عبد الناصر کے ساتھ تبادلۂ خیالات

کویت:

کویت کے ایک نامور دانشور حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ درمیان میں کویت میں پاکستان کے سفیر ایم۔ایس شیخ کھڑے ہیں۔

ایران:

قُم میں سیر و تفریح کے دَوران دعوتِ شیراز (۱۹۵۳ء)

شیراز شہر کے ایک باغ میں چہل قدمی کے دَوران
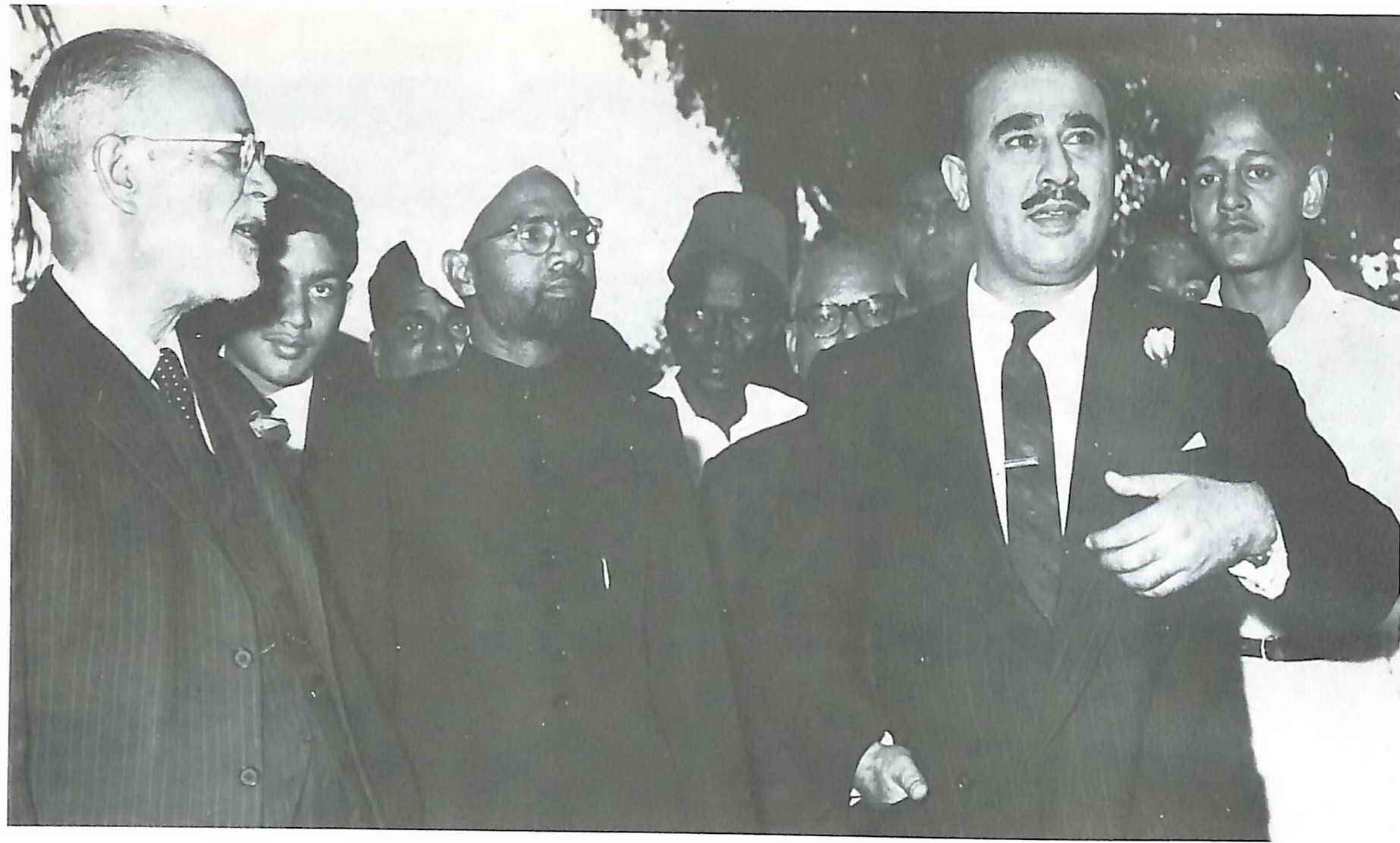
نیروبی:

دورۂ نیروبی ۱۹۶۴ء - پاکستان کے ہائی کمشنر مکرم عبدالغفور خان صاحب مقیم نیروبی (دائیں جانب) کی طرف سے استقبال

آسٹریلیا:

کینبرا میں آسٹریلیا کے گورنر جنرل لارڈ ڈی لسی کے ساتھ گفت و شنید

سنگاپور:

سنگاپور میں پاکستانی ہائی کمشنر کے ہمراہ (۱۹۶۴ء)

لائبیریا:

لائبیریا کے صدر ولیم ٹب مین کے ساتھ

امریکہ :

امریکہ کی بعض سربرآوردہ شخصیّات کے ساتھ
(درمیان میں رابرٹ کینیڈی ہیں)

جرمنی :

فرینکفرٹ کے میئر ڈاکٹر ڈبلیو فے کی طرف سے
ٹاؤن ہال میں اِستقبالیہ تقریب (۱۹۶۹ء)

جرمنی کے نامور قانون دان پروفیسر ڈاکٹر ینکے (JAENICKE)
کے ساتھ تبادلۂ خیالات (۱۹۶۹ء)

علم و معرفت میں کمال کا اعتراف
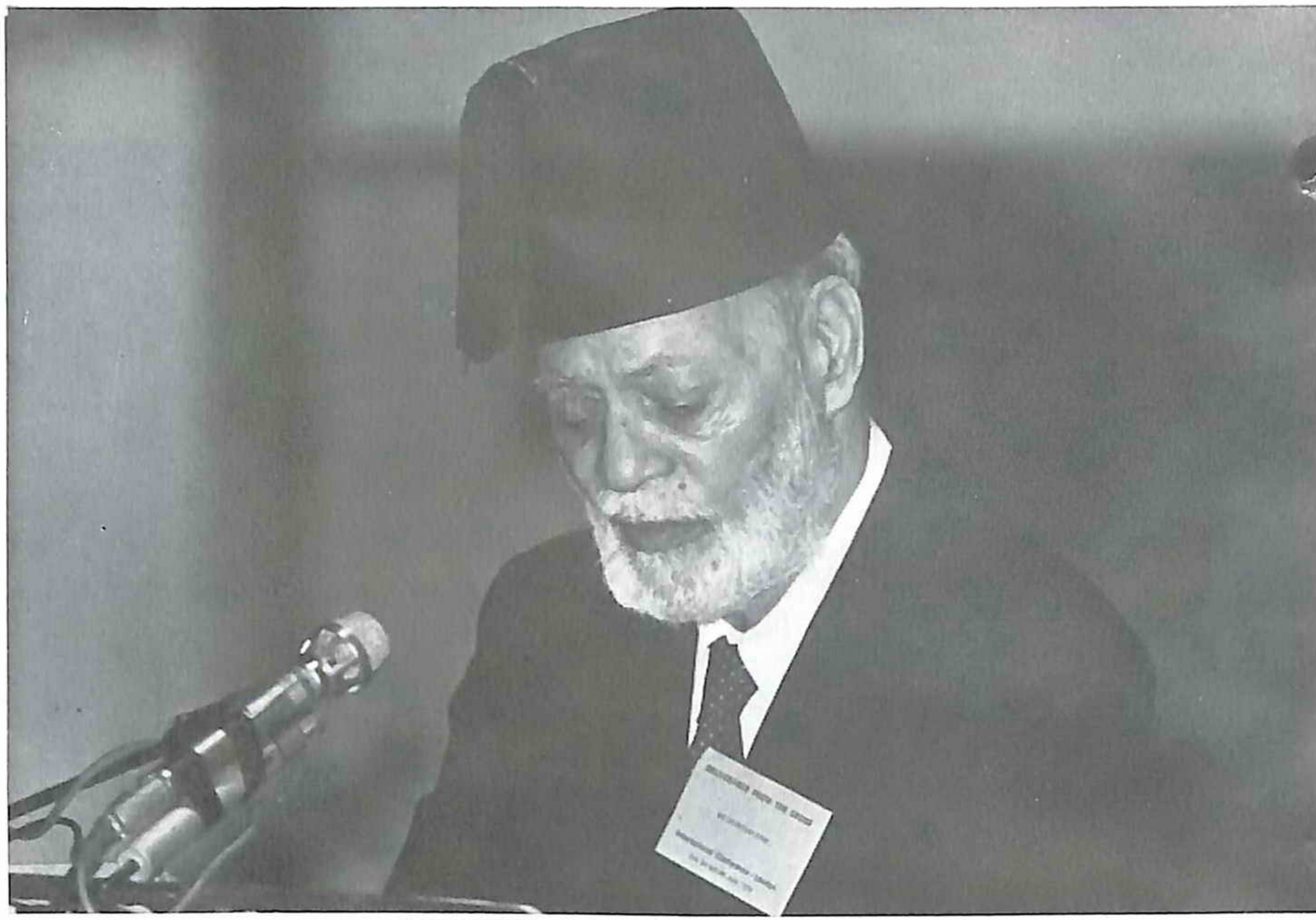
امریکہ کی برکلے یونیورسٹی (کیلیفورنیا) کی طرف سے اِعزازی ڈگری پیش کئے جانے کی پُروقار تقریب (۳۰ جولائی ۱۹۶۵ء)
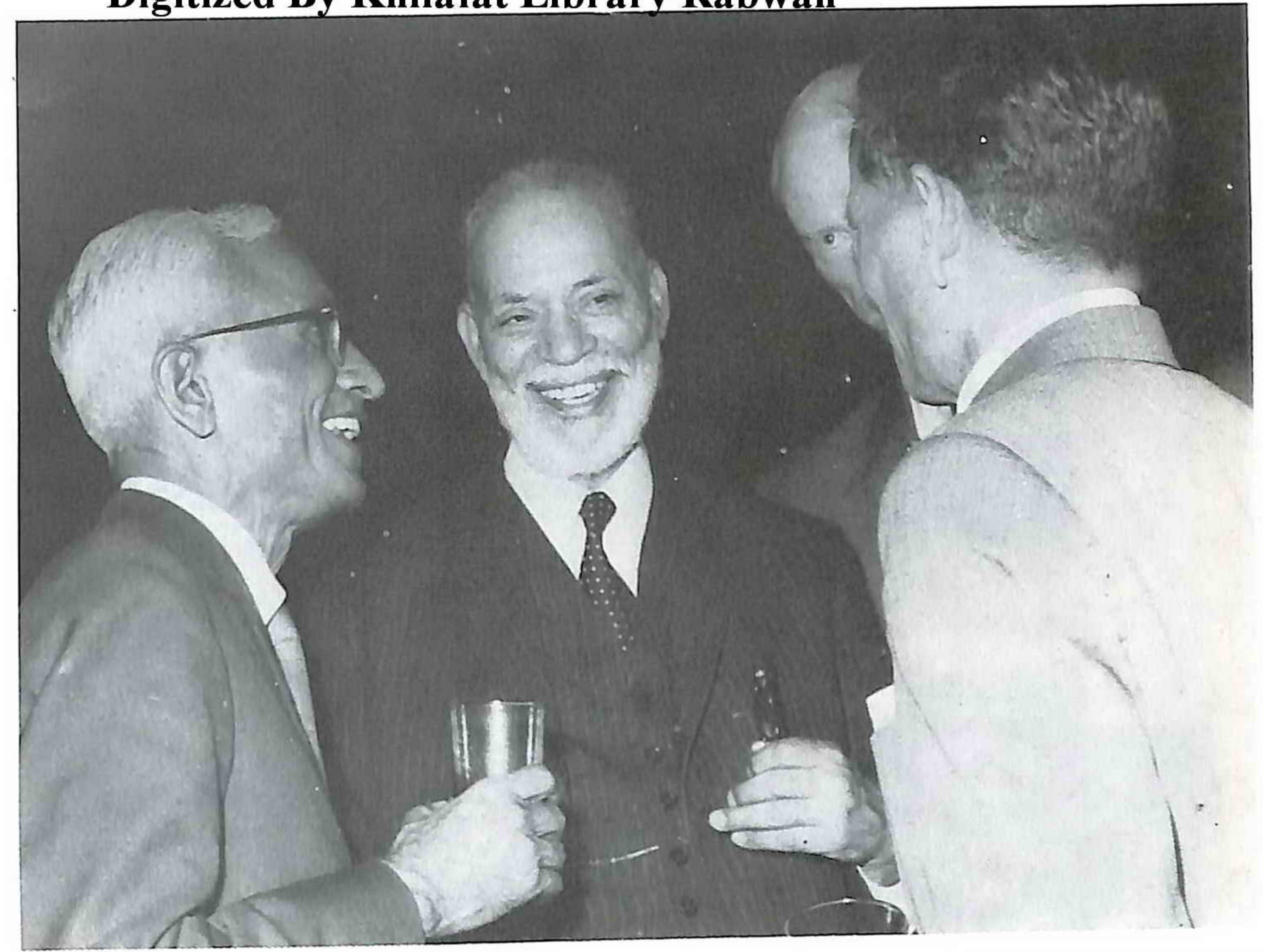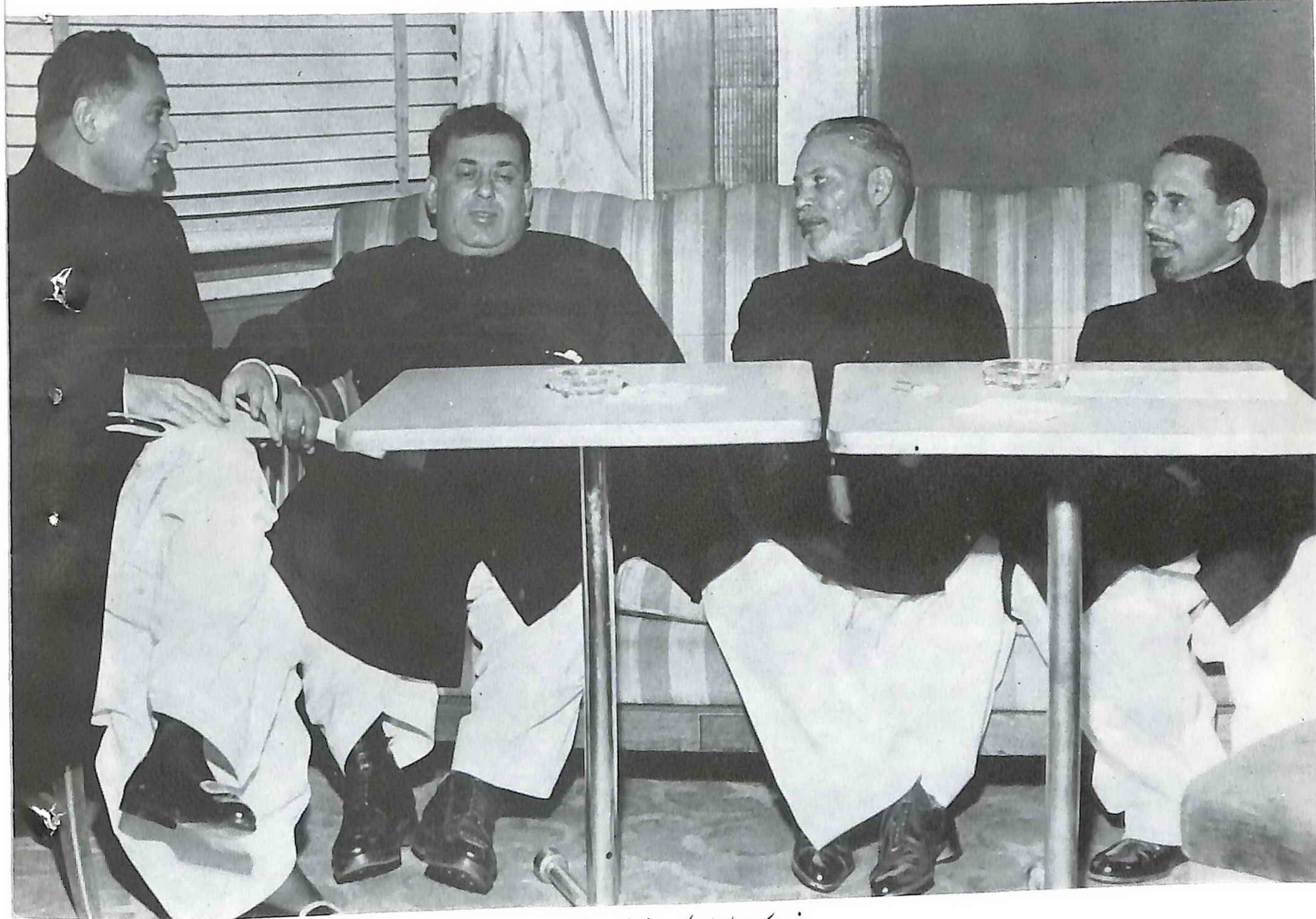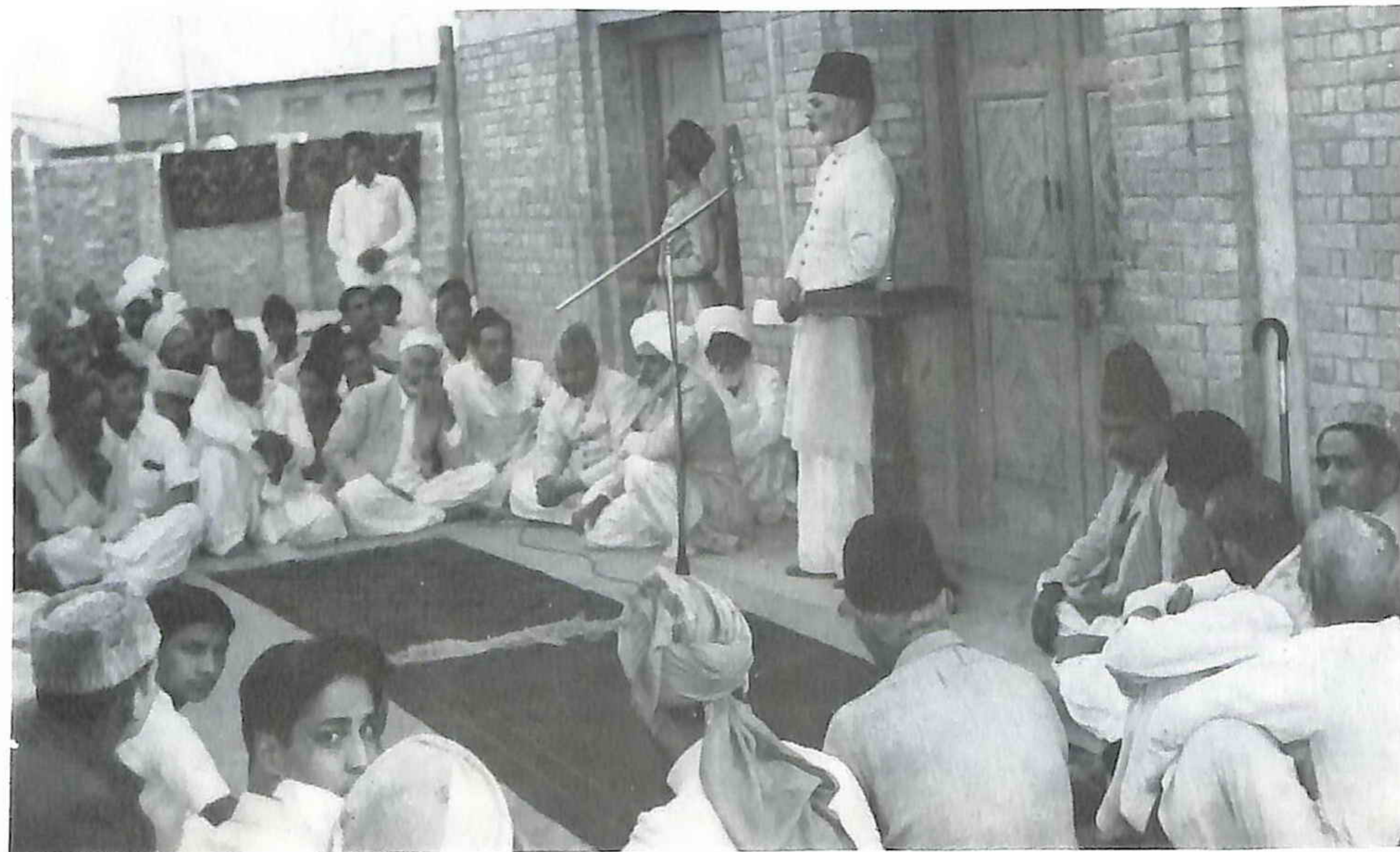
اُولاد کے لئے محبّت و شفقت کا حسین پیکر

(حضرت چوہدری صاحب کے نواسے)

احمد نصراللہ خان۔

محمد فضل۔
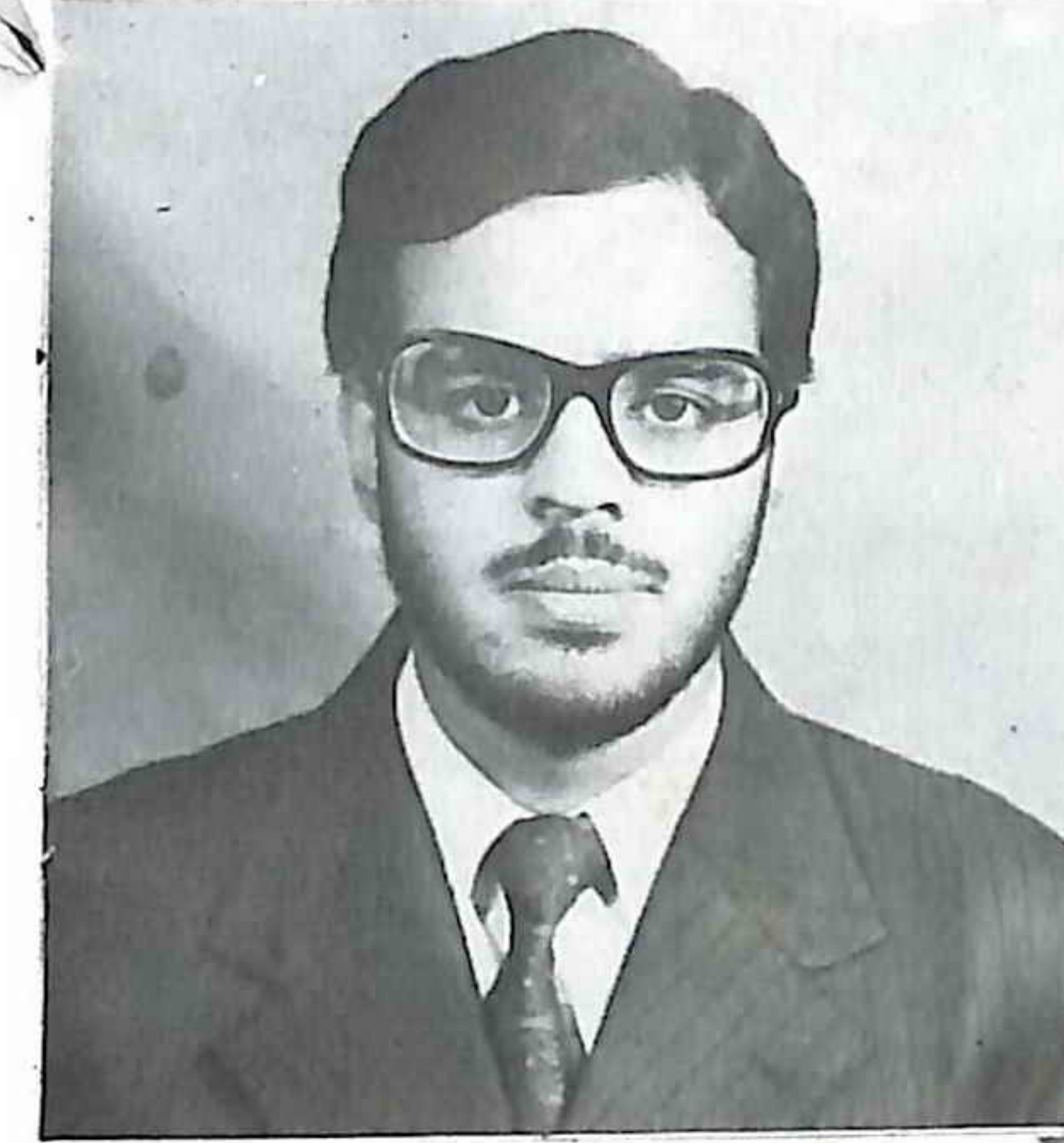
نظر میں ڈھل کے اُبھرتے ہیں شُکر کے جذبے
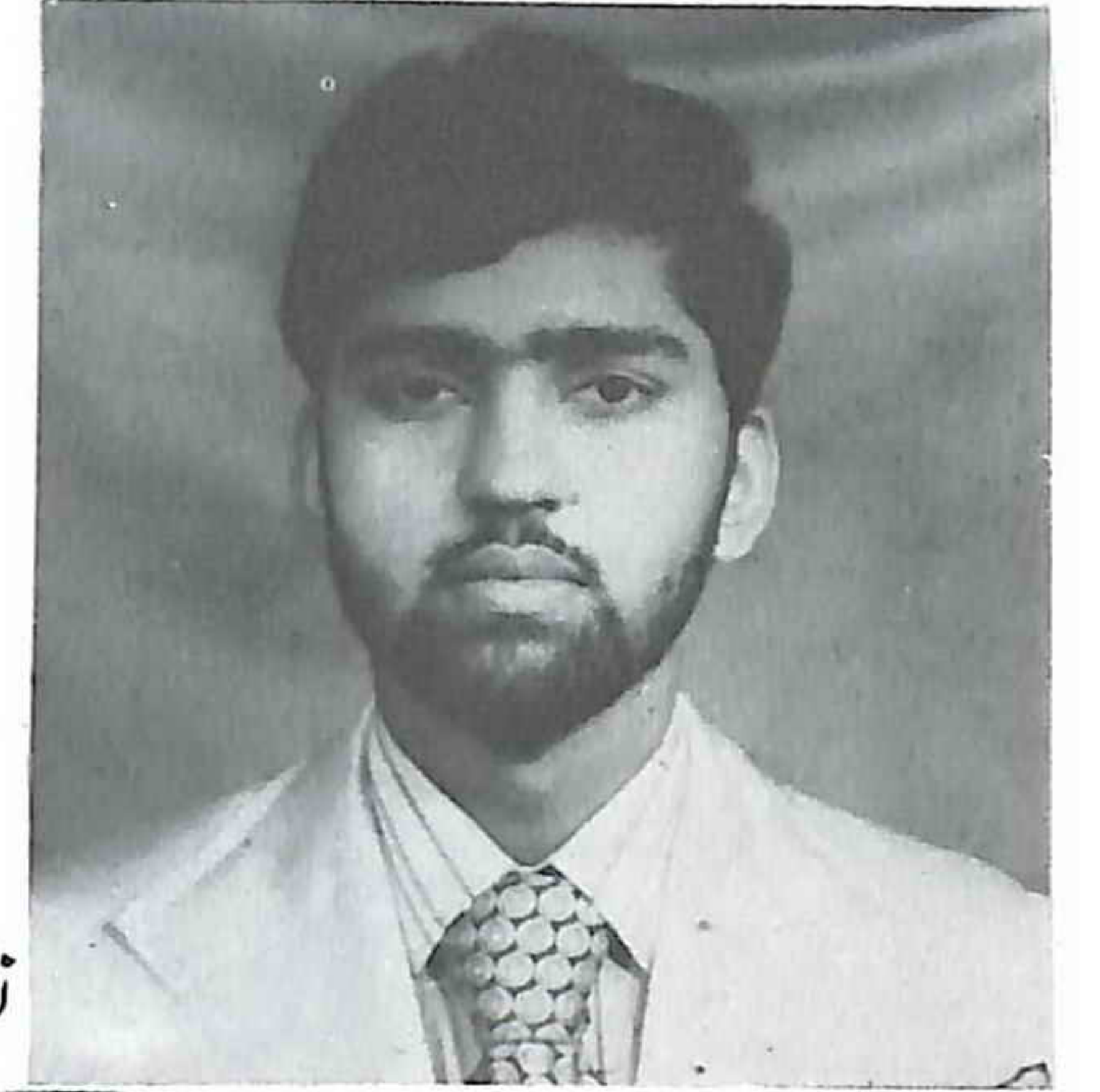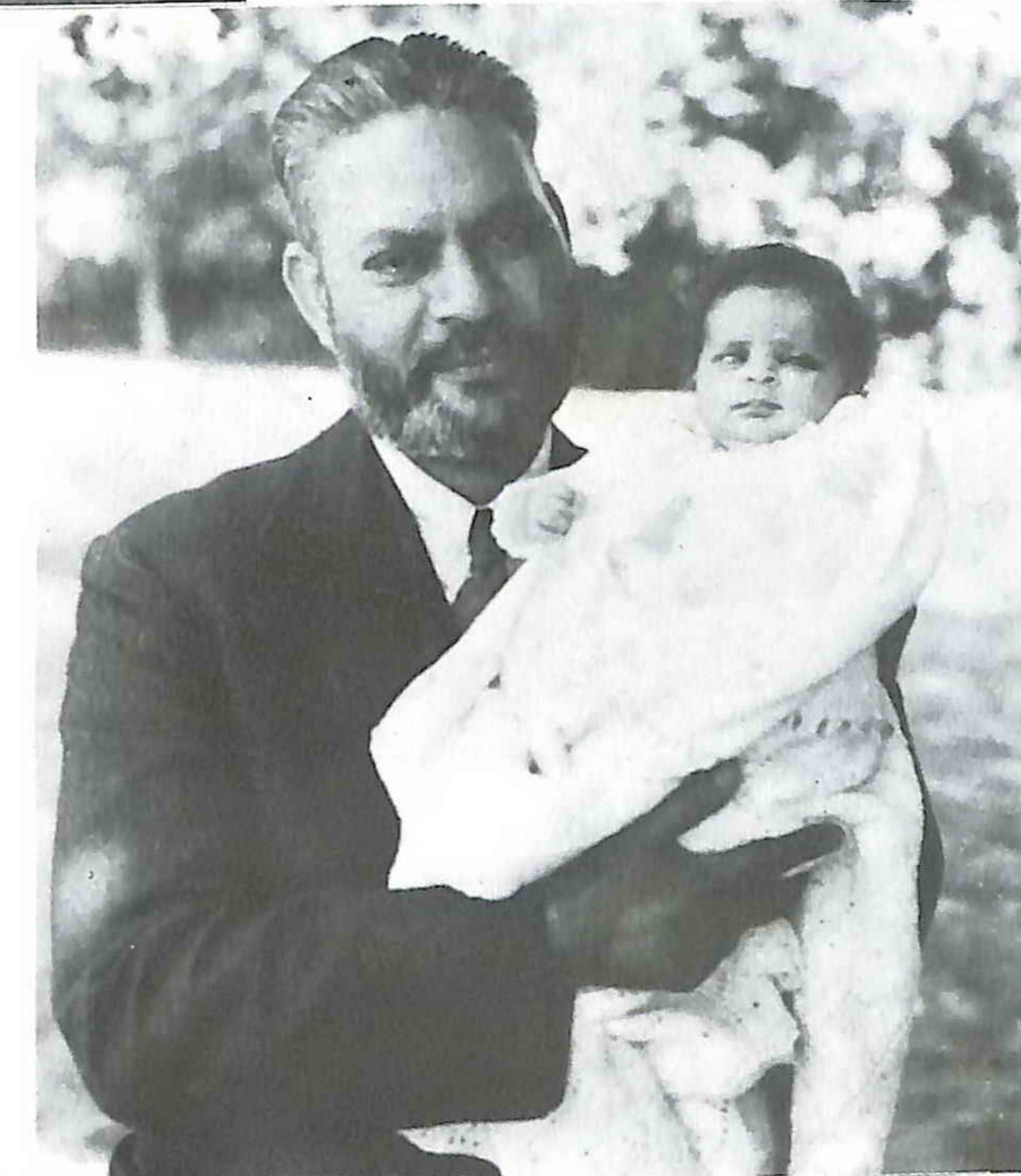
حضرت چوہدری صاحب اپنی اکلوتی صاحبزادی
محترمہ امۃ الحی صاحبہ کے ساتھ

ابراہیم نصراللہ خان

مصطفٰے نصراللہ خان۔

خوش نصیب خاندان کے واجب الاحترام افراد

چوہدری شکراللہ خان صاحب۔

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب
(بھائیوں میں سب سے بڑے)
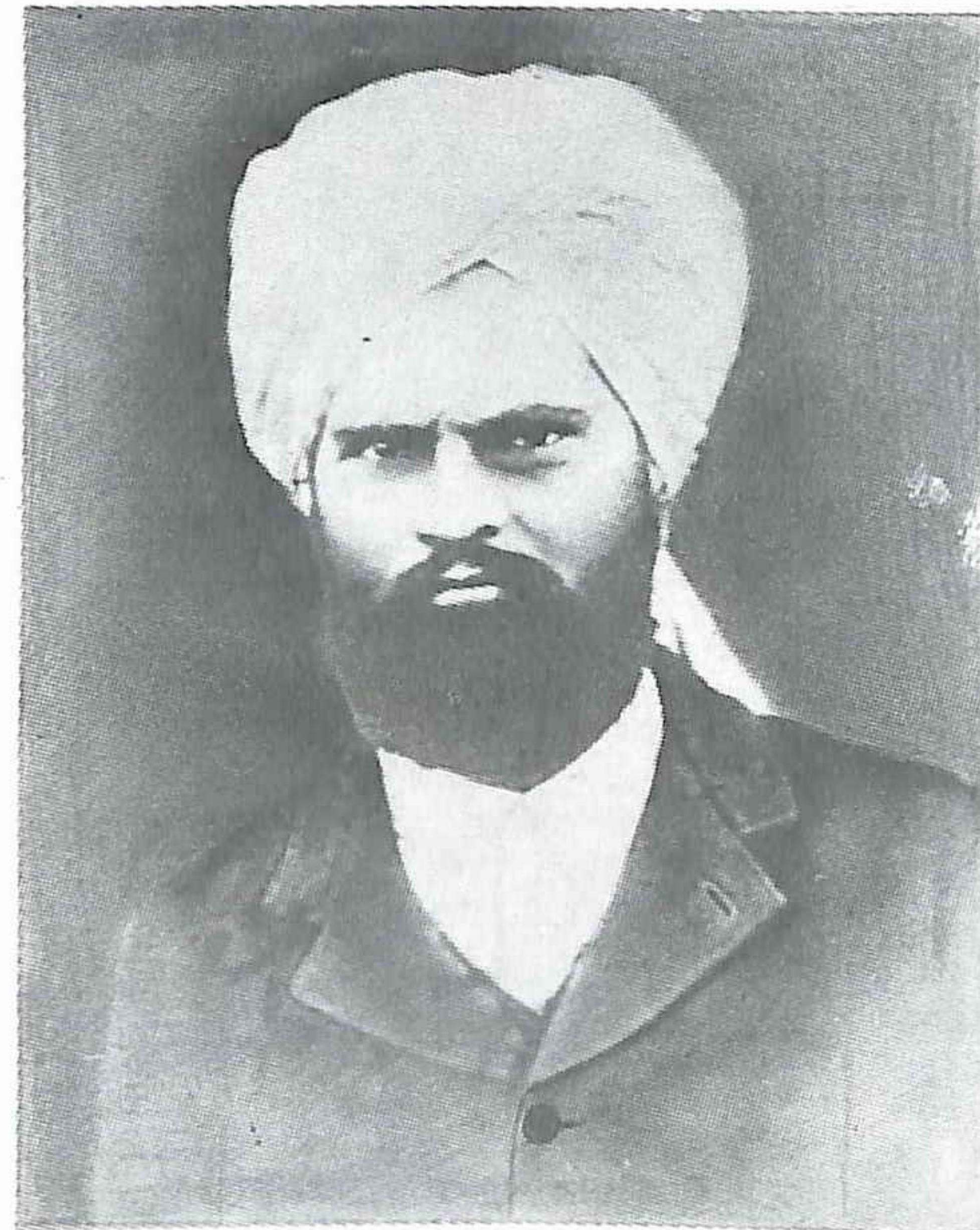
چوہدری عبداللہ خان صاحب۔

حضرت چوہدری صاحب کے والدِ محترم
حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحب
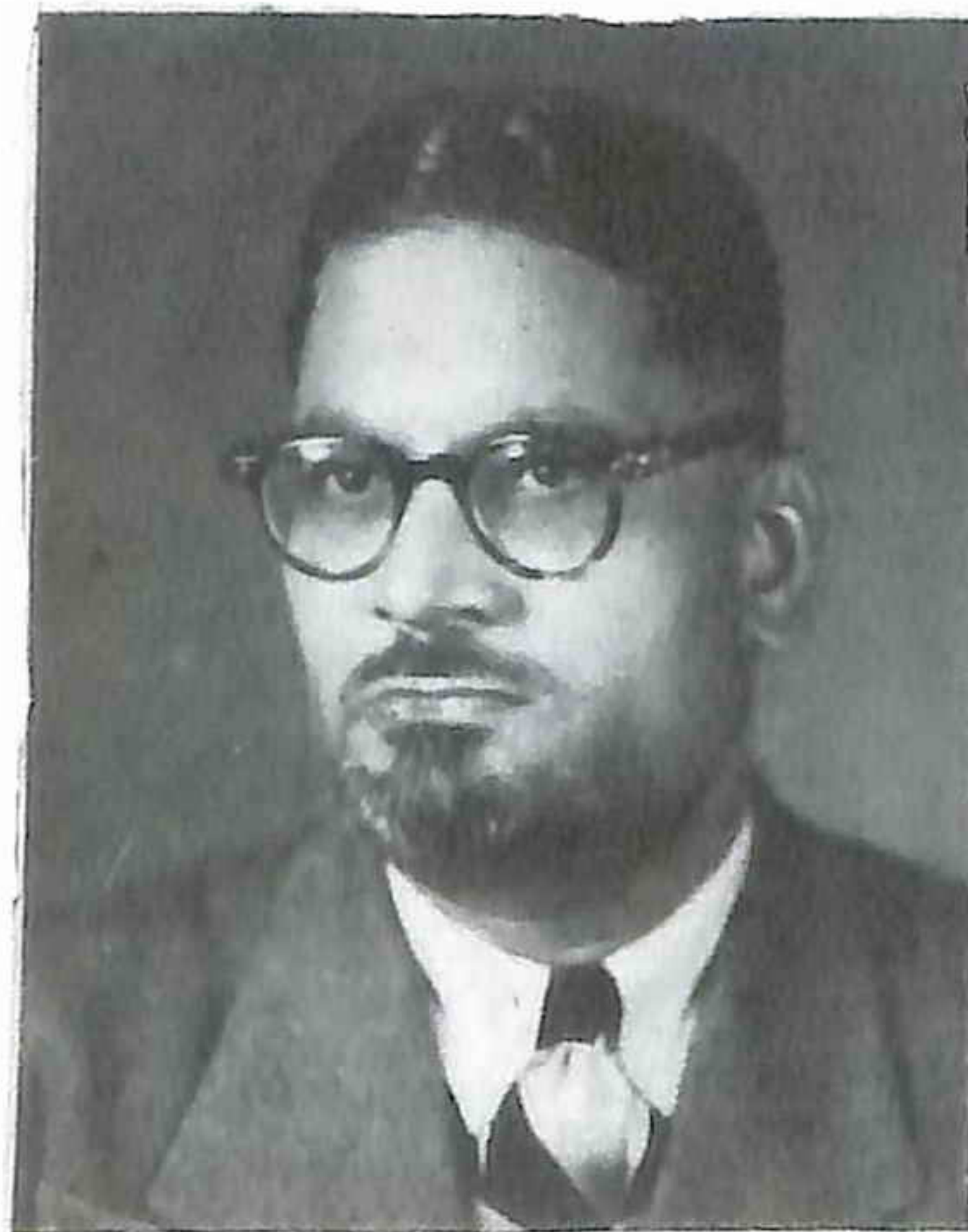
چوہدری اسداللہ خان صاحب
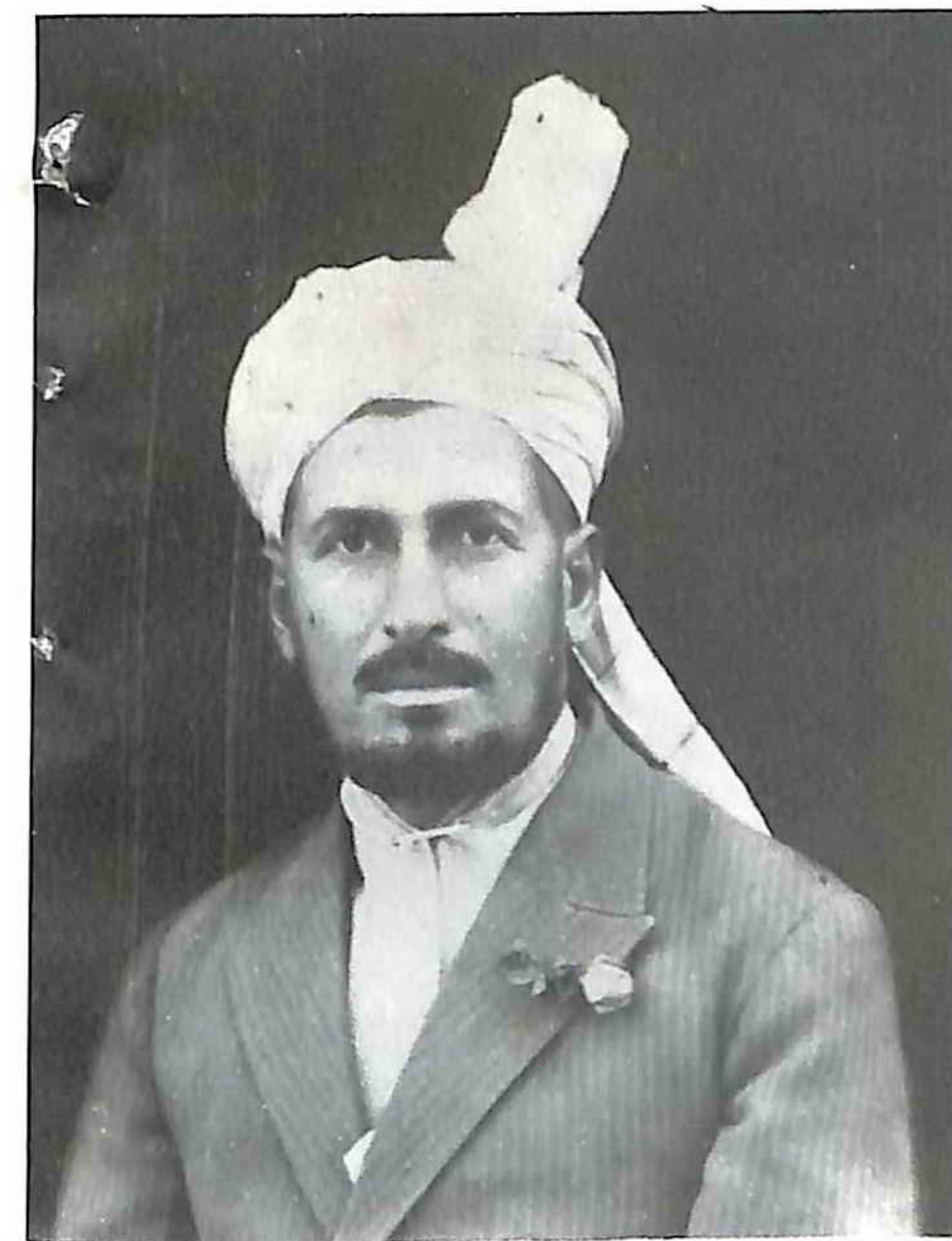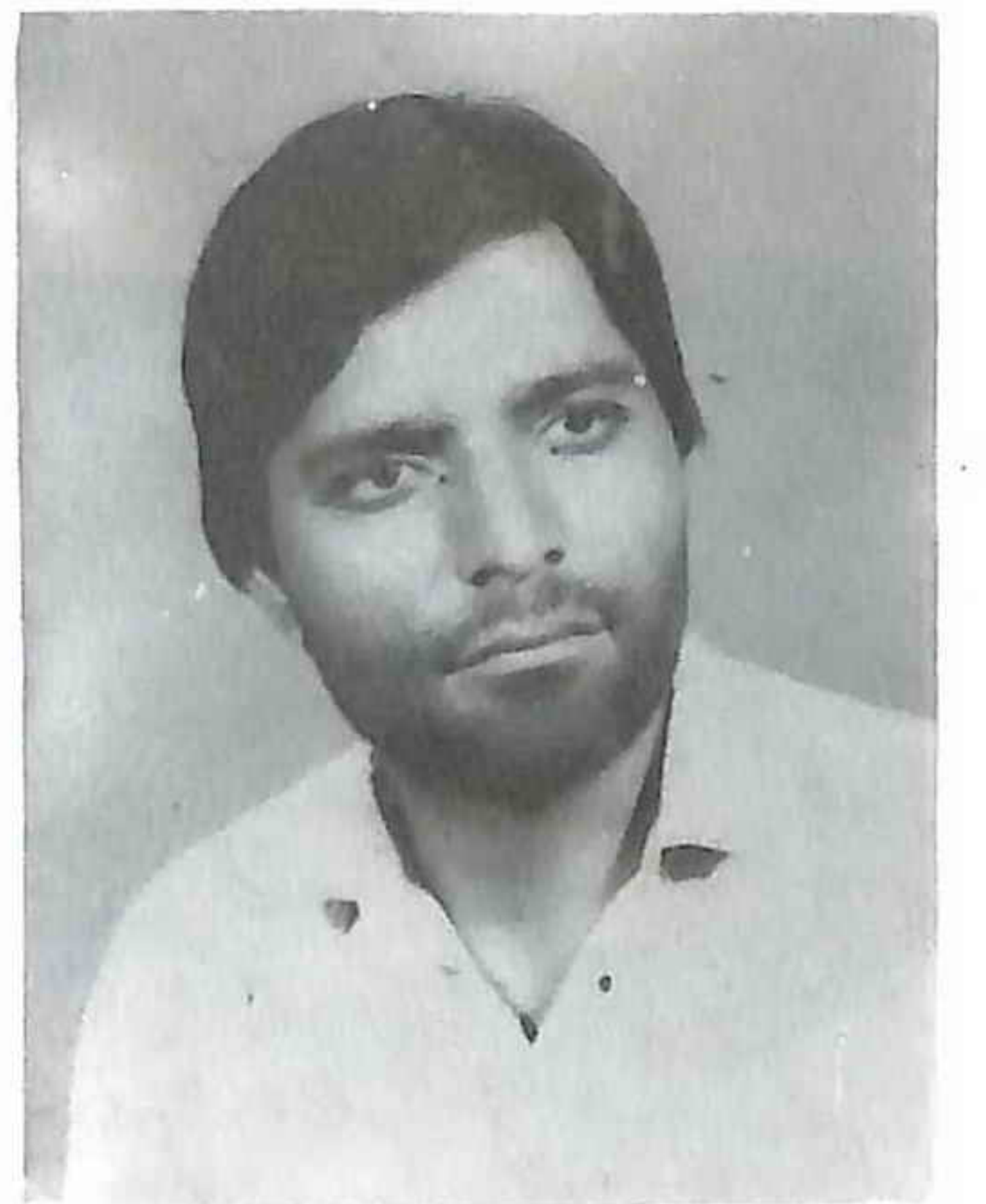
ان کو ڈنر وغیرہ پر بلایا جاتا تھا۔ وہاں بھی ملاقات کا موقع مل جاتا۔ کئی دفعہ نجی محفلوں میں بھی ان سے ملاقات ہوئی۔ کبھی وہ مجھے ٹیلیفون کر دیتے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور انکی بزرگی کا تقاضا بھی یہی تھا اور اگر کبھی میں لندن گیا اور وہ وہاں موجود ہوتے تو ہمیشہ یہ دستور رہا کہ میں ٹیلیفون کے ذریعہ انہیں اطلاع دیتا کہ میں لندن آیا ہوا ہوں اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں وہ اکثر اس بات پر زور دیتے کہ میں ان کیساتھ کھانا کھاؤں۔

آخری سالوں میں چونکہ وہ ضعیف ہو گئے تھے اور علیل بھی رہتے تھے اس لیے وہ کسی مشترکہ دوست کے ہاں کھانے کا انتظام کرتے تھے اور ہم لوگ وہاں جمع ہوتے تھے۔ چوہدری صاحب ہمیشہ میرے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے رہے۔

● س: چوہدری صاحب کے اخلاق و کردار کا کوئی نمایاں پہلو جس کا آپ کو بطور خاص تجربہ ہوا ہو؟

ج: ایک تو ان کی شفقت اور محبت کا تاثر ہے وہ عمر میں مجھ سے پچیس سال بڑے تھے۔ اس دوران ایک نسل کا فرق پڑ جاتا ہے باپ بیٹے کا بھی بسا اوقات اتنا ہی فرق ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جب ہم ان سے بات چیت کرتے تو وہ ہمیشہ وزنی دلائل کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر کی تشریح کرتے تھے تحکمانہ انداز نہیں ہوتا تھا کہ جو میں نے کہہ دیا وہی درست ہے اسے تسلیم کرو اس پر عمل پیرا ہو۔ ان کا یہ طریق بھی نہ تھا کہ نوجوانوں کو کم عقل سمجھ کر ان سے تفصیلی بات نہ کی جائے

ایک اور چیز جو میں نے ان میں دیکھی وہ یہ تھی کہ انکی یادداشت بہت زبردست تھی۔ حقائق، اعداد و شمار واقعات، دن، تاریخ، اور ان لوگوں کے نام جن کیساتھ ان کو واسطہ پڑا ہو یہ سب چیزیں انہیں تفصیل کے ساتھ یاد رہتی تھیں۔ اور لندن میں تو اکثر اوقات ان کے ساتھ یہ مذاق رہتا تھا کہ میں انہیں اپنے بیٹے کے گھر سے ٹیلیفون کیا کرتا اور ان سے کہتا کہ آپ میرا فون نمبر نوٹ کر لیں تو فرماتے کہ "تمہارا وہی نمبر نہیں جو پچھلے سال تھا" اور پھر وہ نمبر بتا دیتے۔ حالانکہ وہ نمبر خود مجھے اپنی نوٹ بک سے دیکھنا پڑتا تھا۔

وہ چھوٹوں کو بھی اپنے مذاق میں شامل کرتے تھے چنانچہ ایک ہمارے مشترکہ دوست تھے S.M.BURQ وہ عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے انکی سروس کے دوران چوہدری صاحب سے انکے مراسم تھے۔ چوہدری صاحب نے انہیں پیش کش کی کہ بہت سے لوگ فارن سروس میں آ رہے ہیں آپ بھی آ جائیں چنانچہ وہ فارن سروس میں آ گئے اور سفیر بن کر ریٹائر ہوئے۔ چوہدری صاحب کے ساتھ بھی ان کے تعلقات دیر تک قائم رہے۔ جب میں اور چوہدری صاحب لندن میں اکٹھے ہوتے تو برق صاحب کو ضرور شامل کرتے اور چوہدری صاحب باوجود عمر میں بڑے ہونے کے برق صاحب سے مذاق کرتے رہتے تھے۔ شگفتگی اور مزاح کی حس انمیں ہمیشہ قائم رہی۔

ایک اور چیز وقت کی پابندی تھی۔ جو بھی وقت دیتے اس پر پہنچ جاتے۔ ایک دفعہ لندن میں مجھے آپ کے ساتھ کہیں جانا تھا وہ میرے مکان پر مجھے لینے کیلئے آ گئے۔ چوہدری صاحب انور کاہلوں صاحب کے ساتھ کار میں تھے میں نے کہا چوہدری صاحب آپ نے کیوں تکلیف کی ہم خود آپ کے پاس پہنچ جاتے تو کہنے لگے تم میرے مہمان کی حیثیت سے آ رہے تھے تو میں نے سوچا کہ میں خود آ کر آپ کو اپنے ہمراہ لے چلوں۔ انور کاہلوں صاحب کہنے لگے آپ کو پتہ نہیں ہمارا پونے آٹھ بجے پہنچنے کا پروگرام تھا چوہدری صاحب نے سات بجے سے مجھے کہنا شروع کر دیا کہ تم مجھے لیکر انوار صاحب کے پاس پہنچو۔ وقت کی پابندی کے متعلق میری عمر بھر

حضرت چوہدری صاحب اپنے بھتیجے چوہدری ادریس نصر اللہ خان صاحب ابن چوہدری عبداللہ خان صاحب کی تقریب شادی میں

محترمہ امۃ الحی صاحبہ بنت حضرت چوہدری صاحب کے اُستاد
محترم مولانا ارجمند خان صاحب (مرحوم)

حضرت چوہدری صاحب کے معالجِ خاص مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب

حضرت چوہدری صاحب کے خادمِ خاص
مکرم نصیب اللہ صاحب قمر

کی روایات تم آج مجھے لیٹ کروا کر توڑ دو گے۔

بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو کس طرح منظم کیا ہوا تھا اس عمر میں اگر وہ تھوڑا سا لیٹ بھی ہو جاتے تو کوئی حرج نہیں تھا مگر انہوں نے اسے بھی گوارا نہ کیا۔

●۔ س: تحریکِ پاکستان میں چوہدری صاحب کی خدمات کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: قائداعظم نے چوہدری صاحب پر بہت اعتماد کیا اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ قائداعظم اس اعتماد میں حق بجانب نہ ہوں۔ قائداعظم نے چوہدری صاحب کو باؤنڈری کمشن کے سامنے کیس پیش کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور مسلم لیگ کے بہت بنیادی اہمیت کے معاملات میں ان پر بھروسہ کیا اور چوہدری صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو کچھ بھی وہ کر سکتے تھے اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اب یہ تو انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت تھی کہ انہوں نے گورداسپور کی ایسی تقسیم کر دی کہ کشمیر کی قسمت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

●۔ س: وزیر خارجہ کی حیثیت سے چوہدری صاحب نے پاکستان کے لیے کیسی خدمات سرانجام دیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ان کو طویل زندگی عطا کی اور ہر قسم کی قابلیت سے نوازا۔ تقسیم ہندوستان کے وقت وہ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے اور اگر وہ اسی شعبہ سے متعلق رہتے تو شاید وہ پاکستان کی سپریم کورٹ کے پہلے چیف جسٹس ہوتے مگر قائداعظم نے اپنی بصیرت یا اپنی ضروریات کے مدِنظر ان کے سپرد وزارت خارجہ کا قلمدان کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اقوام متحدہ میں وزیر خارجہ کی حیثیت سے انکا رکھ رکھاؤ اور کردار بہت شاندار تھا۔ وہ ہمارے مستقل نمائندے بھی رہے اور جنرل اسمبلی کے صدر بھی۔ انہوں نے اسلامی ممالک اور تیسری دنیا کے ممالک میں پاکستان کو متعارف کرانے کیلئے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح کشمیر کے کیس کے لیے وہ سالہا سال کوشش کرتے رہے اور اس مسئلہ کے لیے ساری دنیا کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر انہوں نے بہت عظیم کارنامہ سرانجام دیا

●۔ س: چوہدری صاحب کی شخصی زندگی اور ان کی مجالس کے بارے میں کچھ بیان فرمائیں؟

ج: تقسیم برصغیر سے قبل ہمارے جو چند وکلاء نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ ان میں چوہدری صاحب کا شمار چوٹی کے وکیلوں میں ہوتا تھا اور اسی بناء پر ان کو بہت اعلیٰ مناصب دیئے گئے۔ مزید برآں انکی شخصیت بھی پُروقار تھی۔ قدرت کی طرف سے ہر کسی کو یہ ہمہ گیری ودیعت نہیں ہوتی باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا صاحب مرتبت بنایا تھا۔ وہ بڑے ملنسار تھے اور بڑے ہی منکسر المزاج تھے۔

جتنے لوگوں سے ان کا تعلق پیدا ہوا مجھے یہ احساس ہے کہ انہوں نے آخر دم تک اس تعلق کو پورے خلوص کے ساتھ نبھایا اور کسی کو یہ احساس نہیں دلایا کہ میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوں۔ اس عمر میں پہنچ کر انسان کے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے مگر وہ اس سے یکسر مبرّا تھے۔ تحمل، بردباری اور شگفتگی آخر تک قائم رہی۔ دنیا کے ہر خطے اور وہاں کے لوگوں سے انکی واقفیت تھی۔ انکی گفتگو اور مجلس اتنی دلچسپ ہوتی تھی کہ آدمی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا پھر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ قانون، فلسفہ اور تاریخ کا ہی نہیں جملہ مذاہب کا بھی انہوں نے مطالعہ کیا ہوا تھا خاص طور پر اسلام پر تو انکی بہت گہری نظر تھی اور اس پر انہوں نے کتابیں بھی لکھی تھیں۔

طبیعت بہت سادہ تھی۔ آخری حصۂ عمر میں تو بہت ہی سادگی سے زندگی بسر کی۔ جس فلیٹ میں آپ

رہائش پذیر تھے وہ صرف دو کمروں پر مشتمل تھا۔ باقی وسیع و عریض عمارت اپنی جماعت کے لیے وقف کر دی تھی۔ ابھی میں نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ چوہدری صاحب مجھے ساتھ لے جانے کیلئے میرے ہاں خود آ گئے اور میں نے عرض کیا کہ ہم خود وہاں آ جاتے تو انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہاں تو میں اکیلا رہتا ہوں اور کوئی نوکر وغیرہ بھی نہیں ہے۔ میں وہاں آپ کی خدمت نہ کر سکتا۔ اپنا ناشتہ تو میں خود تیار کر لیتا ہوں اور امام صاحب کے گھر سے کھانا منگوا لیتا ہوں۔ مگر آپکی دعوت تو نہیں کر سکتا تھا لاہور میرے گھر آئیں گے تو وہاں آپ کی بہت خدمت کروں گا۔

انکا لباس بھی بہت پرانے وقتوں کا ہوتا تھا حالانکہ وہ عالمی سطح کے سیاستدان تھے۔ میری مرحومہ بیوی بھی میرے ساتھ تھیں وہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔

جب بھی چوہدری صاحب سے ملاقات ہوتی تو یہی تأثر ذہن میں ابھرتا تھا کہ اس شخص کی تعظیم ہم پر واجب ہے۔ اور یہ سب ان کی شفقت، محبت اور قابلیت کا ردّ عمل تھا۔ انکی ذہنی بیداری بھی بہت تھی۔ نوّے سال کے بزرگوں کی خدمت میں لوگ حاضر تو ہوتے ہیں مگر یہی سمجھتے ہیں کہ ان سے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر چوہدری صاحب کی یادداشت، قوت استدلال اور ذہنی بیداری آخر وقت تک قائم رہی۔ اور ان کے پاس بیٹھ کر آدمی کو لطف آتا تھا کہ اتنا طویل تجربہ والا انسان ہمیں کچھ دے رہا ہے۔ جو شخص پہلے نہ بھی جانتا ہو انکے کارناموں کا علم بھی نہ رکھتا ہو اس کو بھی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ بڑا وسیع علم رکھنے والا شخص ہے۔ خدا نے انہیں گفتگو اور تقریر کا فن خاص طور پر عطا کیا تھا

باؤنڈری کمیشن میں آپ نے بڑی ذہانت، فراست اور محنت سے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا

عرب دنیا میں پاکستان کا پہلا تعارف آپ ہی کی ذات کے حوالہ سے ہوا

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کیلئے محترم سردار شوکت حیات صاحب کے

عقیدت بھرے جذبات

ملاقات : فضیل عیاض احمد

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور مشہور مسلم لیگی لیڈر محترم جناب سردار شوکت حیات صاحب نے نمائندہ خالد کے ساتھ ایک ملاقات میں محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ

" ان جیسے قابل اور اعلیٰ پائے کے وکیل پاکستان میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔ بہت بلند پایہ وکیل ہونے کے ساتھ انہیں خدا کی طرف سے تقریر کا ملکہ بڑی فیاضی کے ساتھ عطا کیا گیا تھا۔ بڑی رواں اور اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی تقریر کرتے تھے۔ ان کی کئی تقریریں گھنٹوں جاری رہتی تھیں۔ طویل تقریر کے دوران وہ اصل موضوع کو فراموش نہیں ہونے دیتے تھے۔ بہت سی تفاصیل بیان کرنے کے بعد اپنے اصل نقطہ پر واپس آجاتے تھے۔ بحیثیت ایک منفرد اور ممتاز مقرر ان کی شخصیت سے مجھے بڑا لگاؤ رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔"

سردار صاحب نے بتایا کہ

" چوہدری صاحب سے میری پہلی ملاقات اس زمانہ میں ہوئی جب میں علیگڑھ سکول میں پڑھتا تھا۔ اور اپنے والد صاحب کے ساتھ لاہور آیا تھا۔ وہ میرے والد صاحب کے دوست تھے میں بھی ان سے بے تکلف ہوگیا۔ چوہدری صاحب کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہر عمر کے آدمی کے ساتھ گھل مل جاتے اور اس کے مذاق کے مطابق باتیں کرتے"

زمانۂ طالبعلمی کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے آپ نے مزید بتایا کہ

" مجھے بچپن میں پہلا تحفہ چوہدری صاحب کی طرف سے ہی ملا اور اس کی تقریب یوں ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ ان سے اپنے کرکٹ کھیلنے کے شوق کا ذکر کیا اس کے چند دن بعد وہ انگلستان گئے تو وہاں سے کرکٹ کے موضوع پر ایک ضخیم معلوماتی کتاب انہوں نے مجھے تحفہ کے طور پر بھیجی وہ فی الواقعہ مجھ پر بہت مہربان تھے اور ان کا اور میرا تعلق چچا اور بھتیجے کا تعلق تھا۔"

مزید فرمایا :

" چوہدری صاحب سے مختلف مواقع پر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو بھی ہوئی بڑا صائب مشورہ دیتے تھے۔ ہمارا اختلاف رائے بھی ہوا مگر ان کی قابلیت اپنی جگہ مسلّمہ ہے۔"

سردار صاحب نے کہا :

" چوہدری صاحب نے بڑی ذہانت، فراست اور محنت کے ساتھ باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس پیش کیا اور عرب دنیا میں تو پاکستان کا پہلا تعارف ہی چوہدری صاحب کی ذات کے حوالہ سے ہوا جبکہ انہوں نے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں عربوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور اسرائیل کے قیام کی مخالفت میں بہت زوردار تقاریر کیں۔"

آپ نے فرمایا :

" چوہدری صاحب کو مذہبی اقدار سے بہت لگاؤ تھا۔ انہوں نے ساری عمر موقع میسر ہونے کے باوجود شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ سگریٹ سے بھی احتراز کیا نہ ہی دوسری لغویات میں حصہ لیا۔ وہ بے معنیٰ بات نہیں کرتے تھے سبق آموز واقعات سناتے رہتے تھے۔ مذہبی تعلیمات کی بڑی سختی کے ساتھ پیروی کرتے تھے۔ ان کے اندر وہ ساری خوبیاں موجود تھیں جو ایک صحیح اور سچے .... (باخدا انسان) میں ہونی چاہئیں۔ وہ بڑے ملنسار تھے اور انکی سرشت میں وفاداری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اپنے پرانے تعلقات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔"

سردار صاحب نے کہا :

" آدمی ان کے اخلاق کے کس کس پہلو پر بات کرے وہ تو بڑے اعلیٰ اور ارفع انسان تھے۔"

چوہدری صاحب کے ایک وصف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

" مجھے ان کی حیرت انگیز سادگی پر بڑا تعجب ہوا چند سال پیشتر جب وہ انگلستان میں مقیم تھے تو میں ایک دفعہ ان سے ملنے گیا۔ ان کی رہائش احمدیہ مشن کے ساتھ ایک بہت چھوٹے سے کمرہ میں تھی انہوں نے خود ہی چائے بنا کر مجھے پلائی۔ وہ اپنا بستر بھی خود ہی ٹھیک کرتے تھے۔ کسی دوسرے کی مدد کے طالب نہیں ہوتے تھے۔

ان کی زندگی بہت ہی سادہ تھی۔ کوئی دوسرا آدمی انہیں دیکھ کر یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عالی مرتبت انسان ہے اور بین الاقوامی عدالت کا صدر رہا ہے۔"

چوہدری صاحب فی الحقیقت بہت عظیم انسان تھے

محترمہ شہزادی عابدہ سلطان آف بھوپال کے قلبی تاثرات

انکی پوری زندگی اور شخصیت بے حد قابلِ احترام تھی

مرتبہ: وسیم احمد ظفر
(ملاقات: راجہ سعید احمد)

سوال :- چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے آپکی ملاقات کب اور کیسے ہوئی۔؟

جواب : چوہدری صاحب سے میری ملاقات بھوپال میں ہوئی تھی جب کہ وہ نواب صاحب کے بلانے پر بھوپال میں سروس کے سلسلہ میں آئے تھے اور صرف ملاقات ہی نہیں ہوئی بلکہ ان سے اور ان کے خاندان سے گہرے تعلقات استوار ہو گئے تھے۔ غالباً وہ چار پانچ سال وہاں رہے۔ قریباً روزانہ ملاقات ہوتی تھی اور وہ ہمارے گھر کے فرد محسوس ہوتے تھے۔

سوال : آپ کے والد صاحب (نواب بھوپال) کے حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ کیسے مراسم تھے اور چوہدری صاحب نے ان کے قانونی مشیر کی حیثیت سے کیسی خدمات سرانجام دیں۔؟

جواب : وہ ان پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ اور ان کا تعلق ایسا تھا جیسا بڑے بھائی سے ہوتا ہے۔ وہ چوہدری صاحب کی اعلیٰ شخصیت سے بے حد متأثر تھے۔ ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ سر ظفر اللہ جیسے عظیم انسان شہریار کو اپنے بچے کی طرح زیر تربیت لے لیں تو یہ اسکی بہت بڑی خوش نصیبی ہوگی۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا مجھ سے ذکر بھی کیا۔ لیکن سر ظفر اللہ کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا وہ تو قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں بیحد مصروف تھے۔ انکے بھوپال میں ایڈوائزر بنوانے کا اصل مقصد بھی یہی تھا کہ وہ نواب صاحب کے ساتھ مل کر حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں اندرونی طور پر خدمات سرانجام دیں۔ اور اس طرح پاکستان اور بھوپال کے مشترکہ مفادات کی حفاظت کے سلسلہ میں قانونی اقدامات بروئے کار لائیں۔ بہرحال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سر ظفر اللہ سے نواب صاحب کے مراسم کتنے قریبی اور گہرے تھے اور وہ ان کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

سوال : یہ سوال اکثر ذہنوں میں اٹھتا ہے کہ چوہدری صاحب جیسے عظیم قانون دان کو بھوپال میں مشیر مقرر کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ کیا آپ اس کی وضاحت کرنا پسند فرمائیں گی؟

جواب : اگر پاکستان اور بھوپال کے مشترکہ مفادات کی حفاظت کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو سر ظفر اللہ جیسے عظیم اور لائق انسان کو بھوپال کی ریاست میں ایڈوائزر مقرر کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا جس عظیم انسان نے قانون کے میدان میں عالمگیر شہرت حاصل کی اور یونائیٹڈ نیشنز میں اقوام عالم کی سربراہی کا فریضہ ادا کیا اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ بھوپال کی ریاست میں ایڈوائزر بنتا۔ مقصد ایک ہی تھا کہ مطالبہ پاکستان کیخلاف جو قانونی حجتیں نکالی جاتی ہیں سر ظفر اللہ اپنی غیر معمولی قانونی دسترس کے بل پر انکا توڑ کریں یہ کام انہوں نے بڑے خلوص اور بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس زمانہ میں میرے والد صاحب چیمبر آف پرنسز کے

چانسلر تھے۔ اس حیثیت میں جملہ والیانِ ریاست کی طرف سے ان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد تھی۔ اُدھر وہ (نواب صاحب بھوپال) پاکستان کے زبردست حامی تھے اور ان کی پوری کوشش یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ علاقہ پاکستان میں آجائے۔ اس سلسلہ میں ظفر اللہ خان صاحب نے ان کے ایڈوائزر کے طور پر بہت اہم خدمات سرانجام دیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو اس ضمن میں چنداں کامیابی نہ ہوتی

سوال: پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے چوہدری صاحب نے جو خدمات سرانجام دیں ان کے بارہ میں آپ کے کیا تأثرات ہیں؟

جواب: وزیر خارجہ کی حیثیت سے بھی سر ظفر اللہ نے بہت شاندار خدمات انجام دیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی ان خدمات کو فی زمانہ گردانا نہیں جاتا زمانہ ہی کچھ ایسا آگیا ہے کہ نیکی کی قدر مفقود ہو کر رہ گئی ہے۔ درحقیقت اہلِ پاکستان نے اپنی آزادی اور خودمختاری کی حقیقی قدر نہیں پہچانی۔ وہ کسی فرد کی کیا قدر کریں گے وہ خواہ سر ظفر اللہ ہوں یا نواب بھوپال ہوں یا کوئی اور۔

سوال: کیا آپ سمجھتی ہیں کہ یہ جو ریاستوں کا الحاق پاکستان سے ہوا ہے وہ سر ظفر اللہ خان صاحب کی مساعی کی وجہ سے ہوا ہے؟

جواب: جوناگڑھ کا الحاق جہاں تک مجھے یاد ہے وہ خالصتہً ظفر اللہ خان صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھا کیونکہ اور جو ریاستیں تھیں وہ کٹ آف تھیں۔ ان کا پاکستان سے ملنا مشکل تھا۔ مثلاً بھوپال جو اتنا زیادہ پاکستان کے لیے کام کر رہا تھا وسطی ہندوستان میں ہونے کی وجہ سے اس کا پاکستان سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے بھوپال رہ گیا مگر جوناگڑھ کا الحاق ہو سکتا تھا تو چوہدری صاحب نے اس معاملہ میں جو محنت کی اور والیانِ ریاست کی راہنمائی کرتے ہوئے انہوں نے جو کوشش کی اور تعلقات قائم کیے اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔

سوال: تحریک پاکستان میں چوہدری صاحب کی جو خدمات آپ کے ذہن میں ہیں وہ بیان فرمائیں؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ وہ پاکستان کے لیے بے حد کوشاں رہے اور بہت زبردست کوششیں کیں، دن اور رات وہ اسی کوشش میں لگے رہتے تھے، بھاگتے پھرتے تھے کبھی اس والئ ریاست سے ملے کبھی اس رئیس سے ملے کبھی ہمارے والد صاحب کے ساتھ جو اسوقت چیمبر آف پرنسز کے چانسلر تھے۔ صلاح مشورے ہو رہے ہیں اور کبھی ذاتی حیثیت سے دوستانہ گفتگو ہو رہی ہے۔ بہرحال انہوں نے پاکستان کے قیام میں بے انتہاء کوشش اور بے انتہا محنت کی ہے جسکی نظیر معدودے چند لوگوں کے سوا ملنی محال ہے۔

سوال: چوہدری صاحب اور جماعت احمدیہ نے حصول و استحکامِ پاکستان کے ضمن میں جو خدمات سرانجام دیں تو کیا قوم نے ان کو وہ مقام دیا جس کے وہ مستحق تھے؟

جواب: نہیں دیا اور مجھے اس کی بے حد شرمندگی بھی ہے ہونی تو نہیں چاہیئے کیونکہ میرا تو ان واقعات سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ مگر جس طرح چوہدری صاحب اور انکی پوری جماعت کے خلاف آئینی اقدام کرایا گیا وہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ شخص جو کلمہ پڑھ لیتا ہے اور جو علی الاعلان اس کا اعلان کرتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت سے باہر نہیں نکالا اور اسکی ایک واضح مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار کہلاتا ہے اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و احسان کا سلوک روا رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہونے کی حیثیت سے ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

سوال: چوہدری صاحب کو بحیثیت انسان آپ نے کیسا پایا؟

جواب: بہت عظیم انسان تھے اور بہت زبردست انسان تھے اور انسان ہی کی حیثیت سے میرے دل میں انکی عزّت ہے۔ وزرائے خارجہ روز آتے جاتے ہیں۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، وزرائے اعظم نئے نئے آتے ہیں اصل چیز تو انسانیت ہوتی ہے اور یہ صفت چوہدری صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ اتنے مخلص اور باخدا انسان تھے کہ باوجود اس کے کہ بعض طبقوں کی طرف سے مذہب کی آڑ میں ان کی شدید مخالفت کی گئی۔ میرے خیال میں اتنی عالمِ اسلام کی خدمت کسی اور نے نہیں کی جتنی انہوں نے کی ہے۔

سوال: اقوام متحدہ میں بھی آپ کو چوہدری صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا وہاں ان کے کردار اور مصروفیات کے بارہ میں اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان فرمائیں۔

جواب: ۱۹۵۴ء میں اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے نمائندہ وفد میں مجھے بھی شمولیت کا موقع ملا۔ چوہدری صاحب ہر کھانے پر کہیں نہ کہیں مدعو ہوتے تھے۔ شاید ہی انہوں نے اپنی قیام گاہ پر کوئی کھانا کھایا ہو۔ چونکہ وہ مجھ سے اچھی طرح واقف تھے، قدر کرتے تھے اس لیے ہر دعوت میں جانے سے پہلے وہ مجھ سے ضرور پوچھ لیتے تھے کہ اگر آپ چلیں تو مجھے خوشی ہوگی تو میں ساتھ جاتی تھی اور مجھے بھی خوشی ہوتی تھی کیونکہ وہ جو وہاں تقریریں کرتے تھے وہ قرآنی علوم و معارف سے لبریز ہوتی تھیں اور طرزِ بیان ایسا دلکش ہوتا تھا کہ ہر بات لوگوں کے دل میں کھُب جاتی تھی جو لوگ آتے تھے وہ دین کے متعلق ان سے باتیں سننے کو آتے تھے پاکستان کے متعلق تو جو کچھ انہیں کہنا ہوتا تھا وہ اسمبلی کے باقاعدہ اجلاس میں کہتے تھے مگر یہ جو جگہ جگہ انکی دعوتیں ہوتی تھیں یہ پاکستان سے متعلق امور کے علاوہ اس لیے بھی ہوتی تھیں کہ وہ بڑے پُراثر طریقے سے مذہب کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور لوگ اس سے متاثر ہوتے تھے اور میں بھی بہت متاثر ہوتی تھی۔ میں نے نہیں سنا کہ کبھی بھی انہوں نے ہمارے عقائد کے خلاف ایک لفظ بھی کہا ہو۔ میں حیران ہوں کہ انہوں نے اتنی جان توڑ کوشش کی اور انکی عمر اس وقت عنفوان کی نہیں تھی وہ جوان نہیں تھے وہ ضعیف تھے۔ اس ضعیفی میں انہوں نے اتنی بھاگ دوڑ کی اور اپنی صحت کی یا کسی چیز کی پرواہ نہیں کی اور پاکستان کا نام روشن کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور اتنا زیادہ انہوں نے دین کا نام پھیلایا امریکہ میں جتنے دن ہم رہے ہیں مجلسِ اقوام میں جو میں نے دیکھا میں اس سے بے حد متاثر ہوئی مزید برآں بہت سی روحانی باتیں، قرآن کی آیات اور احادیث اور ان کی تفاسیر جو میرے علم میں نہیں تھیں وہ میں نے ظفر اللہ صاحب سے سنیں۔

اسی دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے دل میں انکی عظمت اور بڑھا دی۔ اس سال میں پہلی بار امریکہ گئی تھی۔ اس لیے دل میں خوف بھی تھا اور کچھ عجیب سے خیالات تھے کہ میں کہاں آگئی ہوں۔ اس وفد میں میں تنہا عورت تھی۔ لہٰذا جب امریکہ پہنچ کر ایک ہوٹل میں ٹھہری تو وہاں دل نہیں لگا۔ انگریزوں سے تو کسی قدر مانوس تھی مگر وہاں بڑی اجنبیت محسوس ہوئی۔ امریکنوں کے اخلاق و کردار انگریزوں سے بہت مختلف ہیں اس لیے بڑی بیزاری کی کیفیت طاری رہی لہٰذا دو تین دن کے بعد دل میں خیال آیا کہ ہمارا اقوامِ متحدہ کا پاکستانی دفتر یہاں ہے تو وہیں جا کے کوئی کمرہ تلاش کر لوں اور اس کمرے میں جا کے سوچا یا کروں۔ اس وجہ سے میں نے اس دفتر کا اوپر سے لے کر نیچے تک خاموشی سے معائنہ کیا کہ اس میں اگر کوئی مناسب کمرہ ایک طرف مل جائے تو میں یہیں رہا کروں بجائے اس کے کہ میں ہوٹل میں رہوں۔ چوتھی منزل کے اوپر ایک بہت ہی چھوٹا سا کمرہ تھا اسمیں ایک ٹوٹا پھوٹا سا پلنگ پڑا

تھا اور دوسری عام ضروریات بھی اچھی طرح مہیا نہ تھیں تو میں نے یہ حالت دیکھ کے یہ سمجھا کہ غالباً یہاں چوکیدار رہتا ہوگا تو میں نے پوچھا کہ بھئی یہ کس کا کمرہ ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں پاکستان کے وزیر خارجہ رہتے ہیں مجھے تو بڑا تعجب ہوا میں حیران دیکھتی رہی یقین نہ آتا تھا۔ میں نے کہا کیا یہاں چوہدری ظفر اللہ خان رہتے ہیں تو کہنے لگے جی ہاں۔ مجھے تو بہت بُرا لگا میں نے کہا کہ یہ کیا ہے ان کو اتنا الاؤنس ملتا ہے اتنی تنخواہ ملتی ہے ان کے سارے اخراجات گورنمنٹ ادا کرتی ہے اور یہ ایسی پھٹیچر جگہ میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ بات ہماری بدنامی کا باعث ہے کہ ہمارا وزیر خارجہ اس طرح پڑا ہوا ہے تو میں نے پوچھا اور کہا کہ ملاقات وغیرہ کہاں کرتے ہیں تو کہنے لگے کہ وہ تو دفتر میں کر لیتے ہیں اگر کوئی ملنے آئے تو دفتر کے کمرے میں جا کے ملتے ہیں یہاں کوئی نہیں آتا یہاں تو وہ رات کو آ کر سو جاتے ہیں اب مجھے بہت بُرا لگا چونکہ میرے اور ان کے بہت بے تکلفی کے اور برسوں پرانے تعلقات تھے۔

چنانچہ پہلی فرصت میں میں نے ان سے بہت جھگڑا کیا میں نے کہا ظفر اللہ صاحب آپ کو کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ آپ اس طرح پڑے ہوئے ہیں تو ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ "آپ اس سے کیا سمجھیں؟" میں نے کہا کہ میں یہی سمجھی کہ آپ سارا پیسہ بچاتے ہیں اور کسی اچھی جگہ میں نہیں رہتے آپ ایسی بیہودہ جگہ میں رہتے ہیں اگر کوئی سنے یا دیکھے تو کیا کہے کہ پاکستانی وزیر خارجہ اس حال میں زندگی بسر کرتا ہے تو ہنسے اور کہنے لگے کہ دیکھیے کہ میں اپنی ذات پر صرف دو ۲ ڈالر یومیہ خرچ کرتا ہوں خواہ وہ ٹیکسی میں خرچ ہو جائیں، خواہ وہ کھانے میں خرچ ہو جائیں یا کافی میں ہو جائیں، کیونکہ میں سگریٹ نہیں پیتا، شراب نہیں پیتا کچھ نہیں کرتا میرے تو اخراجات کچھ بھی نہیں اور آپ دیکھ رہی ہیں کہ صبح، دوپہر، شام کا کھانا مجھے مل ہی جاتا ہے دعوتوں وغیرہ کے ذریعہ تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں ہوٹل میں جا کے اخراجات کروں حالانکہ میں بہترین ہوٹل میں ٹھہر سکتا ہوں اور گورنمنٹ مجھے تمام اخراجات دیگی۔ مجھے جو الاؤنس ملتا ہے میں ان میں سے صرف دو ۲ ڈالر یومیہ اپنے لیے رکھتا ہوں باقی تمام رقم میں رفاہی کاموں کے لیے دے دیتا ہوں۔

میرے دل میں ان کیلئے بڑی عزت پیدا ہوئی کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی زندگی کی پوری کمائی کو اپنے عقیدہ اور ایمان کی خاطر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ کتنا ہی دیتے جاؤ ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا غرض اس واقعہ نے میری نظروں میں ان کو اور بھی اونچا کر دیا۔

سوال: کوئی ایسا واقعہ بھوپال میں قیام کے دوران جو آپ کو ہمیشہ یاد رہے انکی کوئی خوبی یا کوئی ایسا کام جس سے آپ بہت متاثر ہوئی ہوں؟

جواب: میں تو ظفر اللہ خان صاحب کے پورے کیریکٹر سے بہت متاثر تھی میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ میں کسی ایک واقعہ کا خاص طور پر تذکرہ کر کے کہوں کہ میں اس بات سے متاثر ہوئی ہوں۔ انکی تو پوری زندگی اور شخصیت میرے لئے بہت قابلِ عظمت تھی وہ فی الحقیقت ایک بہت عظیم انسان تھے۔

سوال: آپکو چوہدری صاحب کی وفات کا کیسے علم ہوا اور آپ نے کیا محسوس کیا؟

جواب: اس وقت میں اپنے بیٹے کے پاس اسلام آباد گئی ہوئی تھی انہوں نے مجھ سے بہت ہی تشویش کے ساتھ کہا کہ ظفر اللہ خان صاحب بیمار ہیں اور شدید بیمار ہیں تو ہم نے تار وغیرہ دی اور معلومات حاصل کیں کہ کیا ہوا ہے اور ان کی بیماری نے بہت تشویش پیدا کی۔ میرا دل بھی چاہا کہ میں واپس جاتے ہوئے لاہور ٹھہر کر انکی عیادت کر لوں اور اگر اجازت مل گئی تو دیکھ لوں گی مگر ان کی وفات ہو گئی یہ بھی میرے بیٹے نے ہی مجھے بتایا وہاں اسلام آباد میں ہی اور وہیں سے ہی ہم نے تار وغیرہ دیئے اور پھر جانے کو دل بھی نہ چاہا کہ اب کہاں جائیں کس کے پاس جائیں تعلقات

تو ظفر اللہ صاحب کے ساتھ تھے وہی نہ رہے تو اب کیا کریں دل کو یوں معلوم ہوا کہ ایک عظیم ہستی دنیا سے اٹھ گئی۔

سوال: اگر چند جملوں میں چوہدری صاحب کی پوری زندگی کا احاطہ کرنا ہو تو؟

جواب:

"He was a great man and a great Scholar of Islam and other religions and a very Sinceir person whowas very competent to be The president of Pakistan."

XXXX

"اُن کے پائے کا کوئی انسان مَیں نے آج تک نہیں دیکھا"

"حضرت نبئ اکرمؐ سے انہیں بے پناہ عشق تھا"

جناب افضل حیدر
رکن پاکستان بار کونسل

کے مشاہدات کا نچوڑ

چوہدری صاحب کے میرے والد سید محمد شاہ صاحب کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے اور دونوں کا ایک دوسرے کے ہاں بہت آنا جانا تھا۔

چوہدری صاحب نے سیالکوٹ میں ہمارے ہی مکان میں پریکٹس کا آغاز کیا۔ وہ بڑے منکسر المزاج اور پُرخلوص انسان تھے۔ دوستوں سے بہت پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ ان میں انسانی اقدار کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ان کے پائے کا کوئی انسان مَیں نے آج تک نہیں دیکھا۔ چوہدری صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ ہر مخاطب کے لحاظ سے ان کا رویہ بہت اعلیٰ اور قابلِ قدر ہوتا تھا۔

ان کی مجلس میں معاشرے کے اُونچے اور نیچے دونوں طبقوں کے لوگ ہوتے تھے مگر کسی کو یہ شکوہ نہیں ہو سکتا تھا کہ حسبِ مراتب اس کی قدر نہیں کی گئی۔ ان کے گاؤں سے آنے والا پٹواری بھی ان کے گھر سے ویسا ہی خوش جاتا تھا جیسا کوئی مرکزی وزیر۔

چوہدری صاحب سادگی اور بے تکلفی کا مرقع تھے مگر اس کے ساتھ ہی ان کی طبیعت میں نفاست اور مناسبت بھی بہت تھی۔ مثلاً کپڑے قیمتی نہ ہوتے مگر صاف ستھرے اور بے شکن۔ سُوٹ پہنتے یا شلوار قمیص پر شیروانی زیب تن کرتے۔ یہ چیز ان کی اصول پسندی کا بھی بیّن ثبوت ہے۔ وہ اپنے مذہبی عقائد پر بڑی سختی سے قائم تھے۔

حضرت نبی کریمؐ سے انہیں بے پناہ عشق تھا۔ مجھے اکتوبر کے مہینہ کا ایک دن آج بھی یاد ہے اور اس موقع کی تصویر بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ جب محترم چوہدری صاحب اور میرے والد صاحب گلبرگ میں چوہدری بشیر احمد صاحب کی کوٹھی پر سارا دن بیٹھے رہے اور آنحضرتؐ کی عظمت اور شان کے متعلق آپس میں باتیں کرتے رہے اور اس موقع پر مسلسل فارسی اور اُردو کے اشعار ایک دوسرے کو سُناتے رہے۔ مَیں کئی دفعہ ان کے پاس گیا ہر دفعہ ان کا انہماک ترقی پر ہی پایا۔ دونوں کی آنکھیں بار بار ڈبڈبا جاتی تھیں اور شدّتِ جذبات کی وجہ سے ان کا گلا رُندھ جاتا تھا اور بات جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔

وہ دن مجھے کبھی نہیں بھُولتا۔ آنحضورؐ کے ذکرِ مبارک پر چوہدری صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر مَیں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ کیا قادیانی واقعی نبی کریمؐ کی شان کے منکر ہیں۔ اس دن کا نظّارہ میرے لئے عجیب تجربہ ہے جسے

مَیں فراموش نہیں کر سکتا۔

چوہدری صاحب نے مجھے ایک بار خاص طور پر یہ نصیحت کی تھی کہ کسی انسان کے ساتھ صرف دل سے پیار کرنا کافی نہیں اس محبّت اور پیار کا اظہار بھی ہونا چاہیئے تاکہ اس دوسرے شخص کو معلوم ہو کہ فلاں کی محبّت مجھے حاصل ہے۔ یہ علم اس آدمی کی خود اعتمادی کو تقویت پہنچاتا ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ انسانی رشتوں کو مضبوط کرنے کے لئے خواہ وہ برابری کے معیار پر ہوں یا حاکم و محکوم کے تعلقات ہوں یہ طریق بہت اہم اور ضروری ہے کیونکہ یہ سُوءِ قسم کی بدظنّیوں کو جلانے اور نیک جذبات پیدا کرنے کا محرّک ہے ❀

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

کانگریسی وکیل کو چوہدری صاحب کے دلائل کا لوہا ماننا پڑا

مکرم پروفیسر سعود احمد خان صاحب۔ ربوہ

یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو قائد اعظم محمد علی جناح نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانوں کیطرف سے پنجاب میں باؤنڈری کمیشن کے سامنے مغربی پاکستان کی مشرقی سرحد قائم کرنے کیلئے بطور وکیل مقرر کیا اور آپ نے بہت خوبی کے ساتھ اس قومی فریضہ کو سرانجام دیا۔ تمام ان لوگوں نے جو کسی نہ کسی طرح کمیشن کے ساتھ منسلک ہوئے یا پنجاب ہائی کورٹ میں جا کر انکو بحث سننے کا موقع ملا اس حقیقت کو فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا کہ حضرت چوہدری صاحب نے نہ صرف وکالت کا حق ادا کیا بلکہ اپنی لیاقت کا سکہ بٹھا دیا جبکہ اس کام کیلئے آپکو خاطر خواہ نہ وقت میسر آیا اور نہ کوئی اور سہولت مہیا تھی مثل مشہور ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے میں اس ضمن میں تمام دوسری تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے جن کا علم بہت سے اہل دانش اور باخبر لوگوں کو ہے مندرجہ بالا مثل کے مطابق ایک روایت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو لاہور کے مشہور ایڈووکیٹ عبدالحق صاحب نے بیان فرمائی اور جس جلسہ میں انہوں نے اسکو بیان فرمایا میں بھی سامعین میں موجود تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ غالباً ۱۹۶۰ء کی ابتداء میں یعنی جنوری، فروری میں حضرت چوہدری صاحب جلسہ سالانہ ربوہ کے بعد لاہور تشریف لائے تو Y.M.C.A یعنی ینگ کرسچن ایسوسی ایشن کی ایک ذیلی تنظیم Y'SMEN CLUB نے بطور مہمان خصوصی آپ کی ایک تقریر کا اہتمام کیا۔ یہ کلب وائی ایم سی اے کے سینیئر اراکین پر مشتمل تھا اور Y'S men کا نام بطور تلفظ اول WISE MEN کی آواز سے رکھا ہوا تھا یعنی عقلمندوں کا کلب۔ ایڈووکیٹ عبدالحق صاحب اس تقریب کے صدر تھے چونکہ جلسہ کا اعلان اخبار پاکستان ٹائمز میں بھی کیا گیا تھا۔ اور عوام کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی اس لیے عاجز بھی وقتِ مقررہ پر پہنچ گیا۔

حضرت چوہدری صاحب نے انگریزی زبان میں نہایت فصاحت کے ساتھ ایک عالمانہ تقریر فرمائی۔ سامعین سمجھتے تھے کہ چوہدری صاحب موصوف عالمی سیاست پر کچھ ارشاد فرمائیں گے لیکن چونکہ ان دنوں محترم چوہدری صاحب عالمی عدالت کے جج تھے اس لیے کسی سیاسی تقریر سے گریز کرنے میں آپ نے مصلحت سمجھی۔ تقریر میں خاص نکتہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا تو اس کا کیا مطلب ہے اور اس مطلب کو کیسے حاصل کیا جائے۔ تقریر کے بعد صدرِ محترم نے کہا کہ چوہدری صاحب محترم بہت محتاط بزرگ ہیں اور اپنے فرائض کی ذمہ داریوں اور ان کے تقاضوں کو بھی خوب جانتے ہیں؛ وہ اپنے آپکو مجبور پاتے تھے کہ عالمی سیاست پر گفتگو نہ فرمائیں لیکن انہوں نے اس مضمون کو جس کو ہم ان کے پیشہ کے ساتھ متعلق نہیں سمجھتے علم و عرفان کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ گویا ہم بہت بڑے دینی مفکر اور عالم کے علم سے مستفیض ہو رہے تھے

مگر میں بحیثیت صدر اپنے آپ کو مجبور نہیں پاتا کہ کسی سیاسی مسئلہ پر لب کشائی نہ کروں بلکہ میں اس سلسلہ میں ایک ایسی بات کا امین ہوں جس میں میں منفرد ہوں اور اس کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قوم کو اسکی ایک امانت پہنچا کر سبکدوش ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ جب محترم چوہدری صاحب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کر رہے تھے میں بھی لاہور میں موجود تھا اور اس کارروائی کو سننے جایا کرتا تھا۔ میرا تاثر بھی وہی تھا جو سب مسلمانوں کا تھا کہ ہمارے دل محترم چوہدری صاحب کی اس خدمت پر تشکر و امتنان سے لبریز تھے

چونکہ کانگریس کے وکیل مسٹر سیتلواد بمبئی سے تشریف لائے تھے اور میرے دوست تھے اس لیے ان سے بھی ملا کرتا تھا اور ایک دن ان سے اپنے گھر دعوت پر تشریف لانے کی درخواست کی انہوں نے بحث کے اختتام پر ایک شب میرے گھر آنا قبول کیا لیکن اس شرط پر کہ کوئی تیسرا شخص اسمیں نہ ہو صرف ہم دونوں دوست مل کر کھانا کھائیں گے۔ میں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ وہ حسب وعدہ تشریف لائے اور کہا عبدالحق تم سمجھتے ہو گے کہ میں نے کسی تیسرے شخص کی موجودگی شاید اس لیے قبول نہ کی کہ میں بحث کر کے تھک گیا ہوں اور آرام چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے جو میں صرف تم سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر حقائق پر فیصلہ کیا جائے تو میں تم کو تمہارے مسلمان ہونے کی حیثیت سے مبارکباد دیتا ہوں کہ مسلم لیگ کے کیس کو ایک بہترین وکیل میسر آیا اور اس اعتبار سے ظفر اللہ خان مسلم لیگ کے کیس کو اس سے کہیں زیادہ بہتر طور پر پیش کر سکے جس طرح میں نے کانگریس کا کیس پیش کیا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ فیصلہ دلائل کی بناء پر نہیں ہو گا اور اگر ہوا تو یقیناً مسلم لیگ کا پلہ بھاری ہو گا۔ عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ نے کہا کہ مسٹر سیتلواد نے یہ کہہ کر اپنا بوجھ ہلکا کر لیا اور میرے پاس یہ بات بطور امانت کے ہو گئی اور آج تیرہ سال بعد میں اس بات کو پبلک میں بیان کر کے اس سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اور میرا محترم چوہدری صاحب کو ان خدمات پر جو باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرتے ہوئے انجام دیں شکریہ کہنا صرف رسمی نہیں بلکہ ایک بصیرت پر قائم ہے۔ کیونکہ ان کے دلائل کا لوہا ان کے مدّمقابل کانگریس کے ہندو وکیل نے میرے سامنے اکیلے میں تسلیم کیا تھا۔ ہم مسلمانوں کا اپنے وکیل کی تعریف کرنا ایک جذباتی لگاؤ کی بات کہی جا سکتی ہے۔ لیکن اس جادو کا کیسے انکار کیا جائے جو خود ہندوؤں کے وکیل کے سر چڑھ کر بولا۔ ایڈووکیٹ عبدالحق صاحب کی تقریر بھی انگریزی میں ہی تھی لیکن ان کی قوتِ گویائی اور صداقتِ بیان اسی طرح تھی جس کو میں نے اردو میں سپردِ قلم کرنے کی کوشش کی ہے۔

چوہدری صاحب کا سفرِ آخرت

(انگریزی نظم کا آزاد اردو ترجمہ)

ہماری برطانوی نژاد احمدی بہن محترمہ سلمیٰ مبارکہ صاحبہ بیگم محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب آف یارک شائر انگلستان سے لاہور اور پھر ربوہ پہنچ کر لجنہ اماء اللہ انگلستان کی نمائندہ کی حیثیت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئی تھیں۔ انہوں نے جنازہ میں شرکت کے بعد ۳۔ ستمبر ۱۹۸۵ء کو ایک انگریزی نظم میں اپنے جذباتِ محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ ان کی انگریزی نظم مع اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

- میری زبان گُنگ ہے، اُس پر نہ نالہ و شیون ہے اور نہ آہ و بُکا،
- مگر شدّتِ غم کے زیرِ اثر آنکھوں سے ایک سیلِ اشک رواں ہے۔
- وہ اب وہاں جا پہنچے ہیں جہاں جانے کے وہ متمنّی تھے اور جس کے لئے وہ دعا گو رہتے تھے،
- یعنی ابد الآباد میں اپنے خالق و مالک کے حضور۔
- ان کی میّت پر پہلی نظر پڑی، دیکھا وہ کتنے حسین نظر آ رہے ہیں،
- بایں ہمہ جذباتِ غم کی شدّت نے میرا گلا پکڑا ہُوا ہے۔
- ان کے وفات پانے کے بعد نظروں میں ان کی قدر و منزلت اَور بھی بڑھ گئی ہے، اور وہ کندن کی طرح دمک رہے ہیں۔
- ان کے گلابی رخسار کتنے دلکش ہیں اور وہ خود کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔
- کلمۂ طیّبہ بڑے فخر سے سینہ پر اب بھی آویزاں ہے۔
- خدا کا یہ بندہ ہر امتحان میں پورا اُترا ہے۔
- کمرہ ان کا، برف کی سِلوں سے یخ بستہ ہے۔
- سُرخ گلاب کی شاداب پتّیاں ان کے وجود کی برکت سے اَور بھی زیادہ شاداب نظر آ رہی ہیں۔
- اِس ذاتی احساس کے زیرِ اثر کہ ان کی رُوح ابھی یہیں موجود ہے، اور اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر

حرکت کر رہی ہے،

- اور اس خوف کے زیرِ اثر کہ کہیں میری کوئی حرکت میرے محبّ کو ناگوار نہ گزرے،
- مَیں اپنے خیالات اور جذبات کو مجتمع اور منضبط رکھنے پر مجبور ہوں،
- اور سرتاپا دعا بنی ہوئی ہوں کیونکہ ایسے موقعوں کے لئے ہمیں یہی تو تعلیم دی گئی ہے۔
- بڑی ہی حسین اور پیاری یادیں رہ رہ کر اُفقِ ذہن پر اُبھر رہی ہیں،
- یعنی یہ کہ وہ ملاقات کرنے والوں سے کیسے باتیں کرتے تھے،
- کس طرح وہ باتوں میں لاجواب کر دیتے تھے اور پھر خود ہی حوصلہ افزائی کرتے تھے،
- وہ باتیں کرتے تھے اپنے مرحوم والد بزرگوار اور بھائی کی،
- اور علی الخصوص اپنی والدہ مرحومہ سے اگلے جہان میں متوقع ملاقات کی جس کے انتظار میں وہ عرصۂ دراز سے گِن گِن کر دن گزار رہے تھے۔
- سالہا سال سے وہ مجھے اپنی وفات کا صدمہ برداشت کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے،
- اور اُنہوں نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ توقع رکھتے ہیں کہ اگلے جہان میں ان کے لئے دائمی خوشی مقدّر ہے،
- باوجود اِس کے کہ گھنٹوں ان سے اِس موضوع پر باتیں ہوئی تھیں،
- پھر بھی مَیں نہیں چاہتی تھی کہ مَیں یہ دن دیکھوں۔
- مجھے اِس بات کی تو خوشی ہے کہ ان کا انجام بخیر ہؤا اور انہوں نے اپنی مراد کو پالیا،
- لیکن وہ دَور پورا ہونے کے بعد ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں،
- ہم سب نے ہی محسوس کیا کہ جو روشنی ان کے دَم سے وابستہ تھی وہ اب مدھم پڑ گئی ہے۔
- لیکن جہاں تک ان کی اپنی ذات کا تعلق ہے جنّت کی دائمی خوشیاں ان کے لئے مقدّر ہیں۔
- جُدائی کی گھڑی ہمیشہ بھاری ہوتی ہے لیکن جُدائی کی یہ گھڑی تو بہت ہی بوجھل ہے۔
- مجھے دل گرفتہ خیالات کو ذہن سے جھٹک دینا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے،
- بُھلا دینا چاہیئے مجھے اپنے ذاتی دُکھ اور صدمہ کو کیونکہ
- میرے خدا نے مجھے استفادہ کا خوب موقع دیا، مجھے گِلہ شکوہ زیب نہیں دیتا۔
- اٹھارہ[18] سال سے مجھے ان کے ساتھ تعلقِ خاطر تھا۔
- محض اِس لئے کہ وہ وفات پا گئے ہیں یہ تعلق ختم نہیں ہو سکتا۔
- محبّت اور دعائیں کبھی ختم نہیں ہؤا کرتیں، ان کا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے،
- اُس بیش بہا خزانہ کی طرح جو سدا بڑھتا رہتا ہے۔
- مجھے نمازِ جنازہ کے لئے موٹر کار میں پولو گراؤنڈ لے جایا گیا،
- مَیں کار میں ہی بیٹھی رہی کیونکہ وہاں خواتین نہیں تھیں۔
- لوگ بہت بڑی تعداد میں وہاں جمع تھے جن پر خاموشی طاری تھی۔ نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

- ان کا تابوت ہمارے پیچھے ہے اور ہم ٹریفک میں سے گزرتے ہوئے اپنا رستہ بنا رہے ہیں۔
- راستہ بھر پولیس کا ایک دستہ تابوت کے آگے آگے چلتا رہا۔
- دن کی گرمی میں ہم ربوہ جا پہنچے۔
- اِس طرح ربوہ کی جانب ان کا آخری سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔
- یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے اِس موقع پر یہاں آنے کی سعادت نصیب ہوئی،
- تاکہ مَیں ان کے سفرِ آخرت کے آخری مراحل میں شریک ہو سکوں جو بہت خیر و خوبی سے طے ہوئے۔
- مَیں نے دیکھا کہ قطاروں میں کھڑے ہوئے بیشمار لوگ اُنہیں آخری سلام اور الوداع کہنے آئے ہوئے ہیں۔
- ان سے لوگوں کو کس قدر محبت ہے، یہ بتانا چنداں مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے کیونکہ انسانوں کے اجتماعِ عظیم سے یہ از خود عیاں ہے۔
- سات بجے شام کے بعد نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔
- مَیں چہرہ پر نقاب ڈالے کار میں ہی بیٹھی رہی۔
- اِس کے بعد انسانوں کے جمِّ غفیر کے ہمراہ جنازہ بہشتی مقبرہ روانہ ہؤا۔
- یہ خاموش گواہی اُس محبّت کو آشکار کر رہی تھی جو لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے جاگزیں ہے۔
- بہشتی مقبرہ میں رات ہو جاتی ہے۔ وہاں انسانوں کا ایک سیلاب آیا ہؤا ہے۔
- خاموشی کے عالم میں جنازہ انسانوں کے اِس سیلاب میں سے گزرتا ہؤا اپنی منزل پر پہنچتا ہے۔ عقل حیران ہے کہ یہ حقیقت ہے یا خواب!
- یہ کیسی خوش نصیبی ہے! ان کے جسدِ خاکی کو چار دیواری کے اندر دفنایا جاتا ہے،
- وفات یافتہ ائمہ سلسلہ اور رفقاء کے پہلو میں۔
- قبر پر اینٹیں نصب کرنے اور بڑی صفائی سے اُنہیں باہم مربوط کرنے کی ساری کارروائی کا مَیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتی ہوں۔
- کنکریٹ کی تہہ جمائی جاتی اور اُس پہ پلاسٹک کی بڑی چادر بچھائی جاتی ہے۔
- بعض پُرانے رفقاء اپنے ہاتھوں سے قبر کو مٹی دیتے ہیں۔
- پھر جلد ہی مٹی کی ایک بڑی ڈھیری کی شکل میں قبر تیار ہوئی۔
- ہم سب نے خاموشی سے قبر پہ دعا کی اور لوگوں کا جمِ غفیر چھٹنا شروع ہؤا۔
- ان کے افرادِ خاندان پھر میری خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے وہ سارا ہی دن میری دیکھ بھال میں لگے رہے تھے۔
- مَیں مہمان خانہ میں واپس لَوٹی اور بارے مجھے وہاں تنہائی نصیب ہوئی۔
- اپنے آپ کو اکیلا پا کر مَیں سِسکیاں بھر بھر کر رونے لگی۔
- اِسی حال میں تین دن گزر گئے —— ان کی رُوح اب مادی جسم کی جکڑبندی سے آزاد ہو چکی ہے۔
- میری آنکھوں سے آنسو اَب بھی بہتے ہیں اور بہتے چلے جاتے ہیں لیکن انجام بخیر پر دل بالآخر تسلّی پا جاتا ہے۔
- اے پیارے وجود! تیری جُدائی شاق گزرتی ہے اور آئندہ بھی گزرے گی۔ مَیں پہلے ہی کی طرح اب بھی تجھ سے محبّت رکھتی ہوں۔
- مَیں تیرے لئے دعا کرتی رہوں گی اور اگلے جہان میں پھر تجھ سے جا ملوں گی؛

Choudhri Sahib's Funeral 3.9.85

(Selma Khan)

I utter neither sound or sighs
But tears are streaming from my eyes.
He's where he longed & prayed to be
With his Creator in Eternity.
He looks so well, I quickly note,
As fierce emotion grips my throat.
He's put on weight, he looks aglow,
His cheeks are pink — I love him so.
The Kalima still worn proudly on his chest,
This 'servant of God' has passed every test.
The room is packed with blocks of ice
Red flower petals mirrored twice.
The idea his soul still lingers here
And fear of offending my friend so dear
Compels me to discipline all thought
And simply pray as we are taught.
Memories haunting but very sweet
Of what he'd say to those he'd meet,
And how he'd tease and how he'd greet.
He'd spoken of his father & brother
And the long awaited reunion with mother.
For years he'd prepared me for all this
And allowed me to know, for him, it would be bliss.
Despite the hours we'd talked this way
I still was not ready for this day.
I rejoiced for him for his freedom at last
But for those of us left an era had passed.
We all I'm sure felt that now dimmed
Was *our* light
But now he would taste the gardens delight.

Farewells are tough, but this one is bad.
I must brainwash my self to feel happy-glad.
Forget my personal sorrow and pain
I had so much — must not complain;

For 18 years he's been my friend.
Just because he's dead it doesn't end.
Love and prayers go on for ever
Like adding to a precious treasure.
I'm driven to the polo ground for his funeral prayer.
I stay in the car as no ladies are there.
A large silent crowd, prayers over we leave
And with his coffin behind us through traffic we weave.
A police guard escorts throughout the way
And Rabwah is reached in the heat of the day.
His last journey to Rabwah, I'm so glad I could come.
And witness the last rites so beautifully done.
The crowds queue to see him
Bid salams and farewell.
How much he is loved is so easy to tell.
Just after 7pm the prayer takes place;
I sit in the car with my veil covered face.
Then off to the graveyard in crowds they all go
And this silent witness is also taken to show.
It's dark in the graveyard
And crowded the scene;
We quietly drive through it
It's unreal — it's a dream!
Oh greatful delight! he's laid here inside
Along with   and friends who have died.
I watch as the bricks are laid firm and neat
And concrete is added and then plastic sheet.
A few old · · · · · throw soil on the ground
And soon there's a heap, a quite sizeable mound,
We all pray in silence and the crowds move away.
His family take care of me as they have done all day.
And back to the guesthouse, for a while I'm alone
And at last I indulge in a low anguished moan.
The three days are over — his soul at last free.
Tears flow now unchecked but
Relief brings to me.
Oh darling I'll miss you — but love you the same
And pray in the next life I can meet you again.

دلوں میں گھر کرنے والی عظمت اور اس کا ایک نقشِ جمیل

مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب سابق مربی
ہالینڈ و انڈونیشیا حال لندن

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے تعلق میں جہانتک ذاتی تاثرات کا سوال ہے۔ انہیں اور انکی کیفیات کو بیان کرنا کوئی سہل کام نہیں۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اہم اور عظیم الشان واقعات سے قطع نظر آپ کی زندگی کے متفرق واقعات کو خواہ کتنے ہی اختصار کے ساتھ الگ الگ بیان کیا جائے پھر بھی وہ اپنی افادیت کے لحاظ سے یقیناً اپنے اندر بہت سے اہم پہلو لیے ہوئے ہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کی شہرت کے پیش نظر اس کا ذکر غائبانہ سنا ہو تو اس کا طبیعت پر غیر معمولی اثر ہوتا ہے مگر جب اس شخص کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملے تو اس کی عظمت کا غائبانہ احساس اکثر اس رنگ میں قائم نہیں رہتا۔ مراد یہ کہ اس میں کمی آجاتی ہے لیکن حضرت چوہدری صاحب کو جسقدر بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے آپکی عظمت کے احساس میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ کیونکہ آپکا ظاہر و باطن ایک تھا آپ جو کہتے تھے وہی کرتے تھے۔ ہالینڈ کے قیام کے دوران ایک لمبا عرصہ آپکو قریب سے دیکھنے۔ اور آپ سے فیضیاب ہونے کے مواقع اس عاجز کو میسر آئے۔ اور میں اس بنا پر علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپکو اعلیٰ بلند پایہ اوصاف سے متصف پایا آپ کی عظمت دل میں گھر کرتی چلی گئی اور احترام کا جذبۂ بے پناہ مسلسل ابھرتا چلا گیا۔

بے نفسی

عجز و انکساری کا وصف ایک سچے احمدی کا خاصہ ہوتا ہے۔ میں نے اس وصف کو نہایت عمدہ رنگ میں آپ کی ذات میں جلوہ گر پایا۔ اسی ضمن میں آپکی سوانح حیات پر مشتمل کتاب "تحدیثِ نعمت" کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ مجھے یاد ہے اور یہ اس کتاب کے وجود میں آنے سے پہلے کی بات ہے۔ کہ میں نے چند ایک دفعہ نہایت ادب سے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپکی زندگی اور اس میں ہونے والے واقعات کا تعلق صرف آپکی ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق تو پوری جماعت اور قوم کے ساتھ ہے بہتر ہے آپ انہیں تحریر میں بھی لے آئیں تا یہ حالات قوم کی راہنمائی کا باعث ہوں ۔ مگر آپ ہر دفعہ یہی فرماتے رہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں کوئی عُجب یا خود نمائی کا احساس کسی رنگ میں پیدا نہ ہو جائے۔ مگر جب آپکو آپ کے قریبی احباء نے قرآن کی آیہ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی روشنی میں اس کی طرف توجہ دلائی اور اس کی تحریک کی گئی تو پھر آپ نے

مجبور ہو کر یہ قدم اٹھا لیا چنانچہ اسی مناسبت سے پھر آپ نے اس کا نام بھی "تحدیث نعمت" رکھا۔

آپ کو اپنے حالات کے بیان کرنے میں لفظ 'میں' کا استعمال مرغوب نہیں تھا۔ اور اس لفظ سے آپ ہمیشہ بچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے اپنے سوانح کو جب انگریزی میں ڈھالا تو وہاں لفظ I سے بچنے کے لئے آپ نے HE کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس سے پڑھنے والے کو کچھ الجھن سی ضرور ہوتی ہے۔ مگر آپ نے I کی بجائے HE سے ہی کام چلانا بہتر خیال فرمایا اور پھر یہیں تک بس نہیں آپ نے انکساری کے خیال سے اس انگریزی سوانح کا نام بھی SERVANT OF GOD رکھا تا HE کے پیچھے بھی جو جذبات کار فرما ہو سکتے ہیں انکا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔

ہالینڈ کی جماعت سے تعلق

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت چوہدری صاحب کا اپنی زندگی میں جہاں بھی قیام رہا۔ ان کا وجود ہر جگہ ہی دینی خدمات کے ضمن میں وہاں کی جماعت کے لیے بہت مفید اور برکات کا موجب رہا۔ چنانچہ اس لحاظ سے ہمارا ہالینڈ کا مشن اور وہاں کی جماعت بڑی خوش قسمت ہے۔ کہ انہیں سالہا سال حضرت چوہدری صاحب کے وجود کی برکات سے مستفیض ہونے کا موقعہ ملا۔ بلکہ کچھ اتفاق ایسا ہے کہ جب سے ہالینڈ میں اللہ کے گھر کی تعمیر کا پروگرام شروع ہوا حضرت چوہدری صاحب کا خاص تعلق اس بیت الذکر سے رہا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے ۱۹۵۰ء میں حضرت مصلح موعود کی طرف سے جب ارشاد موصول ہوا کہ ہالینڈ میں بیت الذکر کی تعمیر کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کی جائے۔ تو ان ایام میں بھی حضرت چوہدری صاحب کا گزر ہالینڈ سے ہوا اسوقت بیت الذکر کے لیے زمین کی خرید کا معاملہ ابھی ابتدائی اور بنیادی مراحل میں تھا۔ اس وقت حضرت چوہدری صاحب کی راہنمائی اور آپ کا مشورہ ہمارے لیے بہت ہی برکت کا موجب ہوا۔ اور ہم نے وہ زمین خرید لی۔ اس کے بعد بیت الذکر کی تعمیر کے ضمن میں نقشے وغیرہ کے مراحل تھے۔ ان امور میں بھی حضرت چوہدری صاحب کا صلاح مشورہ ہمارے بہت کام آتا رہا۔ آخر تعمیر کی ابتداء ہوئی اور تکمیل پر افتتاح عمل میں آیا۔ ان دونوں اہم مواقع یعنی تعمیر کی ابتدا اور افتتاح کا اعزاز حضور کے ارشاد پر حضرت چوہدری صاحب کے حصہ میں آیا۔ بلکہ اس کے بعد حضور ہی کے ایماء سے حضرت چوہدری صاحب نے کچھ عرصہ اپنی رہائش بھی اسی بیت الذکر "جو بیت المبارک کے نام سے موسوم ہے" کے ایک کمرے میں اختیار فرمائی۔

حضرت چوہدری صاحب اپنے ہالینڈ کے عرصہ قیام کے دوران اکثر اہم جماعتی تقریبات میں بھی اپنی بابرکت حاضری سے جماعت کو مستفیض فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب عرب کے پرنس فیصل جو سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے لارڈ میئر تھے جماعت کی دعوت پر احمدیہ مشن میں تشریف لائے تو اس موقعہ پر حضرت چوہدری صاحب بھی موجود تھے۔ بلکہ حضرت چوہدری صاحب کی موجودگی اور آپ کی ملاقات سے لارڈ میئر بہت ہی خوش تھے۔ خاکسار نے عربی زبان میں انکی خدمت میں ایڈریس پیش کیا اور تحفۃً کچھ کتب بھی پیش کیں۔ اسی طرح ایک موقعہ پر ملائیشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان جب تشریف لائے اور پھر ایک اور موقعہ پر جب نائیجیریا کے وزیر اعظم ڈاکٹر سر ابوبکر تفاوا بلیوا تشریف لائے تو ان مواقع پر بھی حضرت چوہدری صاحب کی موجودگی ہمارے لیے اور معزز مہمانوں کے لیے بڑی مسرت اور شادمانی کا باعث تھی

ہالینڈ کے وزیر خارجہ ڈاکٹر جوزف لُنز جو بعد میں

ایک لمبا عرصہ NATO کے جنرل سیکرٹری بھی رہے وہ تو حضرت چوہدری صاحب کے بہت مداح تھے ایک دفعہ جب ہم نے حضرت چوہدری صاحب کو ایک موقعہ پر پارٹی دی تو ڈاکٹر لُنز بڑے شوق سے تشریف لائے اور کوئی ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب حضرت چوہدری صاحب سے محوِ گفتگو رہے۔ یہی کیفیت ڈاکٹر سر ابوبکر تفاوا بلیوا صاحب کی تھی۔ وہ بھی جب آئے تو دیر تک حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ بے تکلفانہ باتیں کرنے میں مشغول رہے۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر بھی جو ہم سب کیلئے لطف کا باعث تھا یعنی سنہ ۶۰ء میں پاکستان کی عالمی چیمپئن ہاکی ٹیم اولمپک گولڈ میڈل جیتنے کے بعد ہالینڈ سے گزری تو جماعت نے اس کے اعزاز میں پارٹی دی اور ایڈریس پیش کیا اس موقع پر بھی حضرت چوہدری صاحب کی موجودگی ہم سب کے لیے ایک لطف کا موجب تھی۔

یہ آپ نے کیا تکلّف کر دیا

آپ کی طبیعت کا ایک خاصہ یہ تھا کہ آپ فضول خرچی سے اور ظاہری تکلفات سے احتراز کرتے تھے۔ اس تعلق میں آپ کی شادی کے ایام کا ایک واقعہ ذہن میں آ رہا ہے۔ جو گو بظاہر ایک معمولی سی بات ہے مگر اپنی نوعیت کے لحاظ سے کچھ منفرد ہے ہالینڈ ہی کا واقعہ ہے جبکہ کچھ عرصہ کے لیے آپ کی رہائش مشن ہاؤس کے ایک کمرہ میں تھی آپکی شادی کی تقریب تھی۔ میں نے اپنے رفیق مولانا ابوبکر صاحب سے کہا کہ اگرچہ حضرت چوہدری صاحب کو ظاہری قسم کے تکلفات سے کوئی لگاؤ نہیں اور آپ انہیں پسند نہیں فرماتے مگر آج چونکہ شادی کی تقریب ہے۔ اگر حضرت چوہدری صاحب کے کمرے میں تھوڑے سے پھول گلدان میں لگا کر رکھ دیئے جائیں تو کیا حرج ہے چنانچہ میں نے پھول گملے میں لگا کر آپ کے کمرے میں رکھ دیئے۔ لیکن اس کے بعد جب چوہدری صاحب باہر سے تشریف لائے اور کمرے میں داخل ہوئے تو باہر آ کر فرمانے لگے "یہ پھولوں کا آپ نے کیا تکلف کر دیا۔

وہ جگہ اس سے بھی تنگ ہوگی

ایک دفعہ میرا بیٹا عزیزم عزیز اللہ جب ہالینڈ آیا تو حضرت چوہدری صاحب اُسے مشن ہاؤس میں اپنا کمرہ دکھانے لگے کہ وہ اس کمرے میں رہا کرتے تھے۔ میرے لیے یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کا سلوک میرے لڑکے عزیزم عزیز اللہ کے ساتھ بھی بڑا مشفقانہ تھا۔ آپ بعض دفعہ بڑی بے تکلفی سے اس کے ساتھ گفتگو فرماتے اور اسے نصائح کیا کرتے حضرت چوہدری صاحب نے جب اسے اپنا کمرہ دکھایا تو وہ کمرہ چونکہ چھوٹا سا تھا اس لیے عزیز نے بے ساختگی سے کہا کہ آپ اس کمرے میں رہا کرتے تھے؟ تو اس پر حضرت چوہدری صاحب نے بھی بے تکلفانہ اور بلا توقف یہ اظہار فرمایا کہ "عزیز اس جسم نے آگے جس جگہ رکھا جانا ہے وہ جگہ اس سے بھی تنگ ہوگی"۔ یہ گفتگو بظاہر بہت سادگی کی حامل تھی۔ مگر یہ سادہ سی گفتگو آپ کے پاک خیالات کی ترجمان ضرور ہے اور آپ کے اخلاق کی عمدگی کے ساتھ عکاسی کر رہی ہے کہ اس دنیا میں خواہ کیسے بھی رہ رہے ہوں آپ نے اپنے انجام کو دل سے کبھی اوجھل نہیں ہونے دیا۔

جواں عزم

حضرت چوہدری صاحب اکثر مجھ سے میرے بیٹے عزیز اللہ کی صحت کے بارے میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ اس کی صحت کچھ عرصہ سے خراب کیوں جا رہی ہے تو میرے پوچھنے پر عزیز نے جواباً لکھا کہ اسکی وجہ کیا بتاؤں کہ بس اب تو بڑھاپا ہی ہے (غالباً وہ ان ایّام میں انصار اللہ میں داخل ہو رہا تھا) چنانچہ اس کا یہی جواب میں نے

بے تکلفی سے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ میرا جواب سنتے ہی حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میری طرف سے اسے لکھ دینا کہ تم خواہ مخواہ بوڑھے بن رہے ہو میں جو تمہارے باپ سے بھی ۲۵ سال بڑا ہوں اب بھی اگر کوئی مجھے بوڑھا کہتا ہے تو طبیعت اسے آسانی سے قبول نہیں کرتی۔ تم نے ابھی سے اپنے آپکو بوڑھا کہنا شروع کر دیا ہے۔

ایک گلڈر

ایک چھوٹا سا واقعہ ہالینڈ ہی کا ہے ایک دفعہ آپ کو اپنی گھریلو ضرورت کے لیے کچھ مکھن کی ضرورت تھی۔ اتوار کا دن تھا دکانیں بند تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس مکھن کا کوئی زائد پیکٹ ہوگا مگر ساتھ ہی فرمایا کہ میری جیب میں اس وقت صرف ایک گلڈر ہی ہے۔ ان دنوں مکھن کے پیکٹ کی قیمت ایک گلڈر سے کسی قدر زائد ہی ہوا کرتی تھی۔ فرمایا بس مجھے ایک گلڈر کی قدر کا اس پیکٹ میں سے کاٹ دیجئے۔ زیادہ نہیں اور پھر باوجود اصرار کے انہوں نے اسی قدر ہی اس میں سے لیا۔

گھڑی دیکھنے کی کیا ضرورت تھی

ایک اور صفت جو آپکی زندگی میں ہمیشہ ایک نمایاں کردار ادا کرتی رہی وہ وقت کی پابندی تھی جس کا آپ ہمیشہ خیال کیا کرتے تھے۔ آپ جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے تو اس وقت آپکی یہ صفت خاص طور پر اجاگر ہو کر دنیا کے سامنے آ گئی۔ عام طور پر اسمبلی کے ممبران کا یہ طریق تھا کہ تھوڑی بہت تاخیر سے آتے تو اسے محسوس نہ کیا جاتا تھا۔ مگر جب تک یہ نظام آپ کے سپرد رہا سب کو وقت کی پابندی کا احساس ہو گیا۔ اور اجلاس کی تمام کارروائی اپنے وقت پر ہونے لگی۔ ایک دفعہ وقت کی پابندی کے ضمن میں فرمایا کہ زندگی میں میرا سیر کا وقت بھی بالکل معین ہوا کرتا تھا۔ اس حد تک کہ لوگ مجھے دیکھ کر بعض دفعہ اپنی گھڑیاں درست کر لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ خود میرے ساتھ ہی ایک واقعہ گزرا کہ حضرت چوہدری صاحب کے کسی عزیز کی شادی تھی جسکے لیے دو بجے کا وقت دیا ہوا تھا۔ اس تقریب کا انتظام یا اس کی نگرانی حضرت چوہدری صاحب ہی فرما رہے تھے اتفاق سے جب میں لندن مشن کے "محمود ہال" میں پہنچا تو حضرت چوہدری صاحب ابھی وہاں موجود نہ تھے ادھر دو بج رہے تھے صرف ایک آدھ منٹ کی کمی ہوگی میرے دل میں خیال گزرا کہ حضرت چوہدری صاحب تو وقت کے بہت پابند ہوتے ہیں خدا جانے ابھی آپ کیوں تشریف نہیں لائے۔ میں دروازہ میں کھڑا یہ خیال ابھی کر ہی رہا تھا اور اپنی گھڑی سے وقت دیکھ رہا تھا کہ حضرت چوہدری صاحب ادھر سے نمودار ہوئے اور مسکراتے ہوئے مجھے فرمایا "گھڑی دیکھنے کی کیا ضرورت ہے میں جو آ گیا تھا"

حقیقت یہ ہے کہ ایسی نامور ہستیاں جن کو ایک طرف روحانی برکات اور دینی خدمات سے وافر حصّہ ملا ہو اور دوسری طرف انہیں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور بے پناہ قابلیتوں کے باعث بین الاقوامی شہرت سے بھی نمایاں حصہ ملا ہو بہت کم وجود میں آتی ہیں۔

دُعا

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں ظفر اللہ خان پیدا کرے جو اپنے اعلیٰ کردار سے جماعت کے نام کو بلند کرنے والے اور اسی کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے والے اور احمدیت کی نیک شہرت کو چار چاند لگانے والے ہوں۔ (آمین)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی قابلِ قدر اور قابلِ تقلید مثال

حضرت چوہدری صاحب ملکۂ انگلستان کی دعوت چھوڑ کر جماعتی پروگرام میں تشریف لے آئے

محترم انیس الرحمن صاحب بنگالی سابق مربی انگلستان کے مشاہدات

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم سے میرا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب آپ جامعہ احمدیہ ربوہ کی ایک تقریب سے خطاب کرنے کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے آپ نے اس خطاب میں فرمایا کہ جامعہ احمدیہ کی بنیاد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی اور اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہاں سے جیّد علماء پیدا ہوں۔ اس لیے اس ادارے میں ذہین ہونہار اور لائق طلبہ کو آنا چاہیئے

ایک عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بطور مربی انگلستان میں خدمات بجا لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۲ء خاکسار لندن میں مقیم رہا۔ اس دوران حضرت چوہدری صاحب کو بارہا قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور آپکی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ آپکی ذات تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک تھی اور آپ سلسلہ کی خاطر قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے چند ایک واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

آپ باقاعدہ واقف زندگی تو نہ تھے مگر واقفین زندگی سے بڑھکر سلسلہ کی خدمات بجا لاتے۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ حضرت چوہدری صاحب آپ سلسلہ اور دین کا اتنا کام کرتے ہیں۔ آپ نے زندگی باقاعدہ وقف کیوں نہیں کی ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ وقف بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں آزادانہ جو کام کر سکتا ہوں وہ کسی کے تحت ہو کر وقف کے رنگ میں نہیں کر سکوں گا میرے نزدیک وقف کیلئے ابراہیمی اور اسمٰعیلی قربانی کی ضرورت ہے۔ میں اس امر میں کمزور ہوں

دین کی خاطر

ہم نے اپریل ۱۹۷۹ء میں پورے انگلستان کا اجتماع بریڈ فورڈ میں منعقد کروایا جس میں شرکت کیلئے خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کو دعوت دی۔ ماہ اپریل میں ایسٹر کی تقریب کی مناسبت سے انگلستان کی ملکہ سارے ارکانِ پارلیمنٹ اور دیگر معززین کو ایک خاص کھانے پر سالانہ ڈنر میں بلاتی ہیں بمکرم چوہدری صاحب بھی اس دعوت کے مدعووین میں سے تھے جب میں نے اجتماع میں شرکت کیلئے دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ اگلے روز فون کے ذریعے تمہیں اطلاع دوں گا۔ چنانچہ حسبِ وعدہ اگلے روز ۱۲؍ اپریل کو فون پر ازخود اطلاع دی کہ چونکہ تمہارا ایک دینی پروگرام ہے اس لیے ملکہ کی دعوت کو چھوڑتا ہوں اور دین کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے تمہارے اجتماع میں شریک ہوں گا۔ چنانچہ اگلے روز مکرم انور احمد کاہلوں صاحب، مکرم چوہدری صاحب

کو ہمراہ لے کر لندن سے قریباً تین صد میل سفر کر کے شمال میں واقع بریڈ فورڈ اجتماع میں شرکت کے لیے پہنچ گئے۔

اجتماع کے دوران آپ نے نمازِ جمعہ ہڈرزفیلڈ مشن ہاؤس میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب صدر جماعت احمدیہ ہڈرز فیلڈ کے مکان بیت الفضل میں تشریف لے گئے اور تین روز وہاں قیام فرمایا۔ اس دوران خاکسار اور دیگر احباب جماعت وقتاً فوقتاً آپ سے ملنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اس عرصۂ قیام میں آپ متعدد ایمان افروز واقعات بیان فرماتے رہے

اسراف سے اجتناب

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میرے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ شخص کنجوس ہے بات اتنی ہے کہ میں اسراف سے بچتا ہوں اس موقعہ پر ایک واقعہ بھی بیان فرمایا جسے میں اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں

پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کے دوران بعض احباب آپ کے دفتر میں تشریف لائے۔ ایک دوست باتھ روم میں گئے اور دیکھا کہ ایک پرانے صابن کے ٹکڑے کے ساتھ نیا صابن جڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوئے اور اس کا ذکر مکرم چوہدری صاحب سے کیا آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ میں پرانا بچا ہوا صابن بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ اسے نئے صابن سے جوڑ کر استعمال کرتا ہوں تاکہ کوئی چیز ضائع نہ ہو۔ آپ کی سادگی کا یہ حال تھا کہ اکثر و بیشتر ایک ہی سوٹ اور ٹائی استعمال کرتے اور رومی ٹوپی پہنتے تھے ایک مرتبہ ایک دوست نے نیا جوڑا سلوا کر آپکی خدمت میں بھجوایا آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جزاکم اللہ ایک سوٹ ہی کافی ہے ایک پر قناعت کرنی چاہیئے آپ کسی مستحق کو دے دیں۔

اجتماع میں قیام کے دوران ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے لوگوں کے مسائل سنتے اور ان کے مسائل حل کرتے اور سوالات کے جوابات دیتے۔

دو سو سال عمر

۱۹۷۸ء کے اجتماع کے موقع پر جس میں بریڈفورڈ کے ڈپٹی میئر اور ان کے علاوہ دو درجن کے قریب انگریز اور بعض ممبرانِ پارلیمنٹ شامل ہوئے۔ میں نے ابتداء میں استقبالیہ تقریر میں مکرم چوہدری صاحب کا نوجوانوں سے تعارف کروایا اور آپکی خدمات کو سراہا۔ میرے استقبالیہ کے بعد ڈپٹی میئر نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور دورانِ خطاب کہا کہ مکرم چوہدری صاحب کی خدمات بنی نوع انسان کے لیے بہت وسیع ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ مکرم چوہدری صاحب کی عمر دو سو سال ہے تب بھی میں اسے ضرور تسلیم کرونگا کیونکہ آپکی خدمت کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ دوسروں کے لیے کئی صدیوں میں بھی اتنی خدمات انجام دینا ممکن نہ ہوتا۔ پھر آپ نے تو پوری انسانیت کی بہت خدمت کی۔

سچائی سے پیار

۱۹۷۹ء میں بریڈ فورڈ میں واقعہ وائی۔ایم۔سی۔اے ہال میں جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر بھی حضرت چوہدری صاحب کو شرکت کیلئے دعوت دی گئی۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ تلاوت اور نظم کے بعد میں نے مکرم چوہدری صاحب کا تعارف ایک رسالہ GUIDE LINE (جو کہ افریقہ سے چھپ کر آیا تھا)

پڑھ کر سنایا جس میں مکرم چوہدری صاحب کے کارہائے نمایاں کا ذکر اور تعارف تھا۔ اس رسالہ میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ مکرم چوہدری صاحب پہلے ..... ہیں جو اقوام متحدہ کے صدر ہوئے اس تعارف کے فوراً بعد مکرم چوہدری صاحب نے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ "میں اقوام متحدہ کا پہلا .... صدر نہیں تھا بلکہ ایران کے ایک نمائندے پہلے مسلمان صدر تھے۔ یہ اخبار کے رپوٹر کی غلطی ہے۔ میرے بھائی محمد انیس الرحمٰن صاحب کی غلطی نہیں ہے۔"

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کو سچ سے کتنا پیار تھا۔

۱۹۸۰ء کو چودھویں صدی کے اختتام اور پندرہویں صدی کے آغاز کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام کا اہتمام بریڈ فورڈ میں واقع مشن ہاؤس میں کیا گیا اس موقع پر مکرم چوہدری صاحب کو مدعو کیا گیا جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا۔ چنانچہ آپ جب جلسہ میں تشریف لائے تو آپ سے میں نے درخواست کی کہ چونکہ یہ ایک خاص اور اہم جلسہ ہے اس کی صدارت آپ فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ تم اس علاقہ کے امیر اور مربی ہو تم ہی اس کی کاروائی شروع کراؤ۔ چنانچہ جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی مگر مجھے پھر بھی تردّد ہوا کہ مکرم چوہدری صاحب کی موجودگی میں میں کس طرح صدارت کروں۔ میں نے پھر درخواست کی کہ کہ آپ بزرگ ہیں اور بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کر چکے ہیں حتیٰ کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی صدارت بھی آپ نے کی۔ آپ کی موجودگی میں مجھے جرأت نہیں ہو رہی۔ فرمانے لگے کہ پہلے بھی میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم نے صدارت کرنی ہے اب کھڑے ہو کر یہ اعلان کرو کہ ظفر اللہ تقریر کرے گا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اس موقع پر آپ نے ایک نہایت ہی مدّلل اور پُر شوکت تقریر "ظہورِ امام مہدی اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر کی۔ آپ کی تقریر کے بعد کسی اور نے تقریر کرنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ مجھے آج تمام ابھی ابھی لندن واپس جاتا ہے اس لیے اب احباب مجھے اجازت دیں اور بقیہ پروگرام بھی دلجمعی اور دلچسپی سے ساتھ سماعت فرما دیں۔ چنانچہ آپ اجازت لے کر لندن تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ انگلستان کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جرمنی کے ایک دوست بشیر احمد صاحب امینی نے مکرم چوہدری صاحب سے دریافت کیا کہ

آپ کتنی لینگویجز جانتے ہیں فرمانے لگے میں وہی زبان جانتا جو آپ بول رہے ہیں۔ چوہدری صاحب نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ امینی صاحب اردو اور انگریزی زبان کے الفاظ ملا کر ایک ساتھ بول رہے تھے آپ سخت ناپسند فرماتے تھے کہ اردو بولنے کے دوران اس میں خواہ مخواہ انگریزی الفاظ استعمال کئے جائیں

ایک دفعہ مانچسٹر کے صدر جماعت مکرم عبدالرشید صاحب بٹ نے ملاقات کے وقت دعا کی درخواست کی اور بڑے اصرار سے دعا کے لیے عرض کیا فرمانے لگے کہ تم بھی تو دعا کیا کرو۔ ہم تو دعا کریں گے ہی تم خود بھی تو دعاؤں میں شغف پیدا کرو۔

مکرم چوہدری صاحب کو جماعت کے باہمی تنازعات اور ان کے مسائل حل کرنے کیلئے بھی وقتاً فوقتاً درخواست کی جاتی تھی۔ آپ نہایت جانفشانی محبت اور محنت سے فریقین میں مصالحت کرواتے اور مسائل کا حل تجویز فرماتے تھے۔

مکرم چوہدری صاحب حق و صداقت کی بات

کو مقدمہ میں فوراً پہچان جاتے اور عدل و انصاف سے فیصلہ فرماتے۔ ساتھ ہی دعا اور استغفار سے کام لیتے۔

لین دین کے معاملات میں آپ بہت سخت گیر تھے۔ معاملات میں قرآنی حکم کے تحت ہر معاملہ کو ضبط تحریر میں لاتے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

صرف ظفر لکھا کرو

ایک انگریز احمدی ہوئے تو میں نے انہیں چوہدری صاحب کی کئی کتب پڑھائیں۔ اور ایک دفعہ کہا کہ آپ بھی مکرم چوہدری صاحب کو دعا کے لیے خط لکھیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس طرح مخاطب ہوں میں نے سمجھایا کہ جو ادب کا طریق ہے اسی کے مطابق مخاطب کریں چنانچہ انہوں نے بعض القاب سے مخاطب کر کے خط لندن کے پتہ پر بھجوایا۔ اس خط کا جواب اس انگریز احمدی نے مجھے بھی دکھایا کہ میں نے دعا کی اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرے نیز لکھا کہ مجھے زیادہ القاب سے مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف My dear zafar ہی لکھا کرو۔

ایک دفعہ روزنامہ جنگ لندن میں حضرت چوہدری صاحب کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا۔ اور تاریخی حقائق کو مسخ کر کے بعض باتیں بیان کی گئیں۔ آپ نے اخبار سے غیر ذمہ دارانہ رویّہ کی جواب طلبی فرمائی اور فرمایا میں انگلستان میں مقیم ہوں فون میسر ہے مجھ سے حقیقت دریافت کرتے۔ اس پر اخبار کے متعلقہ ایڈیٹر نے کہا کہ رپورٹ اور مضمون لکھنے والا ایک متعصب شخص ہے اور جماعت احمدیہ کے خلاف بغض و کینہ رکھتا ہے اور گالی گلوچ کرتا ہے۔ اس لیے اس نے آپ سے رابطہ کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ فرمانے لگے کہ مجھے اس کا پتہ اور فون نمبر دو میں اسے فون کروں گا کہ جتنی گالیاں دینا چاہو مجھے دو۔ میں اشتعال میں نہیں آؤں گا بلکہ صبر کروں گا۔ اور اس کے حق میں دعا کرونگا۔ میں اسے یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ تاریخی حقائق کو مسخ نہ کرے۔

حضرت چوہدری صاحب کو جماعت کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رہتا ایک مرتبہ ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر جبکہ مکرم چوہدری صاحب شمالی انگلستان کے ایک اجتماع پر تشریف لائے اور جماعت کے عمومی اخلاقی تربیتی امور کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس دوران میں نے آپ سے کہا کہ فلاں جماعت کے افراد چندوں میں بہت کمزور ہیں اور سستی اور غفلت سے کام لیتے ہیں۔ فرمانے لگے تم قرآن شریف کی یہ تعلیم انہیں بتایا کرو جس میں انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم اور ہدایت کی گئی ہے۔ پھر خود ہی یہ آیت تلاوت فرمائی

هَاۤ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے خطبات اور تربیتی کلاس میں اس بات کا تذکرہ کیا۔ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی ہوئی

ادب کا طریق

ایک مرتبہ ایک اجتماع کے موقع پر بہت سے احباب تشریف لائے ہوئے تھے۔ نماز عصر کا وقت تھا بعض لوگ رومال سر پہ باندھ کر نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں آپ ایک دوست کے پاس گئے اور کہا کہ اسلام صفائی کی طرف بہت توجہ دیتا ہے تم خدا کے حضور پیش ہونے والے ہو اور اس قسم کے

گندے رومال کو بطور ٹوپی استعمال کرتے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایک یہودی بھی جب کسی عبادت گاہ میں جاتا ہے تو خاص طور پر سر پر ٹوپی استعمال کرتا ہے۔ آپ نے یہ بات بھی نہایت عمدہ طور پر دلنشین انداز میں سمجھائی کہ وہ دوست ٹوپی استعمال کرنے لگ گئے۔

حضور کی تقریر سنو

مرکز سلسلہ ربوہ میں ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ ہمہ تن گوش ہو کر پنڈال کے قریب اپنی کار میں بیٹھے تقریر سن رہے تھے۔ اس دوران میرا گزر آپ کے قریب سے ہوا دل میں خیال پیدا ہوا کہ آپ کو سلام کروں اور مصافحہ کا شرف حاصل کروں آپ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وقت ملاقات کا مناسب نہیں حضرت صاحب تقریر فرما رہے ہیں تم لوگ حضور کی تقریر کو غور سے سنو۔

یہ وجود بہت بابرکت ہیں

غالباً ۱۹۷۶ء کے جلسہ سالانہ کی بات ہے کہ ہمارے موجودہ امام "احمدیت نے دنیا کو کیا دیا" کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے تقریر کے بعد آپ سٹیج سے نیچے اتر کر اپنی جوتی کی طرف جا رہے تھے کہ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت چوہدری صاحب حضور کی جوتی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر نیچے جا رہے ہیں میں قریب ہی کھڑا تھا میں نے کہا کہ ہم آپ کے خادم ہیں آپ تکلیف کیوں فرما رہے ہیں۔ فرمانے لگے "میاں! حضرت بانیٔ سلسلہ کی اولاد کی قدر کیا کرو۔ یہ وجود بہت ہی مقدس اور بابرکت ہیں۔"

مہربان و مشفق و اعلیٰ وجود

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب
امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور

آسان حل

ایک مرتبہ ایک نوجوان حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک بہت لمبا اور از قسمِ تقریر سوال چوہدری صاحب سے کیا۔ محترم چوہدری صاحب خاموشی سے اس کے سارے سوال کو سنتے رہے اور آخر میں فرمایا عزیزم آپ اس فلاسفی کی مشکل اور بڑی دقت میں پڑ گئے ہیں اگر آپ پسند کریں تو آپکی اس مشکل کا ایک آسان حل بتلا دوں اس نے شوق سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان نئی مشکلات میں پڑنے کی بجائے آپ صرف اتنا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات جو قرآن مجید میں ہیں ان پر عمل کیا کریں آپکی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔

حسنِ تربیت

حضرت چوہدری صاحب نئی نسل کی تربیت کی طرف خاص توجہ فرمایا کرتے تھے اور انداز انتہائی مشفقانہ ہوتا تھا۔ میری بڑی بیٹی عزیزہ عائشہ نے مجھے تبلایا کہ جب میں آٹھ نو برس کی تھی تو اپنی سہیلی کے ہمراہ گھر کے صحن میں سیر کر رہی تھی اور میں نے دوپٹہ یا چادر نہیں لی ہوئی تھی اتنے میں ابا بھی سیر کرنے کے لیے باہر تشریف لائے۔ مجھے پیار کیا اور فرمایا بیٹی کمرہ سے باہر نکلا کرو تو چادر یا کوٹی اور کپڑا لیا کرو کہیں تمہیں سردی نہ لگ جائے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں فوراً سمجھ گئی کہ میرا سر ڈھکا ہوا نہ تھا اور ابا نے میری سہیلی کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے اس انداز میں سمجھایا ہے۔

خدا پر ایمان

مکرم چوہدری صاحب ایسی بحث کو پسند نہ فرماتے تھے جو محض بحث کی خاطر ہو اور اگر اس امر کو بھانپ جاتے کہ دوسرا شخص محض بحث کی خاطر اپنی ضد پر قائم رہے گا تو خاموش ہو جاتے تھے یا موضوع کو تبدیل کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ خاکسار سے ذکر کیا کہ میں نے دینِ حق کے متعلق تقریر کی اور اس کے بعد چند سوالوں کے جواب دیئے۔ ایک شخص نے (جو معلوم ہوتا تھا کہ ملحد ہے) سوال کیا کہ تم بتلاؤ تم خدا پر کیوں ایمان رکھتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ I have experienced God۔ میرا یہ جواب اس کیلئے شافی جواب تھا اور پھر وہ شخص کچھ اور نہ کہہ سکا۔

جو آپ مجھے سمجھتے ہیں

۱۹۵۳ء کی تحقیقات میں ایک وکیل صاحب اپنے ساتھیوں سے بہت کہا کرتے تھے کہ ظفر اللہ خان کو بیان دینے کے لیے آنے دو میں ایک ہی سوال میں ظفر اللہ خان کو ایسا پھانسوں گا کہ وہ نکل نہ سکے گا۔ جب حضرت چوہدری صاحب تشریف لائے تو وکیل صاحب نے کہا کہ چوہدری صاحب ایک

علم و عرفان کی ایک خصوصی نشست
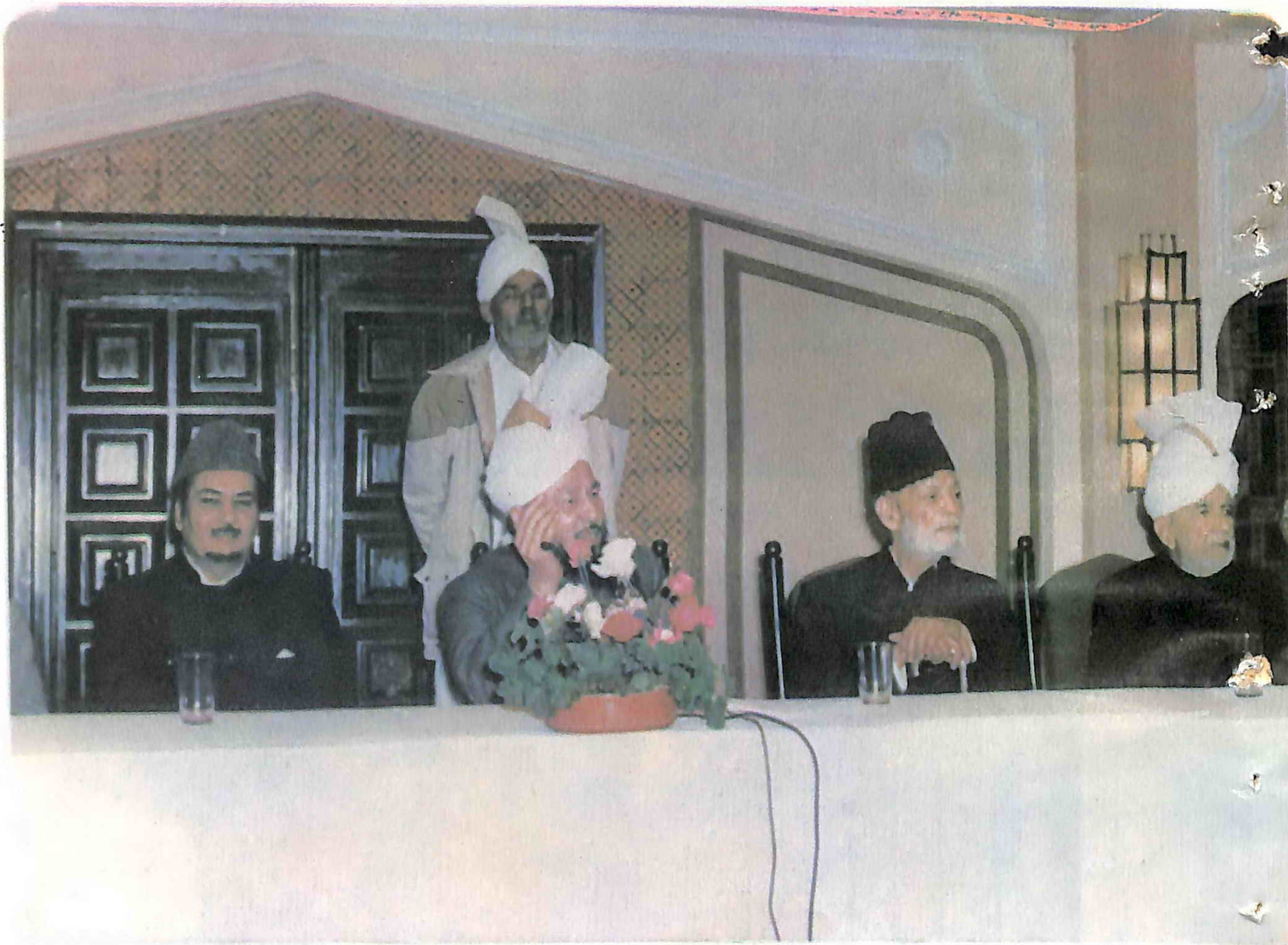
لاہور ہلٹن میں امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب۔ حضور حاضرین کے سوالوں کے جواب دے رہے ہیں
حضرت چوہدری صاحب نکاتِ معرفت سننے میں محو ہیں۔

سیدھا سا سوال آپ سے کرتا ہوں "آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟" چوہدری صاحب نے فوراً جواب دیا "جو آپ مجھے سمجھتے ہیں" ایسا جواب ملا کہ وکیل صاحب اس کے بعد کوئی اور سوال نہ کر سکے۔

عظمت کا راز

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت چوہدری صاحب کو اپنی نعمتوں سے ایسا نوازا تھا کہ اسکی مثال کم نظر آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے محترم چوہدری صاحب کو یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ انہوں نے ان نعمتوں کو صحیح طور پر اور اپنی استطاعت کی حد تک استعمال کیا۔ اس کا راز مکرم چوہدری صاحب نے بار بار بتلایا ہے اور وہ ہر ایک کو معلوم بھی ہوتا ہے لیکن انسان اپنی کمزوری اور کم ظرفی کی وجہ سے اس پر پوری طرح عمل نہیں کرتا اور چوک جاتا ہے، اور وہ راز ہے اطاعت یہی عظمتوں کی کنجی ہے اور رفعتوں کا دروازہ ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت چوہدری صاحب کے نقشِ قدم پر چل کر دین و دنیا میں ہر قسم کی بلندیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

ہواؤں کے دوش پر آواز کی پرواز

بی بی سی سے اِنٹرویو نشر ہونے کا منظر۔ عاشق حسین بٹالوی انٹرویو لے رہے ہیں
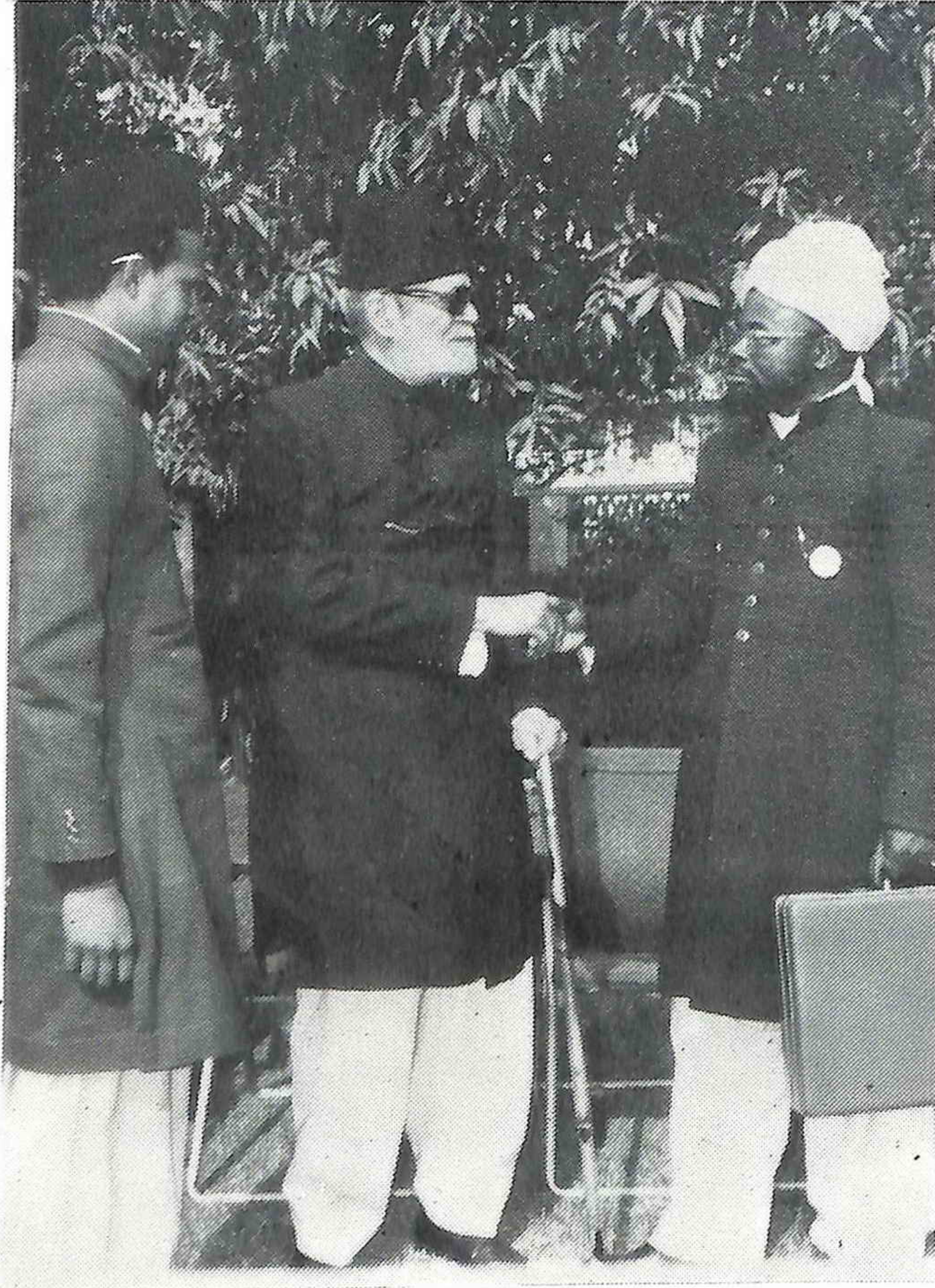
مکرم ادریس احمد صاحب آف زیمبیا حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
سابق صدر عالمی عدالت (ہیگ) سے مصافحہ کر رہے ہیں
ان کے ہمراہ مکرم عبدالمالک صاحب نمائندہ خالد و تشحیذ لاہور
کھڑے ہیں (فوٹو ۲۴ جنوری ۱۹۷۹ء)

نصیحت کا دلکش انداز۔

بعض نوجوان مربیان کو ہدایات سے نواز رہے ہیں

جماعتِ احمدیہ لاہور کی طرف سے اِستقبال۔ چوہدری صاحب کے عقب میں محترم جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم کھڑے ہیں

تجھ کو ڈھونڈے گی تری جود و سخا تیرے بعد

بیسویں صدی کا ایک نادرِ روزگار سخی

(مکرم چوہدری ادریس نصر اللہ خان صاحب)

حضرت باباجی انتہائی درجہ کے سخی تھے لاکھوں اور کروڑوں روپے کمائے لیکن اپنی ذات کیلئے محض ضروریات کی حد تک رکھ کر باقی سب کچھ ضرورتمندوں کی بھلائی اور خدمت میں صرف کرتے رہے آخرکار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اپنی ضروریات کے لیے ۶۰ یا ۷۰ پونڈ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ باقی آمدنی کو ذہنی طور پر اپنی آمدنی کا حصہ ہی تصور نہیں کیا کرتے تھے۔ سامانِ تعیش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا آسائشوں کے معاملہ میں بھی بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ موٹر کار جیسی چیز جسے آجکل کی ضروریات میں شمار کیا جاتا ہے اپنے لیے ضروری نہ سمجھتے تھے اور لمبا عرصہ یورپ میں بغیر گاڑی کے گزارہ کرتے رہے ۱۹۶۳ء سے لے کر اپنی وفات تک آپ نے کبھی کار نہیں رکھی۔ آپ کا قیام ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک بطور جج عالمی عدالت انصاف اور آخری تین سال بطور صدر عالمی عدالتِ انصاف ہالینڈ میں اور فروری ۱۹۷۴ء سے لیکر نومبر ۱۹۸۳ء تک انگلستان میں رہا۔ گویا یورپ میں رہتے ہوئے اور دنیا کی سب سے اعلیٰ عدالت کا جج اور صدر ہوتے ہوئے بھی اپنی تن آسانی کیلئے یہ خرچ ان کو گوارا نہ ہوا۔ پیدل دفتر تشریف لے جاتے اور بس پر واپسی ہوتی۔ انہی دنوں میں آپ نے لاکھوں روپے کے خرچہ سے لندن مشن ہاؤس کی موجودہ عمارت بنوانے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور لاکھوں روپے کے وظائف بیوگان اور یتیموں کی امداد کے طور پر دینے کی سعادت حاصل کی۔ ہاں اس دوران اگر کوئی مہمان آپ کے پاس رہنے کیلئے آیا جس کے متعلق خیال ہوا کہ اس کو سواری کے بغیر تکلیف ہوگی تو جتنا عرصہ وہ مہمان رہا اس کے شایانِ شان نئی موٹر خرید لی اور اس کے جانے کے بعد اسی دن بیچنے کے لیے بھیج دی۔

اس بات کا کہ اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ نہ ہو، اتنا خیال تھا کہ بعض دفعہ حیرت ہوتی تھی آپ اسی خیال سے اپنی ہر چیز کا خیال رکھتے تھے کہ ضائع نہ ہو تاکہ دوسری نہ خریدنی پڑے۔ ۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے ایک دفعہ ایک عزیز نے پوچھا آپ کے پاس رومال ہے؟ فرمایا ہاں ہے اور اپنا رومال دے دیا۔ اس نے سارے رومال سے اپنے دونوں ہاتھ پونچھ لئے۔ نہایت شفقت سے فرمایا "آپ کو دراصل تولیہ کی ضرورت تھی رومال تو ہنگامی ضرورت کے لیے ہے" پھر فرمانے لگے "میں رومال کی مختلف تہیں کرکے ایک تہہ عموماً ایک ہفتہ استعمال کرتا ہوں اور پھر دوسری اور پھر تیسری اور اس طرح ایک دفعہ کا دھویا ہوا رومال تقریباً دو ماہ کفایت کرتا ہے میرے پاس دو رومال ہیں اور جس دوست نے یہ رومال تحفۃً دیئے تھے انکی وفات کو ۲۷ سال ہوچکے ہیں" اس طرح کسی اور بات کے ضمن میں فرمایا "میں اپنے

عالم پہ اپنی دھاک بٹھا کر چلا گیا

ظفر اللہ خان

جناب ثاقب زیروی

دِل سے فریبِ زیست کے پردے ہٹا گیا
کیا شخص تھا کہ بانٹنے آیا تھا رنگ و نور
گفتار میں تھا کِھلتی بہاروں کا بانکپن
دینِ خُدا کی آبرُو تھی مقصدِ حیات
لگتا تھا دیکھنے میں جو اِنسان کم سخن
تھی اُس کی ذات مشعلِ انوارِ آگہی

آیا تھا جس طرف سے مسافر چلا گیا
تاریکیوں کا نام جہاں سے مِٹا گیا
رفتار سے ہواؤں کو چلنا سِکھا گیا
پہنچا جہاں بھی پیار کا دریا بہا گیا
جب بولنے پہ آیا۔ زمانے پہ چھا گیا
جینے کا زندگی کو قرینہ سِکھا گیا

ظفر اللہ خان قائدِ اعظم کا دستِ راست
عالم پہ اپنی دھاک بٹھا کر چلا گیا

رومال بنیان، جراب اور قمیص وغیرہ ہالینڈ میں خود دھوتا ہوں " اور اس وقت انکی ماہوار آمد تقریباً ساٹھ ہزار روپے سے زائد تھی اور ان کا خرچ تقریباً بارہ سو روپے ماہوار تھا۔ اور باقی سب رقم خدا کے راستہ میں اور حاجت مندوں کی ضروریات پورا کرنے میں خرچ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ گلے کا بٹن کپڑے پہنتے ہوئے گر گیا برادرم مکرم حمید صاحب اسے ڈھونڈنے لگے تو فرمایا " تم رہنے دو میں خود ڈھونڈتا ہوں تم ابھی کہہ دو گے کہ نہیں ملتا میں اور لا دیتا ہوں اور میرے پاس یہ بٹن ۴۵ سال سے ہے " اکثر فرماتے تھے کہ تم تن آسان ہو۔ یورپ جا کر زمین دوز ریل میں سفر کر لیتے ہو لیکن اس طرح کرایہ زیادہ ہوتا ہے اگر تم فلاں فلاں بس کے ذریعے فلاں جگہ اتر کر چند قدم پیدل چل کر دوسری بس لے لو تو کافی رقم بچ جاتی ہے۔ میں تو ۱۹۳۰ء سے تقریباً اسی طرح کرتا ہوں اور ہر دفعہ کے قیام میں ایک معقول رقم بچ جاتی ہے جو جماعت کو دے دیتا ہوں۔

آپکی کفایت شعاری اور انفاق فی سبیل اللہ کے واقعات تو پرانے زمانے کی محیّر العقول داستانیں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت اور امرِ واقعہ ہے جس کے بے شمار لوگ عینی شاہد ہیں۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا مگر اطمینان و سکون اور رضائے الٰہی کی لازوال دولت اسے میسّر تھی۔ ہزاروں گھروں میں اسی کے دم سے چراغ جلتے تھے۔ ان کی دعائیں ہی اس بے نفس وجود کا سرمایہ اور جائیداد تھی۔ گو جہاں تک مجھے علم ہے اس سخی کی وفات کے وقت اسکی کوئی ظاہری جائیداد نہ تھی۔

اولاد سے محبت اور انکی تربیت کے دلکش انداز

حضرت چوہدری صاحب کی نواسی محترمہ عائشہ نصرت جہاں کی خوبصورت تحریر

● میرے ابّا کو احمدیت سے بے پناہ محبت تھی نمازوں کے بے حد پابند تھے اور وقت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جب ولایت سے آتے تو یہ سوال ضرور کرتے کہ نمازِ فجر کس وقت ہوتی ہے؟

جب ابا بیمار ہوئے تو اکثر میں رات کو ان کے پاس سویا کرتی تھی۔ رات کو متعدد بار مجھے بلایا کرتے اور پوچھتے کہ تم مجھے فجر کی نماز کے وقت جگا دو گی؟ میں ہر بار کہتی کہ ابا آپ فکر نہ کریں میں آپکو ضرور جگا دوں گی تو پھر ابا کہتے کہ وعدہ خلافی بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے رات کو آواز دی۔ میں گئی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نماز کے وقت مجھے جگا دو گی؟ میں نے کہا کہ جی ابّا میں آپ کو جگا دوں گی تو آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس پر میں نے کہا کہ عائشہ۔ ابّا نے کہا تم جانتی ہو کہ یہ نام کس کا تھا تو میں نے کہا جی ابا میں جانتی ہوں۔ اس پر ابّا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عزیز حرم کا نام تھا عائشہ رضؓ۔ اگر یہ نام کسی کا ہو اور وہ وعدہ خلافی کرے تو یہ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے۔ یہ کہتے ہوئے ابا کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ ابا میں بفضلِ اللہ آپکو ہمیشہ اپنے وعدہ کے مطابق جگاتی ہوں آپ ہرگز فکر نہ کریں۔ میں آپکو جگا دوں گی۔ اس پر ابا نے کہا کہ " ہاں یہ تو میں جانتا ہوں مگر اپنی تسلی کے لیے کہہ رہا تھا "

میں ہمیشہ کالج سے آنے کے بعد سیدھا ابا کے پاس جاتی تھی کیونکہ آپ نے یہ کہا ہوا تھا کہ ابھی برقعہ بھی نہ اتارے اور میرے پاس آجایا کرے اپنا ہوم ورک میرے پاس ہی کیا کرے۔ ایک دفعہ میں گئی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ " عائشہ تم مجھ سے کتنا پیار کرتی ہو؟ اس پر میں نے کہا کہ ابا میں آپ سے بے پناہ پیار کرتی ہوں تو آپ نے فرمایا " اچھا پھر تم میرے لیے دعا کیا کرو کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو اور آسان ہو "۔

اس پر میں رونے لگ گئی تو آپ نے کہا کہ میں جانتا ہوں تم اداس ہو گئی ہو مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم ضرور ملیں گے ہمیشہ کے لیے! انشاء اللہ "

جب میں چھوٹی سی تھی تو ابّا مجھے اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ آپ مجھے سلانے کیلئے کہانیاں سنایا کرتے تھے پھر صبح میں اپنی امی سے کہتی کہ اب میں جناب عالی (ابا) کے پاس نہیں سوؤں گی ایک دن امی نے ابا کو بتا دیا کہ یہ تو آپ کی کہانیوں سے بہت

ڈرتی ہے اس پر ابا نے کہا کہ میں تو بہت وقت لگا کر اس کے لیے کہانیاں بناتا ہوں۔ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ بچوں کو ایسی ہی کہانیاں پسند ہوں گی۔ (میں آٹھ نو برس کی عمر تک ابا کو جناب عالی کہا کرتی تھی)

میرے چار بھائی ہیں اس لیے میں اپنے آپ کو ہم کہہ کر اور بالکل لڑکوں کی طرح مخاطب کرتی تھی اور کپڑے بھی بھائیوں کی طرح پہنتی تھی ابا ان دنوں گیٹ تک سیر کیا کرتے تھے میری عمر تین ساڑھے تین سال کی تھی اور میں اپنی آپا کے ساتھ گیٹ پر کھڑی تھی میں نے نیکر اور بش شرٹ پہن رکھی تھی۔ ابا نے مجھے جب وہاں دیکھا اور وہ بھی اس حلیے میں تو آپ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا تم فوراً اندر جاؤ میں روتے ہوئے اندر چلی گئی۔ ابا اندر آئے اور مجھے پیار کیا اور چپ کرایا اور بہت دیر تک میرے کان میں باتیں کرتے رہے۔ آپ بہت پریشان ہوگئے تھے ایک تو اس حال میں اور دوسرے بغیر کسی مرد کے میں گھر سے اتنی دور کھڑی تھی یعنی ان کو پردے اور حفاظت دونوں کا خیال تھا۔

میں نے تقریباً دس سال کی عمر میں برقعہ پہنا تھا۔ اس پر ابا نے مجھے بہت پیار کیا اور اکثر کہتے تھے کہ اس کو اپنے پردے کا بہت خیال ہے۔ میری پڑھائی کی طرف خاص توجہ دیتے تھے کہتے تھے کہ امتحانوں میں مجھے ہرگز خط نہ لکھنا ہاں امتحان ختم ہوتے ہی فوراً مجھے خط لکھدیا کرو مجھے اکثر کہتے تھے کہ تم اپنی اردو کی طرف خاص توجہ دو اور اس کے لیے سب سے مفید طریقہ یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتابیں پڑھو یہ تمہاری دین کی سمجھ میں بھی اضافہ کریں گی۔ یہ بھی فرماتے کہ چاہے کچھ الفاظ تمہیں سمجھ نہ آئیں مگر یہ ضروری ہے کہ حضور کی ہر کتاب کم از کم تین مرتبہ ضرور پڑھنی چاہیئے پھر سمجھ تو خدا عطا کرے گا۔ انشاء اللہ۔

ایک دفعہ میرے دانت میں بہت تکلیف ہوگئی تو آپ آئے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے سینے سے لگائے بہت دیر تک بیٹھے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

ابا میرے لیے ایک دفعہ بہت ہی خوبصورت گڑیا لائے اور اسے ڈبہ سے نکال کر مجھے اس کا نام پڑھ کر سنایا چونکہ نام ذرا مشکل تھا۔ اسلیے مجھ سے کئی بار نام دہروایا تاکہ مجھے یاد ہو جائے۔ جب گڑیا لے کر میں اپنے کمرے میں گئی تو میں نے فوراً اس کے کپڑے بدل دیئے اور اس کو نہلایا اور اس کے بالوں کو بھی دھو دیا۔ میری امی اچانک اندر آگئیں ان کو میری یہ عادت بری لگتی تھی۔ انہوں نے ایک ہاتھ سے مجھے پکڑا اور دوسرے سے میری گڑیا کو پکڑا اور سیدھا ابا کے پاس لے گئیں اور ابا سے شکایت کی کہ آپ اس کے لیے اتنی قیمتی گڑیا لائے ہیں اور اس نے اسکا بُرا حال کر دیا ہے دیکھیں اس نے گڑیا کو بالکل فقیرنی بنا ڈالا ہے۔ اس پر ابا بہت ہنسے اور اماں سے کہا کہ آپ اسے چھوڑ دیں میں تو یہ گڑیا اس کے لیے لایا تھا۔ پھر کیا ہوا اور آجائے گی۔ جب اماں چلی گئیں تو ابا نے کہا کہ تم میرے پاس ہی رہو اب باہر مت جانا ورنہ تمہیں پھر ڈانٹ پڑے گی۔

میں رات کو ابا کے CONTACT LENS اتارا کرتی تھی۔ یہ طریقہ مجھے بھائی نے سکھایا تھا۔ لیکن پھر ابا مجھے ہی بلواتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کو اتارنے دو۔ یہی اس کام میں EXPERT ہے۔

ابا کو اپنی والدہ محترمہ بے بے جی سے بہت محبت

تھی۔ آپ جب بھی اُن کا ذکر کرتے تو آبدیدہ ہو جاتے آپ ہمیشہ فرماتے کہ میری والدہ کے ذریعہ سے ہی احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔ آپ کی ہم سب کو یہ خاص ہدایت تھی کہ ہم اپنی پڑدادی کے لیے کثرت سے دعائیں کریں۔ ابا کے پاس بے بے جی کی ایک تصویر تھی جسے وہ بیٹھنے والے کمرے کی انگیٹھی پر رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری نگاہ جب بھی اس تصویر پر پڑتی ہے میں بے بے جی کے لیے دعا کرتا ہوں۔

ابا کو اپنی والدہ کے ساتھ بہن بھائیوں سے بھی بہت محبت تھی ایک روز مجھ سے کہا تم چار بھائی اور ایک بہن ہو اسی طرح ہم بھی چار بھائی اور ایک بہن تھے اور پھر کہا کہ میرا ایک بھائی جو کہ بہت نیک تھا مجھے بہت پیارا تھا اس کی وفات کا مجھے بہت غم ہے۔ اس کی وفات کا مجھے بہت ہی غم ہے۔ اس کی وفات کا مجھے بہت بہت ہی غم ہے اور اس فقرہ کو بہت مرتبہ دہرایا اس پر میرے ابو نے جو پاس ہی کھڑے تھے دریافت کیا کہ آپ کے اس بھائی کا کیا نام تھا تو ابا نے ان کی طرف دیکھ کر کہا عبداللہ خان اور اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ابا کو بھیا (محمد فضل) سے بہت محبت تھی آپ ان کی کامیابی کے لیے بہت دعا کیا کرتے تھے جب بھیا نے لندن سکول آف اکنامکس میں ایم ایس سی میں امتیازی پوزیشن حاصل کی تو ابا نے فرمایا کہ ہمارے خاندان میں یہ پہلا شخص ہے جس نے اتنی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ یہ تو اب مجھ سے بھی زیادہ پڑھ گیا ہے۔ ابا بھیا کی تعریف میں خاص طور پر اس بات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ کہ بھیا نے ابا کی بہت خدمت کی۔ آپ کی جب بھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو آپ کہتے محمد فضل کو بلا دو۔ ایک دفعہ آپ اس قدر بے چین ہو گئے کہ بھیا کو انگلستان سے پاکستان بلوالیا کیونکہ ابا پاکستان میں تھے۔ پھر بھیا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہیں دو فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک جلسہ سالانہ میں شمولیت اور دوسرے تمہارے آنے سے میں بہت خوش ہوا ہوں۔

مصطفٰے کو بھی اللہ تعالیٰ نے ابا کی بہت خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ابا جب لاہور میں مستقل قیام پذیر ہوئے تو مصطفٰے اپنے پاکستان میں قیام کے دوران باقاعدگی کے ساتھ آپ کو نماز پڑھاتا رہا اس نے ابا کے لیے Intravenous ٹیکہ لگانا سیکھا اور ابا کو Drip بھی لگاتا تھا اور ابا کو ادویات بروقت دینا بھی اس کی ذمہ داری تھی

ابراہیم سے آپ کو خاص محبت تھی اس کو بہت چوما کرتے تھے۔ اس کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جو خاص وجودوں کیلئے ہوا کرتے ہیں اور اپنے خطوں میں یہ ہدایت کیا کرتے تھے کہ ابراہیم کو خاص طور پر دعا کیلئے کہا جائے آپ فرماتے تھے کہ اس بچہ کا خاص درجہ ہے۔

بیماری کے آخری دو ماہ میں بھیا۔ بھابھی اور مصطفٰے لاہور آگئے تھے اور بھابی نے بھی ابا کی بہت خدمت کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ میری ممی کی زندگی ابا کے بعد بالکل بدل گئی ہے اور ہم سب بچوں کا بھی حال کچھ ایسا ہی ہے۔ ابا بہت یاد آتے ہیں اور انکی کمی ہر وقت محسوس ہوتی ہے لیکن ہم سب اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ گو اداسیاں بہت ہیں اور ابا کے بغیر

زندگی نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ وہ اب میرے پاس موجود نہیں ہیں جن کے لاڈ اور پیار کی مجھے عادت تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے اس عظیم فضل اور رحم کی میں ہمیشہ شکرگزار رہوں گی کہ ایسے بابرکت اور پُرنور وجود نے مجھ سے اتنی محبت کی اور میرے دل میں بھی ان کے لیے محبت کا شدید جذبہ پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ اس محبت کی برکات سے ہمیشہ ہدایت حاصل کرتی رہوں اور جب اللہ تعالیٰ وہ وقت لائے کہ ان سے ملاقات ہو تو وہ مجھ سے خوش ہوں۔ (آمین)

وہ جس کی ایک ملاقات عمر کا حاصل

حاصلِ زیست

محترمہ سعدیہ محمد صاحبہ

محترمہ سعدیہ محمد صاحبہ حضرت چوہدری صاحب کی رضاعی نواسی اور حقیقی نواسے کی رفیق حیات ہیں۔ آپ کے تاثرات ھدیۂ قارئین ہیں۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا اس وقت سے ہم بڑے باباجی کا نام اور تعریف سنتے آرہے تھے اور کم سِنی میں کئی بار ان سے ملے بھی ہوں گے لیکن خاص ملاقات کا شرف چھ سات سال کی عمر میں مِلا۔ جلسے کے ایّام تھے اور بڑے باباجی ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے مجھے شدید خواہش تھی کہ میں آپ سے ملوں کیونکہ آپ کا ذکر ہمیشہ ہمارے گھر میں ہوتا رہتا تھا اور میری امی کو آپ کے خط بھی آتے تھے جو دعاؤں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔

مجھے امی نے ان کے اصولوں کے متعلق خوب سمجھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے میرے دل میں ڈر بھی تھا اور ملنے کا شوق بھی۔ ایک دن امی مجھے آپ سے ملانے کے لیے لے گئیں۔ میں نے سلام کیا اور بہت ڈر، ادب اور خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی آپ سے دعا کی درخواست کی۔ تھوڑی دیر بعد امی مجھے وہاں سے لے آئیں۔ اس کے بعد کئی بار میری حضرت بڑے باباجی سے ملاقات ہوئی مگر ادب کی وجہ سے آپ سے بات کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی تھی۔

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب منصبِ امامت پر فائز ہونے کے بعد پہلی مرتبہ لاہور تشریف لائے تو حضرت بڑے باباجی بھی لاہور میں ہی تھے ان دنوں میں آپ دونوں کی مصروفیات تو قابلِ دید تھیں۔ مگر اس کے باوجود ایک دن مجھے حضرت بڑے باباجی سے ملنے کا موقع مل گیا۔ اس مرتبہ انکی شفقت اور محبت کا ایک اور انداز تھا۔ بظاہر زبان سے آپ نے کچھ نہ کہا لیکن نظر میں گہرائی تھی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ آپ سے ملاقات ہوئی اور ہر بار اس شفقت میں مَیں نے اضافہ پایا۔ میرے دل میں آپ کے لیے ہمیشہ وہی ادب واحترام اور مقام رہا جو بچپن سے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیے میں نے آپ سے کبھی نظر اٹھا کر بات کرنے یا بات کا جواب دینے کی جرأت نہیں کی جب ملاقات ہوتی تو سلام کرتے ہوئے جو پہلی بار نظر پڑجاتی وہی آخری نظر ہوتی تھی۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنے قریب کی نشست پر بیٹھنے کیلئے اشارہ کیا جہاں

آپ اشارہ کرتے وہیں پر بیٹھ جاتی اس سے مجھے آپ کے بہت قریب بیٹھنے کا بھی موقع ملا۔

شادی کے دن میں آپ سے ملنے کیلئے جب آپ کے کمرے میں گئی تو بڑی محبت سے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ دعائیں دیں اور اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ اور چند روز بعد مجھے اپنے ملازم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ آپ مجھے بلا رہے ہیں میں بہت حیران بھی ہوئی اور ڈر بھی لگا کہ نہ جانے کون سی بات ہے کہ مجھے اکیلے بلایا ہے۔ میں نے سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئی کچھ باتیں کرنے کے بعد مجھے پوچھا "Does he treat you well?" (کیا یہ (یعنی میرے میاں) تم سے اچھا سلوک کرتے ہیں) اس بات سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کو میرا کتنا خیال ہے۔ اور یہ کتنا منصفانہ رویہ ہے کہ اپنے نواسے کے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ ان کا تم سے کیسا سلوک ہے۔ باوجود اس بات کے کہ آپ اپنے نواسے کو ساری عمر سے جانتے ہیں اور ان سے اتنی محبت کرتے ہیں پھر بھی مجھے موقعہ دیا کہ میں اپنی کیفیت بیان کروں۔

آپ کی بیماری کے دوران بہت سے غیر معمولی واقعات ایسے ہوئے کہ ایک عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ اتنے شدید علیل تھے اور کئی روز تک گہری نیند میں رہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا حافظہ بہت اچھا رہا۔ جب بھی آپ کی آنکھ کھلتی تو آپ اپنی نماز کے متعلق پوچھتے اور کہتے کہ کیا وقت ہے۔ مجھے نماز پڑھاؤ۔ اپنے کئی پرانے عزیزوں اور خدمت گزاروں کو (جو کہ فوت ہو چکے تھے) یاد کرتے اور ان کا ذکر کرتے۔

آپ کی بیماری کے ایام میں خدا تعالیٰ نے مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع بھی عطا فرمایا۔ ایسی ہستی جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کی خدمت ہمارے لیے بہت بڑا انعام ہے۔ باوجودیکہ میری رہائش انگلستان میں ہے مجھے ۲ ماہ کا عرصہ متواتر آپ کی صحبت میں گزارنے کا موقع ملا۔ اور آپکی خدمت کی توفیق پائی۔ ان ایام نے میری زندگی پر ایک بہت گہرا اثر چھوڑا ہے اور میں نے آپکی صحبت میں بہت کچھ پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بلند سے بلند درجات عطا فرمائے اور اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

روشن روشن
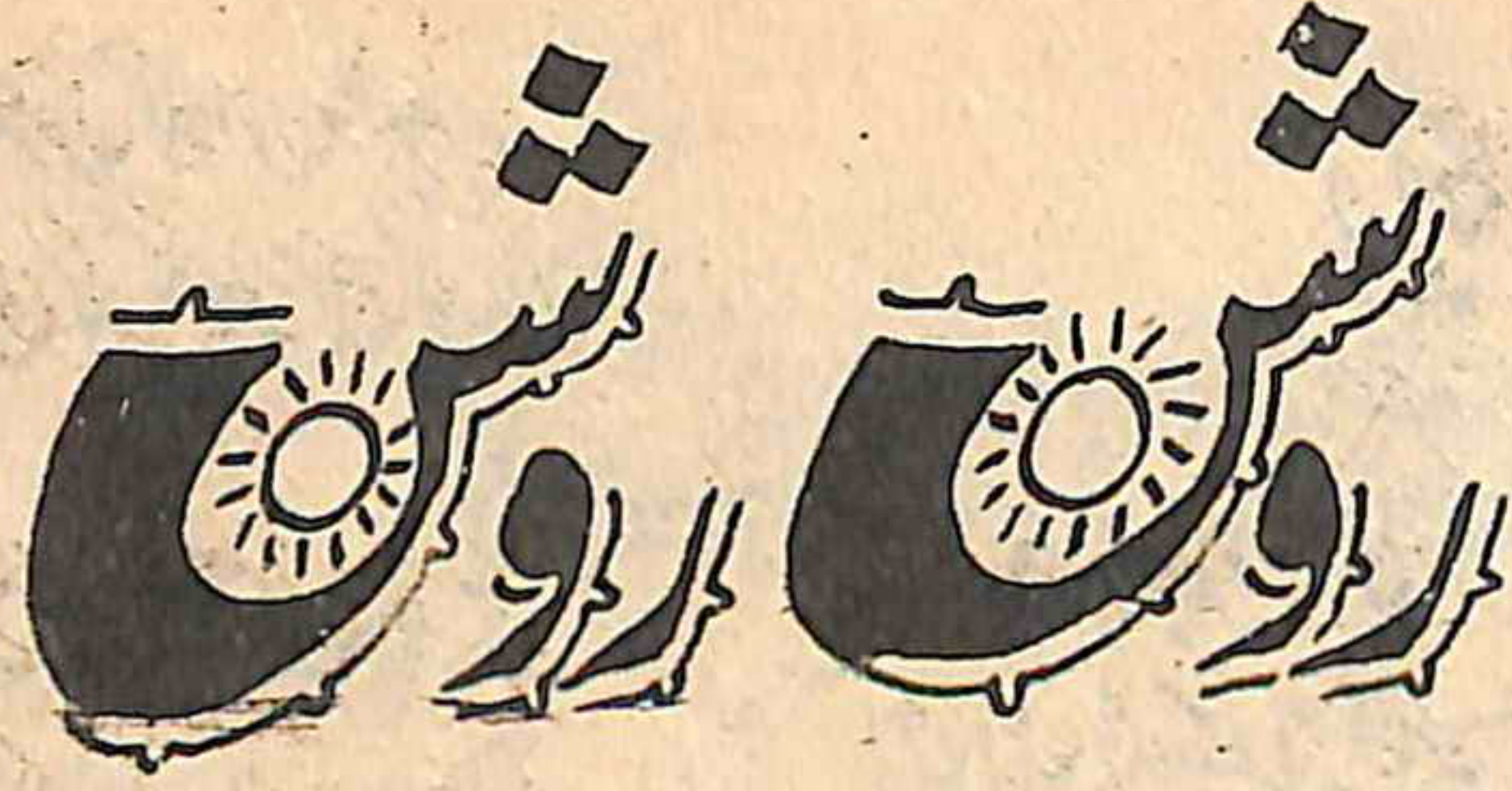
مکرم محمود نصر اللہ خانصاحب ابن مکرم شکر اللہ خان صاحب

پاکستان بننے کے بعد پانچ کلفٹن روڈ پر جو مکان محترم باباجی کو سرکاری رہائش کے لیے ملا وہ متروکہ املاک کا مکان تھا۔ ان کی بیگم صاحبہ نے ان کو کہا کہ اس کا فرنیچر اور قالین وغیرہ بوسیدہ ہیں P.W.D والوں کو کہہ کر اس کو بدلوا دیں۔ محترم باباجی نے فرمایا کہ اس وقت پاکستان کے خزانہ کی حالت میں جانتا ہوں اور ہمارا گزارہ ٹھیک ٹھاک ہو رہا ہے میں نہیں چاہتا کہ مکان کا فرنیچر بدلوانے کیلئے میں خزانے پر بوجھ ڈالوں۔

میں نے ہمیشہ انکی یہ عادت دیکھی کہ جب وہ اپنے سونے والے کمرے میں سے غسل خانے میں جاتے تو غسل خانے کی بتی جلا کر اپنے سونے والے کمرے کی بتی بجھا دیتے۔ اور غسل خانے سے نکلتے تو سونے والے کمرے کی بتی جلا کر غسل خانے کی بتی بجھا دیتے۔ میں نے کبھی بھی ان کی دو بتیاں بیک وقت جلتے ہوئے نہیں دیکھیں۔

۱۹۴۳ء کی بات ہے کہ گرمیوں کے دنوں میں آپ کسولی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ ایک ضروری سرکاری کام کیلئے ان کو کسولی سے دہلی جانا پڑا۔ اور جاتے وقت گھر میں بتا گئے کہ میں فلاں تاریخ کو دوپہر کے کھانے پر گھر واپس پہنچ جاؤں گا۔ جس دن انہوں نے پہنچنا تھا دوپہر کا ایک بجنے والا تھا (دوپہر کا کھانا وہ ایک بجے کھایا کرتے تھے) کہ ملازم نے بیگم صاحبہ کو آکر کہا کہ بیگم صاحبہ ایک بجنے والا ہے کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور چوہدری صاحب ابھی تک واپس نہیں آئے کھانے کیلئے کیا حکم ہے۔ انکی بیگم صاحبہ نے ملازم سے کہا کہ تم کھانا ایک بجے میز پر رکھ دو ہم اپنا فرض ادا کر دیں جونہی ایک بجا تو محترم باباجی تشریف لے آئے اور آتے ہی سیدھے کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ میں نے دریافت کیا۔ باباجی آپ نے تو کھانے سے قریباً آدھ گھنٹہ قبل انسولین کا ٹیکہ لگوانا ہوتا ہے وہ نہیں لگوایا۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ راستے میں مَیں نے وقت دیکھ لیا تھا اور اندازہ کر لیا تھا کہ آدھے گھنٹے کے بعد میں گھر پہنچ جاؤں گا۔ اس لیے میں نے عبدالکریم ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی ایک طرف کھڑی کر دو تاکہ میں ٹیکہ لگوا لوں اس طرح میں نے دوران سفر ہی ٹیکہ لگوا لیا تھا اور اب میں وقت پر ہی کھانا کھا رہا ہوں۔

پاکستان بننے سے قبل شام کی چائے پر چند دوست آجایا کرتے تھے جن میں عموماً محترم میجر جنرل نذیر احمد صاحب (مرحوم) محترم چوہدری بشیر احمد صاحب (مرحوم) اور محترم شیخ اعجاز احمد صاحب (اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے) ہوتے تھے۔ ان کیساتھ یہ بات طے تھی کہ جو بھی فقرہ جس زبان میں بھی بولا جائے پورا فقرہ اسی زبان میں ادا کیا جائے۔ یعنی پنجابی کے فقرہ میں تمام پنجابی کے الفاظ ہوں۔ اردو کے فقرے میں تمام اردو کے الفاظ ہوں۔ اور انگریزی کے فقرے میں تمام انگریزی کے الفاظ ہوں کسی دوسری زبان کا لفظ استعمال نہ کیا جائے اور جو بھی اپنے فقرے میں دوسری زبان کا لفظ استعمال کرے تو اس کو دو آنے فی لفظ جرمانہ ہوا

کریگا۔ مجھے یاد ہے کہ ان تمام دوستوں کو اس شرط پر ہمیشہ جرمانے ہوئے مگر محترم باباجی کو کبھی بھی کوئی جرمانہ نہ ادا کرنا پڑا۔

جب باباجی دفتری کام کرتے کرتے تھک جاتے تو فیصلہ کرتے کہ میں پندرہ منٹ کے لیے اب سوجاؤں کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو جاتے اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد جاگ جاتے۔

جب وہ فیڈرل کورٹ کے جج تھے تو تھوڑی دیر کیلئے ہاتھ پر ٹھوڑی رکھ کر آنکھیں بند کر لیتے۔ ایک دفعہ اس حالت میں وکیل صاحب نے جو عدالت میں بحث کر رہے تھے۔ انگریزی میں کہا کہ جج صاحب تو سو رہے ہیں میں بحث کس کو سنا رہا ہوں۔ محترم باباجی نے سر اٹھایا اور وکیل صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "میرے محترم وکیل صاحب نے ایک پوائنٹ یہ کہا ہے دوسرا پوائنٹ یہ کہا ہے اور تیسرا پوائنٹ یہ کہا ہے۔ کیا وکیل صاحب اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا۔

یہ بات سن کر وکیل صاحب حیران ہو گئے اور انہوں نے معذرت چاہی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم باباجی کو اپنے فضل سے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے اخلاقِ عالیہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ریکارڈ بک

حضرت چوہدری صاحب کی اولیات

- ○ پہلے احمدی اور ہندوستانی جس نے "لنکزان" سے ایل ایل بی کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔
- ○ جماعت احمدیہ لاہور کے پہلے امیر
- ○ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ مسلسل سات سال تک اس عہدہ کے فرائض سرانجام دینا بھی ایک ریکارڈ ہے۔
- ○ اقوام متحدہ میں پہلے پاکستانی وفد کے قائد۔
- ○ پہلے فرد جنہوں نے اقوام متحدہ میں مسلسل سات گھنٹے تقریر کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔
- ○ اردن کا اعلیٰ ترین اعزاز "ستارۂ اردن" حاصل کرنے والے پہلے پاکستانی۔
- ○ عالمی عدالتِ انصاف کے پہلے پاکستانی جج، نائب صدر اور صدر۔
- ○ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پہلے پاکستانی صدر
- ○ پہلے فرد جنہوں نے اقوامِ متحدہ اور عالمی عدالتِ انصاف دونوں کی سربراہی کا اعزاز حاصل کیا
- ○ عالمی عدالتِ انصاف کے پہلے ایشیائی صدر۔
- ○ اقوامِ متحدہ کے پہلے صدر جن کے دَور میں سالانہ اجلاس کا ایجنڈا بروقت ختم ہوگیا۔
- ○ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع کی پہلی بیعت کرتے وقت سب سے پہلا ہاتھ جو حضور کے ہاتھوں میں آیا۔ وہ حضرت چوہدری صاحب کا تھا۔
- ○ پہلے احمدی جو ظاہری لحاظ سے خاندانِ بانیٔ سلسلہ احمدیہ میں نہ ہونے کے باوجود بہشتی مقبرہ کے قطعۂ خاص میں دفن ہوئے۔
- ○ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے واحد رفیق جنہوں نے یہ تمام اعزازات حاصل کیے۔

کوئی کہاں سے تمہارا جواب لائے گا

اخلاقِ کریمانہ کی ایک پُرکیف جھلک

حضرت چوہدری صاحب کے خادمِ خاص کی نظر سے

مکرم نصیب اللہ قمر صاحب

خاکسار ۱۹۷۴ء میں جماعتی ڈیوٹی کے سلسلہ میں اپنے بھائی مکرم ریاض احمد صاحب ججہ کے ساتھ موضع گھنوکے ججہ ضلع سیالکوٹ سے لاہور آیا۔ کچھ دنوں کے بعد مکرم عبدالمالک صاحب کے ذریعہ محترمہ بیگم امۃ الحی صاحبہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے بعض سوالات دریافت فرمائے اور مجھے اپنا ملازم رکھ لیا اور اس وقت سے آج تک محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب اور محترمہ بیگم امۃ الحی صاحبہ نے مجھ سے اپنے بچوں جیسا سلوک کیا اور میں نے بھی ماں باپ کی طرح بفضلِ خدا خدمت کی توفیق پائی۔ الحمدللہ

جب حضرت چوہدری صاحب ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے تو محترمہ امۃ الحئی بیگم صاحبہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا "نصیب اللہ میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھتی ہوں اس لیے آج سے تمہاری ڈیوٹی حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ ہوگی"۔ یہ سراسر ان کی شفقت تھی ورنہ من آنم کہ من دانم

میرے ذمہ کام یہ لگایا گیا کہ رات کو حضرت چوہدری صاحب کے پاس سونا ہوتا تھا۔ باقی اکثر کام مکرم مصطفےٰ نصراللہ خان صاحب کے سپرد کیے جوان کے نواسے ہیں۔ نیز بیگم صاحبہ نے مجھے فرمایا کہ "بیٹے آج سے اباجان کو نماز بھی آپ پڑھائیں گے" اس حکم پر خاکسار لرز گیا اور بہت رویا کہ کہاں حضرت چوہدری صاحب کے تقویٰ کا بلند مقام اور کہاں یہ گنہگار، عاجز، کمزور انسان۔ خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب سے بھی دعا کی التجا کی اور جہاں تک میرے رب نے مجھے توفیق دی یہ ڈیوٹی سرانجام دی اور کوشش کی کہ حضرت چوہدری صاحب کو کوئی شکایت نہ ہو۔ حضرت چوہدری صاحب میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرماتے۔ اور ساتھ ساتھ میری اصلاح بھی کرتے تھے جب غلطی ہوتی تو فرماتے "پریشانی کی کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا"

جب خاکسار موجود نہ ہوتا اور گھر کے ضروری کام کے سلسلہ میں باہر جاتا تو محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب نماز پڑھا دیتے اگر وہ بھی جماعتی کام میں مصروف ہوتے تو کسی اور کو بلاتے اور فرماتے۔ " دیکھو مولوی الیسٹ اینڈ ویسٹ کو کہہ دیں کہ مجھے نماز پڑھا دیں۔" یہ نام انہوں نے پیار سے عبدالمالک صاحب کا رکھا ہوا تھا۔

اس سارے وقت میں مکرم مصطفیٰ نصراللہ خان صاحب، محترمہ عائشہ نصرت جہاں صاحبہ، محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب اور خاکسار ہمہ وقت خدمت میں حاضر رہتے لیکن جب مصطفیٰ نصراللہ خان صاحب اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے تو محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب۔ محترمہ عائشہ نصرت جہاں صاحبہ، محترم محمد فضل صاحب جو ان کے بڑے نواسے ہیں اور محترمہ بیگم امتہ الحیٔ صاحبہ نے کمال خدمت کا حق ادا کیا جو سراسر اللہ کا ان پر فضل و احسان ہے خاکسار کو دن اور رات کا اکثر وقت ان کے پاس گزارنے کا موقعہ ملا۔ آپ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں اپنا وقت گزارتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہتے۔ انتہائی بیماری کے وقت بھی آپ نماز باجماعت ادا کرتے رہے اور حضور اور جماعت کے لیے اسقدر انہماک سے دعا کرتے جس کا ذکر کرنا خاکسار کے لیے بہت مشکل ہے اور میں ان کی وہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ امامِ جماعت کے ہر ارشاد کی تعمیل کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ یا ان کے نائبین کا ذکر کرتے تو دیکھنے والا کہتا کہ کاش اس عاشقِ احمدیت کی طرح عقیدت کا کچھ حصہ مجھے بھی نصیب ہو۔ خدا نے آپ کو عاجزی کا بھی اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا

چنانچہ جب بھی ذکر کرتے تو فرماتے " میں اپنے رب کے کس کس انعام کا شکر ادا کروں جو اس نے محض شفقت و احسان سے مجھ پر فرمائے۔" اور یادِ الٰہی میں آپکی تڑپ خاکسار الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہے۔ جب بھی آپ کو بیماری کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہوتی تو صرف نماز کا ہی پوچھتے اور اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو فرماتے مجھے نماز پڑھا دو۔

آخری بیماری میں اور اس سے قبل بھی آپ رسالہ خالد اور تشحیذ الاذہان کا باقاعدگی سے مطالعہ فرماتے جب الفضل شائع ہوتا تھا تو صبح انگریزی اخبار کے ساتھ اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔

حضرت چوہدری صاحب خاکسار سے بے حد پیار اور محبت کرتے ایک دن کی بات ہے خاکسار کسی دوائی کے سلسلہ میں بازار گیا وہاں دیر ہو گئی جب واپس آیا تو آپ نے فرمایا۔ تم کہاں گئے تھے؟ عرض کی دوائی لینے۔ فرمایا دوائی ضروری ہے یا دعا؟ میں نے کہا دعا۔ فرمایا دعا کا بہترین ذریعہ نماز ہے اس لیے آئندہ جب بھی نماز کا وقت ہو مجھے پہلے نماز پڑھائیں پھر کوئی اور کام کریں۔

بعض اوقات شدت بیماری کی وجہ سے طبیعت بے چین ہوتی اور رات کو نیند نہ آتی تو مجھ سے پہلے نماز کا پوچھتے۔ میں عرض کرتا ابھی اتنا وقت باقی ہے تو پھر مجھ سے باتیں کرتے ان میں اپنی والدہ صاحبہ اور والد صاحب کی قبولِ احمدیت کا واقعہ پھر بین الاقوامی واقعات کا ذکر کرتے تھے اور فرماتے " میں تو بیحد کمزور ناچیز اور گنہگار ہوں مگر اس رب کا کس طرح شکر ادا کروں جس نے مجھ پر بے پایاں انعامات فرمائے جو اس کا فضل و احسان ہے ـــ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت چوہدری صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سبکو انکی خوبیاں اپنانے کی توفیق دے۔

وہ جو انسانیت کا قدر دان تھا

محبّت و شفقت، لُطف و احسان اور نصیحت کا دل موہ لینے والا انداز

مکرم شمشاد احمد قمر صاحب کو وسط ۱۹۸۴ء میں ۳ ماہ تک حضرت چوہدری صاحب کے خادمِ خاص کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ ان کے تاثرات پیش خدمت ہیں۔

تین ماہ کی قلیل مدت میں خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کی ہستی کو کیسا پایا؟ اس بات کا جواب میں محسوس تو کر سکتا ہوں مگر احاطۂ تحریر میں لانا میرے بس سے باہر ہے۔

حضرت چوہدری صاحب سے پہلی ملاقات کا شرف کچھ اس طرح سے حاصل ہوا کہ (قیادت گلبرگ لاہور کے) ہم چار خدام چوہدری صاحب کی کوٹھی پر ڈیوٹی کیلئے گئے۔ ہم باہر برآمدے میں بیٹھے تھے کہ چوہدری صاحب ویل چیئر (WHEEL CHAIR) پر باہر گھومنے کیلئے تشریف لائے اور ہم اپنی اپنی جگہ جہاں پر ڈیوٹی تھی کھڑے ہو گئے۔ ہمیں کھڑے ہوئے دیکھ کر انہوں نے ملازم سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو یہاں کھڑے ہیں؟ ملازم نے بتایا کہ یہ خدام ہیں جو ڈیوٹی کے لیے آئے ہیں

نصیحت کا لطیف انداز

تقریباً آدھ گھنٹہ سیر کرنے کے بعد چوہدری صاحب اندر تشریف لے گئے اور ملازم سے فرمایا کہ جو لڑکے باہر ڈیوٹی پر ہیں۔ ان سے کہیں باری باری اندر آ کر مل جائیں۔ ہم سب ننگے سر تھے اور اس حالت میں آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس کرتے تھے جلدی جلدی کسی نے رومال باندھا اور کسی نے ٹوپی لی اور باری باری اندر گئے اور ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے۔ اب یہ اتفاق تھا کہ میرے گریبان کے اوپر کا بٹن کھلا تھا جب میں اندر داخل ہوا تو چوہدری صاحب صوفہ پر تشریف فرما تھے میں نے جا کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور شرفِ مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے۔ چوہدری صاحب بجائے مصافحہ کرنے کے اپنے دونوں ہاتھ میرے گریبان تک لے گئے اور بٹن بند کرنے لگے اور فرمایا کہ " پہلے یہ بٹن بند کرو اس کے بعد مصافحہ کیونکہ اس طرح بٹن کھلے رکھنا شریف آدمی کا کام نہیں " یہ لطیف اندازِ نصیحت مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ گو میں عام طور پر بٹن کھلا نہیں رکھتا تھا اور اگرچہ بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ مکرم چوہدری صاحب کے متعلق پہلے بھی میں کسی سے سن چکا تھا اس کے باوجود پتہ نہیں اس دن کیسے غلطی ہو گئی بہرحال اس کے بعد فرمایا کہ

" یہ ڈیوٹی جو تم دے رہے ہو دل میں یہ خیال

نہ کرنا کہ میرے لیے دے رہے ہو کیونکہ حفاظت کرنا تو خدا کا کام ہے۔ اس لیے اس ڈیوٹی کو محض اللہ کی رضا اور جماعت کی اطاعت کرتے ہوئے ادا کرو" اس کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وبرکاتہ' کہہ کر مصافحہ کیا اور خاکسار اس ملاقات کی مسرت محسوس کرتا ہوا باہر آگیا۔

ابھی تھوڑے دن گزرے تھے کہ قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگ لاہور مکرم عبدالحلیم طیب صاحب کو مکرم نائب امیر صاحب جماعت احمدیہ ضلع لاہور نے فرمایا کہ کوئی ایسا خادم ڈیوٹی کیلئے دیں جو ہر وقت حضرت چوہدری صاحب کے پاس رہے اور آپ کو نماز وغیرہ پڑھائے کیونکہ آپ نماز باجماعت کے عادی ہیں نیز چوہدری صاحب کا خیال بھی رکھے

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو ہمیشہ یہ شرف حاصل رہا ہے کہ جب بھی چوہدری صاحب کے لیے یا دوسرے جماعتی کاموں کے لیے خدام کی ضرورت پڑی یہ قیادت اور خاص طور پر حلقہ گلبرگ سب سے آگے نظر آتا ہے اور ویسے بھی چوہدری صاحب کی کوٹھی قیادت گلبرگ میں ہی آتی ہے۔ کچھ اس نسبت سے بھی اس قیادت کو چوہدری صاحب کی خدمت کرنے کا خاصا موقعہ ملا۔ جس سے مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ——— خاکسار نے اُن دنوں ایف۔ اے کا امتحان دیا تھا اور فارغ تھا۔ اس لیے مکرم قائد صاحب نے خاکسار کو اس خدمت کے لیے چُنا۔ اسطرح خاکسار کو یہ خدمت بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

پہلے دن قائد صاحب خاکسار کو چوہدری صاحب کی کوٹھی پر چھوڑ آئے۔ چوہدری صاحب کے چھوٹے نواسے مکرم مصطفٰے نصراللہ خان صاحب مجھے اندر چوہدری صاحب کے کمرے میں لے گئے اور چوہدری صاحب سے خاکسار کا تعارف کروایا اور آپ سے کہا کہ یہ یہاں آپ کے پاس رہیں گے۔ اور جب آپکو ضرورت پڑے بلا لیا کریں۔

فارسی اور پنجابی پر دسترس

ان کے چلے جانے کے بعد چوہدری صاحب نے خاکسار کو اپنے پاس بلایا اور نام پوچھا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ میرا نام شمشاد احمد ہے "شمشاد" کا لفظ سن کر چوہدری صاحب نے اندازاً سات آٹھ شعر فارسی کے ایسے پڑھے جن میں شمشاد کا لفظ آتا تھا ان میں سے یہ ایک شعر میرے ذہن میں ہے

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدّش
فراغ از سرو بستانی و شمشادِ چمن دارم

آپ کی انگلش کے متعلق تو بہت چرچے سنے تھے۔ مگر فارسی میں دسترس دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ شعر پڑھنے کے بعد خاکسار سے پوچھا کہ تمہیں فارسی آتی ہے؟

عرض کیا جناب مجھے تو فارسی بالکل نہیں آتی۔ فرمانے لگے کہ آنی چاہیئے کیونکہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کلام کا بہت سا حصّہ فارسی میں ہے۔ یہ حضور کے کلام کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے۔ پھر پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا کہ ہمارا اصل گاؤں تو تخت ہزارہ ضلع سرگودھا ہے مگر اس وقت لاہور میں ہی رہتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ اچھا وہی تخت ہزارہ جہاں کا رانجھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں وہی تخت ہزارہ۔ فرمایا پھر تو بڑے مشہور گاؤں کے رہنے والے ہو۔ پھر کوئی چھ سات شعر 'ہیر وارث شاہ' کے پڑھے میں نے عرض کیا آپکو تو پنجابی اشعار بھی کافی تعداد میں یاد ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ حافظہ عطا فرمایا ورنہ میری کیا طاقت تھی کہ یہاں تک پہنچ جاتا۔ پھر فرمایا کہ اس کتاب کے یہ شعر اب بھی میری نظر کے سامنے ہیں کہ میں نے کس صفحے سے پڑھے تھے۔ اس صفحے کا نقشہ کیا تھا اور کیسی عبارت تھی۔ یہ سب میرے ذہن میں ہے۔

آپ کا لباس بالکل سادہ تھا سفید رنگ کی شلوار قمیص ہوتی تھی۔ سردیوں میں کوٹ وغیرہ پہنتے تھے۔ لیکن تین مہینوں میں آپ کو سفید رنگ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کا کپڑا پہنے ہوئے نہیں دیکھا۔ لباس کا ہر طرح خیال رکھتے۔ صفائی، نفاست اور وقار خوب جھلکتا تھا۔

ایک دفعہ نماز کا وقت ہوگیا فرمانے لگے نماز پڑھا دو۔ میں باتھ روم سے وضو کر کے نکلا اور جائے نماز بچھا کر نماز پڑھانے لگا میں نے آستینیں کہنیوں تک چڑھائی ہوئی تھیں فرمایا پہلے آستینیں نیچے کر کے بٹن بند کرو۔ اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔

روزمرہ کا پروگرام

روزمرہ کے معمول کے مطابق صبح تہجد ادا کرتے اور اس کے بعد نماز فجر ساڑھے چار بجے پڑھتے تھے پھر بستر پر لیٹے ہی تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے یا اگر نیند آجاتی تو سو جاتے ناشتہ تقریباً ساڑھے سات بجے تک کرتے اس کے بعد ساڑھے آٹھ نو بجے تک اپنے کمرے سے نکل کر باہر ہال میں آجاتے اور ایک بجے تک مطالعہ میں مصروف رہتے مطالعہ میں اخبار رسائل اور دوسری کتابیں رہتی تھیں۔

ڈیڑھ بجے نماز ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھتے اور دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ڈھائی بجے کے قریب اپنے بستر پر استراحت فرماتے۔ شام سے ایک گھنٹہ پہلے دوبارہ اٹھتے اور پھر ہال میں تشریف لے آتے۔ اس دوران اگر کوئی دوست یا کوئی اور ملاقات کرنے والا ہوتا تو اس سے ملتے تھے یا پھر مطالعہ کرتے تھے۔ پونے آٹھ بجے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے اور اسکے بعد شام کا کھانا کھاتے اس دوران یعنی کھانے کے وقت آپکی صاحبزادی محترمہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ آپ کے پاس بیٹھتی تھیں اور شام کا کھانا وہ خود اپنے ہاتھ سے آپ کو کھانا کھلاتیں۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ آپکے ساتھ باتیں وغیرہ کرتیں۔

ویسے تو سارا دن آپ کے پاس چکر لگاتی رہتیں لیکن رات کو کھانے کے وقت خصوصاً آپ کے پاس بیٹھتیں پھر دوا وغیرہ کھلا کر آپ کو بستر پر لٹا کر چلی جاتیں اور رات کو بھی افراد خانہ آپکی طبیعت دیکھنے کیلئے چکر لگاتے رہتے۔

آپ سب نمازیں باجماعت ادا کرتے اور خاکسار کو آپکی نماز کی امامت کروانے کا شرف حاصل رہا۔ بیماری کی وجہ سے کھانا بہت نرم کھاتے تھے۔ سبزیوں کو باریک کر کے ان کی ٹکیاں بغیر مرچ کے کباب کی مانند بنی ہوتی تھیں جو آپ کھاتے تھے۔ اور ان کے علاوہ پھلوں کا جوس نوش فرماتے۔

کسی دن طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے روزمرہ کے کاموں میں بے قاعدگی بھی ہو جاتی تھی۔

بیماری کی وجہ سے خود نہیں اٹھ سکتے تھے بازو سے پکڑ کر خاکسار یا کبھی اور کوئی اٹھاتا اور سہارے سے ہی چلتے تھے۔ جس دن کبھی طبیعت اچھی ہوتی ویل چیئر (WHEEL CHAIR) پر باہر سیر بھی کرتے تھے۔ بنیادی طور پر آپکا علاج مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب ہی کرتے لیکن طبیعت زیادہ خراب ہونے پر مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب اور ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ربوہ سے اور ڈاکٹر نوری صاحب اسلام آباد سے اور ڈاکٹر جنرل محمود الحسن صاحب راولپنڈی سے تشریف لاتے تھے۔

ویسے تو تمام افرادِ خانہ چوہدری صاحب کی بہت خدمت کرتے اور ہر وقت آپ کا خیال رکھتے تھے لیکن آپ

کے نواسے مکرم مصطفیٰ نصر اللہ خانصاحب نے آپکی بہت ہی خدمت کی۔ انہوں نے ڈاکٹروں اور نرسوں والی ڈیوٹی پورے طور پر نبھائی۔ لمحہ لمحہ آپ کا خیال رکھتے اور ساری رات آپ کے پاس وقفہ وقفہ سے چکر لگاتے رہتے۔ انہوں نے آپکی خدمت میں رات کی نیند کو بھی اپنے لیے حرام کرلیا تھا آج تک میں نے کسی نواسے کو اپنے نانا کی اتنی خدمت کرتے نہیں دیکھا جتنی مکرم مصطفیٰ نصر اللہ خان صاحب نے کی۔

نماز کا خیال

مکرم چوہدری صاحب کو نماز کی بہت فکر رہتی تھی صرف اور صرف نماز کا خیال تھا جو آپ کو بار بار آتا تھا۔ رات کو بہت کم سوتے تھے تقریباً ہر پون گھنٹے یا گھنٹے کے بعد جاگتے اور خاکسار کو آواز دے کر بلاتے اور نماز کا پوچھتے کہ کتنا وقت رہتا ہے اور تاکید فرماتے کہ خیال رکھنا کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے خاکسار چوہدری صاحب کے پاس ہی باہر ہال میں سوتا تھا۔ وہ کمرہ جس میں مَیں سوتا تھا اس کے اور آپ کے کمرے کے درمیان دروازہ نہیں تھا۔ صرف پردہ درمیان میں ہوتا تھا۔

اسوۂ رسولؐ پر عمل

ایک دفعہ رات کو خاکسار باہر سویا ہوا تھا۔ چوہدری صاحب نے آواز دی میں اندر گیا۔ بتی جلائی اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ فرمایا کچھ نہیں چلے جاؤ۔ میں واپس آکر لیٹنے لگا تھا کہ پھر آواز آئی میں پھر اندر گیا لیکن فرمایا کہ چلے جاؤ کچھ نہیں۔ میں واپس پھر لیٹنے ہی لگا تھا کہ پھر آواز آئی میں تیسری مرتبہ اندر گیا۔ آپ غصّہ سے فرمانے لگے کہ دیکھو میں نے تمہیں تین مرتبہ بلایا لیکن تم نے ایک مرتبہ بھی سلام نہیں کیا۔ منہ اٹھائے کمرہ میں چلے آئے تمہیں کسی نے نہیں بتایا۔ کہ جب کسی سے ملیں تو پہلے سلام کیا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں سمجھ رہا تھا ایک ہی کمرے میں تو ہیں اس لیے میں نے سلام نہ کہا فرمایا کہ بے شک ایک ہی کمرہ میں لیکن درمیان میں پردہ تو ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب ایک دوسرے سے ملو تو سلام کرو اگر درمیان میں ایک پتھر حائل ہو جائے تو دوبارہ ملنے پر پھر سلام کرو ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنا ہے۔ میں نے معذرت کی اور عرض کیا غلطی ہو گئی آئندہ انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔

اس کے بعد آپ نے وقت پوچھا اور پوچھا کہ نماز میں کتنا وقت باقی ہے میں نے عرض کیا ابھی تین گھنٹے باقی ہیں۔ فرمایا سو جاؤ اور خیال کرنا کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے۔ میں واپس آکر لیٹنے لگا لیکن آپ نے پھر آواز دی میں اندر گیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ میں نے تمہیں پھر اس لیے بلایا ہے کہ کہیں تم نے میری بات کا غصّہ تو نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا میری کیا مجال کہ میں غصّہ کروں فرمایا میں نے تمہیں یہ بات غصّہ میں نہیں کہی تھی بلکہ تم میرے بچوں کی طرح ہو اور بچوں کی تربیت ہمارا فرض ہے اس لیے برا نہیں ماننا جاؤ اب آرام کرو اور سو جاؤ۔ اس قدر انکساری اور نرمی دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اس قدر بلند شخصیت ہونے کے باوجود آپ نے اپنے ایک ادنیٰ خادم کا اتنا خیال رکھا کہ کہیں میری وجہ سے اس کے دل کو تکلیف نہ پہنچی ہو میں نے دل ہی دل میں بہت شرم محسوس کی۔

امام کی اتباع

ایک دفعہ خاکسار نے عرض کیا کہ میرے لیے دعا فرمائیں میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ دعا

تو میں ضرور کروں گا اور کرتا بھی ہوں نہ صرف آپ کے لیے بلکہ سب کیلئے کرتا ہوں۔ مگر یہ جو تم نے فقرہ بولا کہ "دعا فرمائیں" یہ غلط ہے۔ کیونکہ دعا میں بہت ہی عاجزی ہوتی ہے۔ اور عاجز انسانوں کے لیے "فرمائیں" کا لفظ نہیں بولتے۔ میں تو ایک عاجز انسان ہوں اس کی بجائے کہا کرو کہ "دعا کریں" حضرت امام جماعت نے لفظ "دعا فرمائیں" کو ناپسند کیا ہے۔ لہٰذا ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی اس کو ناپسند کریں۔

والدہ سے محبت

آپ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے ان کے متعلق آپ نے "میری والدہ" کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری سب خواہشیں پوری کی ہیں بس اب ایک خواہش اور ہے وہ یہ کہ مَیں اپنی والدہ کے پاس پہنچ جاؤں اور انکی خدمت کروں۔ آپ نے اپنی والدہ کی ایک بڑے سائز کی تصویر اپنے سامنے لگائی ہوئی تھی ایک دفعہ میں آپ کو بازو سے تھام کر اندر سے باہر کے بڑے کمرے میں لا رہا تھا۔ سامنے تصویر تھی۔ تصویر کیطرف اشارہ کرکے مجھ سے انگریزی میں فرمایا

Do you know who is This lady?

یعنی کیا تم جانتے ہو یہ خاتون کون ہیں؟ میں نے کہا No Sir I donot know نہیں جناب میں نہیں جانتا فرمایا This is my mother کہ یہ میری والدہ صاحبہ ہیں اور پھر اردو میں فرمایا کہ یہ میری پیاری والدہ ہیں۔ میں تو کچھ چیز نہ تھا۔ جو کچھ بھی مرتبہ مجھے ملا محض خدا کے فضل اور حضور کی شفقت اور میری والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے"

جماعت سے بہت محبت رکھتے تھے اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے متعلق روزانہ دریافت فرماتے کہ حضرت صاحب کہاں ہیں اور کیسی طبیعت ہے اور فرماتے کہ حضور کی طرف سے جماعت کو کوئی حکم آئے تو فوراً بتانا تاکہ میں امام جماعت کی کسی تحریک سے محروم نہ رہ جاؤں اور خاکسار کو نظامِ جماعت سے وابستہ رہنے کے متعلق بہت ہی نصیحتیں کرتے تھے اور فوائد بیان کرتے۔

خاکسار نے جامعہ احمدیہ میں داخلے کا فارم پُر کیا اور آپ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ بہت اچھی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور کرے۔

انسانیت کا احترام

ایک دفعہ آپ رات کو اپنے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے میں بھی وہیں اس کمرے میں نیچے قالین پر لیٹ گیا۔ مجھے نیچے لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا یہ تو ٹھیک نہیں کہ میں اوپر سوؤں اور تم نیچے زمین پر۔ تم بھی میری طرح بستر پر سوؤ۔ میں نے عرض کیا نہیں کوئی بات نہیں فرمانے لگے نہیں بات تو ہے۔ یا پھر میں بھی نیچے ہی سو جاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا نہیں سَر میں یہاں تو ویسے ہی لیٹ گیا تھا سوتا تو میں پردے کے اس طرف ہوں یہ کہہ کر میں السلام علیکم کہہ کر جلدی سے پردے کے اس طرف آگیا ورنہ چوہدری صاحب کو بے چینی کی وجہ سے نیند نہ آتی۔

اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے تھے اور تکبّر یا بڑائی نام کی کوئی چیز آپ کے قریب سے بھی نہ گزری تھی۔

ایک دفعہ خاکسار آپ کو کھانا کھلا رہا تھا۔ فرمایا کہ میں کھا رہا ہوں تم ویسے ہی میرے پاس بیٹھے ہو آؤ تم بھی میرے ساتھ کھاؤ۔

میں کھانا کھا چکا تھا میں نے عرض کیا کہ میں نے کھانا کھا لیا ہے فرمایا نہیں پھر بھی کچھ نہ کچھ کھاؤ اور اپنے

ہاتھ سے وہی چمچہ جس سے آپ کھا رہے تھے بھر کر میری طرف بڑھایا اور فرمایا کہ اسے کھاؤ خواہ ایک ہی چمچہ کھاؤ۔ خاکسار نے کھا لیا اور پھر آپ نے کھانا شروع کیا خاکسار کو بہت ہی شفقت کی نگاہ سے دیکھتے اور خاکسار سے بہت ہی پیار کرتے اور فرماتے کہ تم میں اور میرے بچوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کوئی بھی کام ہو تو بتا دینا کوئی بات پوچھنی ہو تو بلا جھجک پوچھ لیا کرو۔

اس طرح یہ تین مہینے جو آپ کی خدمت کا موقع خاکسار کو ملا میری زندگی کے یادگار دن ہیں پھر جامعہ کیلئے خاکسار کو انٹرویو وغیرہ کیلئے بلا لیا گیا۔ اور میں نے پھر آتے ہوئے آخری بار آپ کو بتایا کہ میں تو جا رہا ہوں جامعہ میں، انٹرویو کیلئے خاکسار کو بلایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ آپ کے پاس واپس نہ آسکوں اور دعا کی درخواست کی۔ آپ اس وقت شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے میرا بوسہ لیا اور دعا کی اور فرمایا اچھا جاؤ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

اس کے بعد خاکسار کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ مل گیا اور اس طرح پر پھر یہ موقع دوبارہ ہاتھ نہ آسکا۔ اب وہ لمحے جب یاد آتے ہیں تو دل میں حسرت سی رہتی ہے کہ کاش کچھ دن اور خدمت کر لی ہوتی۔ مگر خدا کا بہت بہت شکر ہے کہ اس نے اتنی خدمت کی بھی توفیق بخشی۔

کردار کے موتی

مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب۔ لاہور

اس عاجز کو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ سعادت بخشی کہ محترم چوہدری صاحب سے کبھی کبھار ملاقات کے شرف سے مشرف ہوں۔ اس ضمن میں چند واقعات عرضِ خدمت ہیں۔

●۔ سرزنش کا پُر حکمت انداز

حضرت چوہدری صاحب موسم سرما میں تین چار ماہ کیلئے پاکستان تشریف لاتے تو قیام لاہور چھاؤنی میں اپنی صاحبزادی کے پاس فرماتے۔ آپ کا معمول تھا کہ دن میں ایک دو بار کھانے کے بعد ہاضمہ کا مکسچر پی لیا کرتے تھے جو میں شاہنواز میڈیکل سٹورز لاہور سے تیار کروا کر بھجواتا تھا۔ شروع میں ایک دو دفعہ تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا حالانکہ ڈسپنسر کا تیار شدہ مکسچر لندن میں تیار شدہ مکسچر سے ذائقہ میں مختلف تھا۔ پھر ایک دن عاجز کو ٹیلیفون پر یاد کیا اور فرمایا کہ تمہارے کمپونڈر کا تیار شدہ مکسچر لندن میں تیار شدہ مکسچر سے کچھ مختلف محسوس ہوتا ہے جبکہ نسخہ تو وہی ہے۔ لاپرواہی تو نہیں ہوگئی۔ شاید یہاں کی دواؤں میں کچھ فرق ہو۔ بہرحال کمپونڈر کو کسی وقت بتا دینا۔ اس دن کے بعد یا تو میں اپنی موجودگی میں کمپونڈر سے ادویات کا پورا وزن اور ناپ کروا کر مکسچر تیار کرواتا رہا یا خود مکسچر تیار کر کے بھجواتا رہا اور پھر کبھی شکایت نہ ہوئی۔ اس سے عیاں ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کس حکیمانہ انداز سے غلطی یا کوتاہی کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

●۔ بڑھاپے میں بھی شدید محنت

آپ اپنی کتاب Servant of God لکھوا رہے تھے مسودہ کی کاپیاں اس عاجز کے پاس بھجوا دیتے تا کہ میں اپنی نگرانی میں اپنے سٹینو سے ٹائپ کروا کر اور پھر ٹائپ شدہ مسودہ کا اصل سے مقابلہ کر کے چوہدری صاحب کی خدمت میں بھجوا سکوں۔ روزانہ اتنا زیادہ کام موصول ہو جاتا تھا کہ سٹینو سے پورے دن میں مکمل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے بعض دفعہ مجھے کسی دوسرے دوست سے بھی ساتھ ساتھ ٹائپ کروانا پڑتا تھا مگر کام پھر بھی مکمل ختم نہ ہوتا تھا۔ جبکہ محترم چوہدری صاحب نہ صرف روزانہ ٹائپ شدہ مسودہ کو پڑھ بھی لیتے تھے بلکہ مزید مسودہ کیلئے بھی کافی صفحات لکھوا کر مجھے بھجوا دیتے تھے۔ ہم سب حیران تھے کہ چوہدری صاحب اس بڑھاپے کی عمر میں اتنا زیادہ کام کیسے کر لیتے ہیں جو آجکل کے اکثر نوجوانوں سے بھی ہونا مشکل ہے۔ آپ کو بھی زیادہ کام کا احساس ہو جاتا تھا تو کبھی کبھی ٹیلیفون پر فرما دیتے۔

"رشید صاحب کام کچھ زیادہ ہے سٹینو سے کہیں دو دن میں کر لے مگر غلطیاں نہ ہوں میں آپکو تمام صفحات بھجوا رہا ہوں آپ سٹینو کو صرف اتنے کاغذات دیں جتنے

روزانہ احسن طور پر ٹائپ کر سکے اور باقی اپنے پاس رکھیں"

•۔ درویشی۔ قصہ ایک کوٹ کا

یہ واقعہ حضرت چوہدری صاحب کی سادگی اور درویشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت مال و دولت عطا کیا جو دین کے لیے خرچ کر دیتے۔ مساکین و غرباء کو ہر ماہ وظائف جاتے جس کا انتظام پاکستان میں ہم نے افسر صیغہ خزانہ ربوہ کے ذریعہ کروا رکھا تھا۔ مگر آپ اپنی ذات پر بالکل نہ ہونے کے برابر خرچ کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ موسم سرما کے شروع میں لندن سے لاہور تشریف لانے والے تھے۔ مجھے محترمہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ ابا تشریف لا رہے ہیں اور ان کا کوٹ بہت بوسیدہ ہو چکا ہے میں اسے بھجوا رہی ہوں اسے مرمت کروا دیں۔ کوٹ کا نہ صرف استر پھٹ چکا تھا بلکہ بیرونی کپڑے میں بھی جگہ جگہ سوراخ ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نئے کپڑے کے چند نمونے بھجوا رہا ہوں آپ پسند کر لیں میں ابا حضور کی آمد سے پہلے درزی سے نیا کوٹ سلوا دوں گا۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا رشید! یہ ناممکن ہے ابا ہرگز نیا کوٹ نہیں پہنیں گے بلکہ ہم پر شدید ناراض ہوں گے کہ میری ذات کے لیے یہ خرچ کیوں کیا ہے۔ چاروناچار میں نے بیڈن روڈ کے ایک درویش درزی حاجی بشیر احمد صاحب سے اس مشکل کے متعلق عرض کیا چنانچہ وہ آستینوں کے لیے پہلے جیسے استر کے بالکل مشابہ کپڑا لائے پھر اسے مسل کر پرانے کپڑے کی طرح ہم نے بنایا اور وہ کپڑا آستینوں میں اس احتیاط سے لگوایا کہ معلوم نہ ہو سکے۔ اسی طرح بڑی منت سماجت سے ایک رفوگر کو راضی کیا کہ وہ ان دو درجن کے قریب سوراخوں کو رفو کر دے اور پھر اس کی منہ مانگی اجرت ادا کی کیونکہ کوئی بھی رفوگر اس کوٹ کو رفو کرنے کو تیار نہ تھا۔

اور ایسا ہی واقعہ آپ کے ایک جوتے کی مرمت کا بھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی کے چلن رکھتے ہیں۔

•۔ میں دعا کر رہا ہوں

حضرت چوہدری صاحب اس عاجز پر بہت شفقت فرماتے تھے اور اکثر دعائیں یاد رکھتے تھے۔ میرا بڑا بیٹا عبدالعزیز جب M.B.A (ایم اے بزنس ایڈمنسٹریشن) میں یونیورسٹی میں اوّل آیا تو اس کی ملازمت کے لیے مجھے ارشاد فرمایا کہ اس کی درخواست اور سندات مجھے لا دینا میں فلاں صاحب کو دے دوں گا اور کہہ دوں گا کہ وہ عزیز کو اپنی (پاکستانی) فرم میں رکھ لیں۔ میں نے درخواست بھجوا دی۔ تین دن کے بعد ٹیلیفون پر مجھے حضرت چوہدری صاحب نے بتایا کہ درخواست ان صاحب کو دے دی تھی۔ میں دعا کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ ملازمت کا وہ انتظام کرے جو عزیز کے لیے دینی اور دنیوی لحاظ سے بہتر اور اعلیٰ ہو۔

❀❀❀

جب اجنبیت قربتوں میں ڈھل گئی

چاہتوں کے سفر کی دلفریب داستان

مکرم شیخ محمد حسن صاحب۔ لندن

سخت گرمی کا دن تھا ہر سُو یہی چرچا کہ چوہدری سر محمد ظفراللہ خانصاحب بیت الفضل فیصل آباد میں تشریف لا رہے ہیں۔ پریس کانفرنس ہوئی لوگ بڑے شوق سے آپکی باتیں سن رہے ہیں۔ بجلی وغیرہ ان دنوں ابھی بیت الفضل میں نہ تھی باری باری ہاتھ کا پنکھا ہلایا جاتا ۔۔۔ اس موقع پر مجھے بھی پنکھا ہلانے کا موقع ملا۔ ایسے جلیل القدر بزرگ کی یہ قربت مجھے پہلی دفعہ نصیب ہوئی۔ اس پنکھے کی ہوا کچھ ایسی چلی کہ اس کی مہک میری زندگی میں گھل گئی۔ اور وہ چاہت اور پیار کی خوشبو ہمیشہ میرا پیچھا کئے رہی۔ لیکن پھر بھی میرا اور آپکا تعلق ایک عام آدمی کا تعلق رہا۔ جب آپ افریقہ کے دورہ پر تشریف لائے تو خاکسار بھی ان دنوں ملازمت کے سلسلہ میں نیروبی میں موجود تھا وہاں خاکسار نے آپ کو اپنی یہ خواب سنائی کہ آپ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور میں آپکی ٹانگیں دبا رہا ہوں۔ خاکسار نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تا خواب کو کسی حد تک ظاہری طور پر بھی پورا کر سکوں۔ مگر آپ نے اپنی ٹانگیں پیچھے کرتے ہوئے فرمایا "میری ٹانگوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ خواب میرے اور تمہارے دونوں کے لیے بہتر ہے۔" ایک عرصہ بعد خاکسار افریقہ سے لندن آ گیا اور حضرت چوہدری صاحب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ایک بار بیت الفضل لندن میں ایک نکاح پڑھا گیا آپکو کسی نے لڈو دیئے آپ ان کو ہاتھ میں اٹھا کر ہال میں گھومتے رہے اور ایک کونے میں آ کر میرے ہاتھ پر رکھ دیئے یہ دیکھ کر امام بشیر رفیق خان صاحب نے مجھے مبارکباد دی۔ یہ آپ کے پیار کے چند چھینٹے تھے جو آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔

قریبی تعلقات کا آغاز

آپ سے میرا قریبی تعلق اس طرح شروع ہوا کہ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کو مشن چھوڑ کر باہر جانا تھا اس طرح مشن ہاؤس میں صرف انکی فیملی اور حضرت چوہدری صاحب رہ جاتے تھے چنانچہ اس عاجز کو مشن کی حفاظت کی خاطر وہاں جا کر سونے کو کہا گیا اس دوران صبح کی ڈاک چوہدری صاحب تک پہنچانا بھی میرا کام تھا۔ اس طرح سے میری اور آپکی قریبی شناسائی ہونے لگی اور قریب ہونے کا موقع ملتا رہا۔ ان دنوں جمعہ کے بعد باہر سے آئے ہوئے مہمانوں اور دفاتر میں کام کرنے والے دوستوں کے لیے خاکسار

چائے وغیرہ کا انتظام کرتا اور بعض اوقات ساتھ پکوڑے وغیرہ بھی بنا لیتا جو سب کو پیش کر دیئے جاتے ایک روز خیال آیا کیوں نہ حضرت چوہدری صاحب سے پوچھ لیا جائے۔ چنانچہ خاکسار نے آپ سے اندر آنے کی اجازت لی اور پکوڑوں کی پلیٹ آپ کے سامنے رکھی آپ مسکرائے اور ایک پکوڑا اٹھا لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ آپکی مسکراہٹ نے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ پھر ہر جمعہ کو یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ ازراہِ شفقت پکوڑوں کی دعوت قبول کر لیتے صرف ایک پکوڑا لیتے جو بقول آپ کے "روڑا" ہوتا تھا۔

آپ کو ہمیشہ دوسرے کے جذبات اور وقت کا خیال رہتا۔ ایک جمعہ کے بعد مجھے بلایا جبکہ آپ کار میں بیٹھے تو فرمایا آج نہ آنا کیونکہ میں باہر جا رہا ہوں اور ایک روز فرمایا " آج کے بعد پکوڑے نہ لانا۔ کیونکہ یہ میرا پیٹ خراب کر دیتے ہیں "۔ خاکسار نے اس ہدایت کی پابندی کی تو دوسرے جمعہ فرمایا ادھر آؤ وہ میری عزیز رشتہ دار عورتیں آئی ہیں وہ کہتی ہیں ہم نے پکوڑے کھانے ہیں ان کے لیے لے آؤ اور پھر یہ سلسلہ ان کے نام سے جاری رہا

یہ بظاہر معمولی راہ و رسم کا تعلق تھا لیکن میں سمجھتا ہوں پہلے دن کی مسکراہٹ نے مجھے آپ کے دوستوں اور تعلق والوں میں شامل کر لیا چونکہ بعد کے آنے والے دنوں میں اس کی شہادت ملتی ہے آپ کے کسی عزیز کی شادی ہوئی تو صرف ۴۰ افراد کو ولیمہ پہ بلایا گیا۔ ان میں اس خاکسار کو بھی شامل کیا گیا۔

ایک روز آپ کے ہاں گیا تو آپ نے فرمایا "میرا بستر تو ٹھیک کر دو خاکسار اس کو اپنی عزت سمجھتے ہوئے آپ کے سونے والے کمرہ میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں ایک بہت ہی سادہ سا بستر ہے۔ نہ اطلس و کمخواب کا ادھر سے گزر ہوا اور نہ ہی کسی امیرزادے کا کمرۂ خلوت محسوس ہوا۔ معمولی چادروں کو کمبلوں کے ساتھ جوڑ کر ایک رضائی کی شکل دی ہوئی تھی خاکسار نے ان کو تہہ کیا اپنے سر پر برکت کی خاطر رکھا اور اپنی طرف سے بڑے سلیقہ سے ایک طرف رکھتا گیا۔

بادشاہی میں فقیری

ایک روز گیا تو آپ کا ہاتھ بندھا ہوا تھا جس پر خاکسار نے پوچھا۔ چوہدری صاحب ہاتھ کو کیا ہوا ہے تو فرمایا "کچھ گرم کرنے لگا تھا کہ ہاتھ جل گیا" ہر کام کو خود کرنے کی پوری کوشش کرتے بعض دفعہ احباب بیت الذکر میں نماز کے بعد آپکی جوتی پکڑنے کی کوشش کرتے تو آپ کہتے اسے چھوڑ دو یہ میری جوتی ہے آپ کی نہیں۔ غرض یہ تھی کہ مجھے اتنی اہمیت نہ دو میں تو ایک عام آدمی ہوں اور بس۔

ایک روز بشیر رفیق خان صاحب نے کہا کہ چوہدری صاحب کا فلیٹ دیکھ لیا جائے کیونکہ آپ امریکہ سے واپس آ رہے تھے۔ ہم نے بلب جلانے کیلئے بٹن دبائے مگر کوئی بلب بھی نہ جلا ہم نے سمجھا کہ شاید بلب فیوز ہیں لیکن بشیر رفیق خان صاحب نے فرمایا آپ چوہدری صاحب کے گھر کا جائزہ لے رہے ہیں اس لیے مین سوئچ کو دیکھیں کہیں وہ بند تو نہیں۔ دیکھا تو ایسا ہی تھا۔ یعنی باہر جاتے وقت اپنے فلیٹ کا مین سوئچ ہمیشہ بند کر جاتے تھے تاکہ اسراف نہ ہو

جن دنوں آپ نے کتاب " محمد صلی اللہ علیہ وسلم " لکھی آپ نے اس کی اشاعت کے لیے وعدے لیے کہ دوست کتنی کتب خریدیں گے۔ ٹیڈنگٹن میں ایک شادی کے موقعہ پر آپ نے دوستوں سے کہا کہ

اس کی اشاعت میں حصہ لیں اور ساتھ ہی فرمایا مجھے ذاتی لالچ نہیں کہ کتاب بکے گی اور مجھے کوئی مالی فائدہ ہوگا۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو پڑھ کر اس پر عمل کریں اور پھر آپ نے اپنی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا تجزیہ کیا اور فرمایا میرے اندر تو اس قدر نقص ہیں کہ اتنے چھلنی کے سوراخ نہیں ہونگے جتنے مجھ میں نقائص ہیں۔

یہ کتاب آپ نے اپنے ملنے والوں کو دستخط کر کے تحفۃً دی پھر آپ نے بڑے بڑے دنیاوی حیثیت رکھنے والوں کو دی۔ آپ نے مکرم غوری صاحب کو فرمایا کہ اس کی جلد بندی کروائی جائے۔ خاکسار کا نام سامنے آیا تو فرمایا ٹھیک ہے آپ نے ایک روز فرمایا مجھے یہ دو کتابیں فوری طور پہ چاہئیں کل جمعہ ہے میں نے کسی کو دینی ہیں اس لیے جمعہ پر مجھے پہنچا دیں۔ خاکسار وقت پر کتابیں سفید کاغذ میں لپیٹ کر لے گیا تو دوسری جانب آپ بھی پوری تیاری کر کے آئے تھے۔ ہر کام میں ذمہ داری اور اللہ کے بتائے ہوئے اصول ذہن میں رکھتے اور ان پر عمل کرتے جب خاکسار نے کتابیں دیں تو فوراً محنت کا معاوضہ ادا کر دیا۔ آپ نے گھر سے اتنی ہی رقم الگ کر کے جیب میں رکھی ہوئی تھی کہ جب میں جاؤں گا تو وہ رقم بھی اسی وقت ادا کر دی جائے گی۔ کوئی ادھار نہیں کوئی بھول چوک نہیں۔

کیا خوب سودا نقد ہے

آپ دوستوں کی فرمائش پر کتب پر دستخط کرنے کے لیے بیٹھے تھے مجھے فرمایا ادھر آؤ اور اسکے صفحات کو میرے سامنے کھولتے جاؤ اور میں دستخط کرتا جاتا ہوں۔ ایک عجیب شان تھی اور ایک عجیب نظارہ کہ ایک روز فیصل آباد کی بیت الذکر میں گرمی سے بچانے کیلئے خاکسار پنکھا جھل رہا تھا اور آج اسی جلیل القدر رفیق بانیٔ سلسلہ کے پہلو میں کھڑا ان کی دعائیں لے رہا تھا۔ اُس وقت اجنبیت کے سمندر حائل تھے اور آج قربت کی بلند منزلیں طے ہو رہی تھیں

ایک دن بڑے پیار اور بڑے جلال سے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا دیکھو مجھے علم ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور سنو میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں یہ ایسے الفاظ تھے جنہوں نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور یہی میرے اور آپ کے تعلقات کی انتہاء تھی انہی محبتوں سے بندھے رشتہ میں ایک دن ایسا بھی آیا جب آپ لندن سے روانہ ہو رہے تھے۔ آپ جاتے ہوئے میرے لیے تبرّک کے طور پر اپنا سوٹ چھوڑ گئے ایسا نظارہ آنکھوں نے دیکھا جس سے محسوس ہوتا تھا کہ آپ سے یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ آنکھ بتاتی تھی کہ کوئی بات ہے تبھی تو پُرنم ہے۔

؎ یہ چمن سے کون چلا گیا کہ کلی کلی کو فشار ہے

آپ کی وفات کی خبر سے تمام مناظر آنکھوں کے آگے گھومنے لگے جس دن آپ کا جنازہ تھا خاکسار نے تحدیثِ نعمت کے طور پہ آپ کا عنایت کیا ہوا سوٹ پہنا اور بوجھل قدموں سے بیت الفضل کو رواں ہوا اور حسنِ اتفاق یہ کہ جہاں آپ ہمیشہ نماز کے لیے بیٹھتے تھے خاکسار بھی وہیں آپ کی چاہتوں اور محبتوں کا لطیف بوجھ لیے آپ کا جنازۂ غائب پڑھ رہا تھا۔

کیونکر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل
پیارے مجھے بھی تیری محبت پہ ناز ہے

وہ جس کے دل کی آنکھیں نورِ قرآنی سے روشن تھیں

ایک عالم باعمل

محترم لئیق احمد صاحب طاہر سابق مربی انگلستان

مشن کی پرانی عمارت

لندن ۶۳ میلروز روڈ کے ایک کمرہ میں پندرہ بیس دوست بیٹھے تھے قاری عبد الباسط مصری کی تلاوت کی کیسٹ لگی ہوئی تھی۔ سبھی اس سے لطف اندوز ہو کر تبصرہ بھی کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت چوہدری صاحب تشریف لائے ایک منٹ کے لیے دروازہ میں کھڑے تلاوت اور مبصرین کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔ "یا تو تلاوت سنیئے یا باتیں کیجیۓ۔ دونوں کام ایک ساتھ مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو خاموشی سے سنیں۔

مجھے آپ کی یہ بات بہت پسند آئی اور معاً خیال آیا کہ یہ ہے قرآنی تعلیم کا حقیقی مرقع۔ عالم باعمل۔

آپ تقریر فرما رہے تھے۔ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کسی بات کا حوالہ دیتے لگے اور فرمانے لگے کہ حضور نے ایک چھوٹی سی بات یہ بھی فرمائی ہے یہ کہہ کے یکدم رک گئے اور فرمانے لگے "نہیں نہیں حضور کی ہر بات ہی بڑی عظیم تھی۔ آپ کی بات چھوٹی نہیں ہو سکتی۔ آپ تو وقت کے امام ہیں" آپ نے اس عشق اور والہیت سے یہ تذکرہ فرمایا کہ آج تک

میرے کان اس کی لذت سے آشنا ہیں

۶۱ میلروز روڈ میں سنڈے سکول لگا ہوا تھا۔ اس میں داخلہ کے لیے اور باہر جانے کیلئے الگ الگ دروازے تھے۔ ایک غیر از جماعت دوست حضرت چوہدری صاحب کے دیدار کے شوق میں وہاں تشریف لائے۔ لیکن اس دروازے سے ہال میں داخل ہوئے جو باہر نکلنے کیلئے تھا۔ آپ نے انہیں واپس بھجوا دیا اور فرمایا اصل دروازہ سے اندر آئیں۔ چنانچہ جب وہ صحیح راستہ سے ملنے کیلئے آئے تو آپ ہمہ تن گوش ہو کر انکی طرف متوجہ ہوئے اور گفتگو فرماتے رہے۔

اپنی خوراک میں بھی یہی نظم وضبط ہمیشہ مدنظر رکھتے۔ نہ کم نہ زیادہ کھاتے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ہالینڈ میں میں صبح کے ناشتے کیلئے وہ انڈہ استعمال کرتا ہوں جس میں دو زردیاں ہوتی ہیں۔ ایک زردی میں ایک دن کھاتا ہوں اور دوسری اگلے روز۔

چند نوجوان کھڑے تھے۔ فرمانے لگے تم لوگوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ۔ دو دو پاؤنڈ کی قمیصیں پہن رکھی ہیں میری یہ قمیص دیکھ رہے ہو جو میں نے پہنی ہوئی ہے یہ امریکہ سے میں نے صرف دس شلنگ میں خریدی تھی۔ فرمانے لگے (اور یہ واقع میں نے آپ سے بارہا

سنا) کہ میں جب شہر سے لندن مشن آیا کرتا تھا تو عموماً East Putney سٹیشن پر اتر جایا کرتا تھا (لندن مشن درمیان میں واقع ہے ایک طرف ایسٹ پٹنی سٹیشن ہے) southfields station سے مشن کا فاصلہ دوسرے سٹیشن کی نسبت چند قدم زائد ہے۔ آپ کے ایک انگریز دوست ہمیشہ کہتے کہ "ظفر" آخر تم نے ایسٹ پٹنی سٹیشن پر اتر کر بچایا کیا۔ آپ فرماتے "ایک پینی" وہ پھر کہتے "آخر بچا کیا۔ آپ فرماتے ایک پینی۔ وہ پھر کہتے آخر بچا کیا۔ آپ فرماتے "ایک پینی"۔ وہ پھر کہتے پھر بھی بچایا تو کیا بچایا" آپ کا جواب وہی ہوتا کہ ایک پینی۔ گویا آپ ایک پیسہ کے ضیاع کے بھی قائل نہ تھے۔ اور اس بات میں ذرہ بھر بھی حجاب محسوس نہ فرماتے کہ کوئی کیا کہے گا۔ یہ ضرور مدّ نظر رہے کہ آپ جو پائی پائی بچاتے تھے وہ اللہ کی راہ میں ہی صرف ہوتی تھی۔

۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب مغربی افریقہ کے دورہ کے بعد لندن تشریف لائے۔ حضور کو اس موقع پر لندن مشن، محمود ہال اور مربیان کے رہائشی فلیٹس کا افتتاح فرمانا تھا۔ اس موقع پر ایک مقامی اخبار میں خاکسار کا انٹرویو شائع ہوا۔ جس میں خاکسار نے یہ ذکر بھی کیا کہ اس عمارت کا خرچ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ادا کیا ہے۔ اگلے دن دوپہر کے کھانے پر بیٹھے تھے آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ نے یہ کیوں چھپوا دیا کہ اس عمارت کے اخراجات میں نے ادا کئے ہیں۔ میں تو اسکی تشہیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر فرمایا کہ سیدنا حضرت فضل عمر کی خواہش تھی کہ جماعت کی صد سالہ جوبلی پوری شان و شوکت سے منائی جائے

میں نے اپنی طرف سے یہ عمارت اس جوبلی کے عطیہ کے طور پر بنوا دی ہے۔ خدا تعالیٰ اسے قبول فرمائے

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا آپ کو ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ کئی سال تک ہر اتوار کے روز دو تین گھنٹے کیلئے نوجوانوں کے لیے جنرل نالج کی ایک کلاس منعقد ہوتی رہی۔ اس کے روحِ رواں حضرت چوہدری صاحب ہی تھے۔ نوجوان دیوانہ وار اشتیاق سے اس میں شرکت کرتے۔ آپ اس کلاس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعض کتب امتحان کیلئے بھی مقرر فرماتے۔ چنانچہ ایک بار آپ نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" امتحان کے لیے مقرر فرمائی۔ طلبہ کے تفصیلی پرچوں کے خود نمبر لگائے اور اپنی طرف سے انعامات تقسیم فرمائے۔

بڑے درد کے ساتھ نوجوان نسل کی تربیت کی طرف توجہ دلاتے تھے ٹیلی ویژن سے پرہیز کی تلقین فرماتے اور بار بار کہتے کہ اس کی وجہ سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ ٹی وی تو سینما کو گھر گھر لے آیا ہے اور نئی نسل کے اخلاق کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ جو لوگ جواباً یہ کہتے کہ اسکی خبریں نہایت عمدہ ہیں وغیرہ۔ تو فرماتے میں تو صرف The Times of London کا مطالعہ کرتا ہوں وہ کونسی خبر ہے جو تمہیں معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں۔

عورتوں کو ہمیشہ پردہ کی تحریک کی لیکن آپ کی تحریک میں نفرت کا پہلو کبھی نہ ہوتا تھا بلکہ ایک دردمند دل کی تڑپ کا اظہار ہوتا تھا۔ اس لیے لوگ ادب سے بات سنتے اور آپ کی نصائح سے پاک اثر لے کر اٹھتے تھے۔

> کبھی ہوئی جو مرتب خلوص کی تاریخ ؛ لکھیں گے صفحۂ اوّل پہ لوگ نام ترا

محترم چوہدری محمد شریف صاحب سابق مربی بلادِ عربیہ

جسٹس سر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ارضِ مقدّس میں (۱۹۴۵ء)

فلسطین کو یہودی تسلط سے بچانے کی مساعی پر عرب اخبارات کے تبصرے

دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ پر عالم اسلام کے سامنے جو بہت بڑے اور گھمبیر مسائل تھے ان میں سے ایک ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ تھا اور دوسرا فلسطین کی آزادی کا۔ جسٹس محمد ظفر اللہ خان نے ان دونوں مسائل میں اعلیٰ قابلیت کے ساتھ مسلمانوں کے لیے تاریخ ساز خدمات سرانجام دیں۔

جسٹس سر ظفر اللہ خان کو ہندوستانیوں کے حقوق کے متعلق سب حالات کا گہرا علم تھا۔ لیکن ارض مقدس (فلسطین) کے متعلق آپ کو زیادہ گہری معلومات کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپ نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں امریکہ و انگلستان میں اپنے مفوضہ فرائض ادا کرنے کے بعد مناسب سمجھا کہ آپ ارضِ مقدسہ میں خود تشریف لائیں اور قریب سے نہایت ضروری جملہ معلومات حاصل کریں۔ اسلیئے آپ برطانیہ سے بذریعہ ہوائی جہاز قاہرہ (مصر) پہنچے اور مصر سے سیدھے بذریعہ ہوائی جہاز شام کے دارالسلطنت دمشق میں پہنچے اور وہاں سے بیروت (لبنان) تشریف لے گئے۔ بیروت کے قریب ہی ایک مشہور قصبہ (برجا) میں ہمارے ایک نہایت ہی مخلص احمدی بزرگ دوست (الشیخ ابوسلیم عبدالرحمٰن السّعیفان) نے آپ کی پُرتکلف دعوت کی اور اسمیں معززینِ قصبہ کو بھی مدعو کیا۔ جس سے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ پھر وہاں سے دمشق اور دمشق سے بذریعہ کار جماعت احمدیہ کے مرکزی مشن کے ہیڈ کوارٹر کبابیر واقع حیفا میں بتاریخ یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء تشریف لائے اور جماعت احمدیہ ارضِ مقدسہ کو آپ کی زیارت و رفاقت و ضیافت کی توفیق خدا تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوئی اور اس کا مختصر تذکرہ آپکی خود نوشت سوانح حیات (تحدیث نعمت) میں بھی درج ہے۔

ارضِ مقدسہ میں آپ کے شب و روز کیسے گزرے اس کی رپورٹ فلسطین کے اخبارات سے پیش کی جاتی ہے

فلسطین سے ان ایام میں تین روزانہ اخبارات (دو عربی: الدفاع (ایڈیٹر مسلمان عرب) فلسطین (ایڈیٹر عرب عیسائی) اور یروشلم پوسٹ (انگریزی اخبار یہودیوں کا) شائع ہوتے تھے۔ ان تینوں میں آپ کے متعلق روزانہ خبریں شائع ہوتی رہیں اور مڈل ایسٹ براڈ کاسٹنگ سٹیشن (واقع فلسطین) سے بھی روزانہ

(صبح، دوپہر، رات) آپ کا تذکرہ نشر ہوتا رہا۔

یہاں ہم ارضِ مقدسہ کے تین عربی اخبارات میں سے صرف ایک ایک رپورٹ بطور نمونہ ترجمہ کرکے پیش کرتے ہیں:۔

(۱)

روزنامہ الدفاع (یافا) نے لکھا:۔

ہندوستانی...لیڈر فلسطین کے متعلق کہتے ہیں....!

"حیفا۔ از نامہ نگار خصوصی الدفاع۔ حیفا میں ہندوستانی لیڈر سر ظفر اللہ خان احمدی۔ جنہوں نے ۱۹۳۷ء میں برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز میں اپنے مشہور خطاب میں بڑی تفصیل سے بیان کیا تھا کہ:

"فلسطین کو تقسیم کرنا ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو ایک ایسا زخم لگائے گا جو کبھی مندمل نہیں ہوگا"۔ اور آپ اس ہندوستانی وفد کے لیڈر ہیں، جو سلطنت برطانیہ کی کانفرنس میں شرکت کے لیے ہندوستان سے لندن بھیجا گیا..... یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپ سے ملاقات کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ تاکہ ہم آپ سے ان کوششوں کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں جو مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کیلئے کی جا رہی ہیں۔ آپ نے ہماری درخواست کو منظور فرما لیا اور ہمارے سوالوں کے جواب میں بتلایا کہ:

"میں لندن میں چار ماہ ٹھہرا ہوں، وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز دمشق پہنچا۔ چند دن وہاں ٹھہرا اور وہاں کے بعض چیدہ چیدہ عرب لیڈروں سے ملاقات ہوئی ہے۔ حیفا میں دو دن جماعت احمدیہ کا مہمان رہوں گا۔ پھر بیت المقدس جاؤں گا اور وہاں چند دن ٹھہروں گا تا فلسطین کی حالت خود دیکھ سکوں اور صیہونی جو پراپیگنڈہ انگلستان میں کر رہے ہیں۔ اس کی حقیقت بھی معلوم کر سکوں۔ اس کے بعد میں بیت المقدس سے بذریعہ ہوائی جہاز قاہرہ جاؤں گا اور وہاں سے اپنے ہیڈ کوارٹر دہلی (ہندوستان)"

سوال: کیا آپ نے اپنے قیامِ لندن کے ایام میں عرب اور یہودی مشہور اشخاص سے فلسطین کے سلسلہ میں ملاقاتیں کی ہیں؟

جواب: لندن میں (عرب آفس) کے نمائندہ مکرم انور النشاشیبی مجھ سے ملنے کیلئے آئے تھے اور فلسطین کے متعلق انہوں نے مجھے بہت کچھ بتلایا اور مجھے یہودی لیڈر بھی وہاں ملنے کے لیے آئے تھے اور آباد کاری کا وہ کام جو یہودی فلسطین میں کر رہے ہیں۔ اس کا بھی انہوں نے ذکر کیا اور کہا کہ عالمِ اسلام ہمارے اس کام کو اور یہودیوں کے فلسطین میں آنے کو کیوں ناپسند کر رہا ہے؟"

"میری فلسطین میں یہ آمد اپنی نوعیت کی پہلی آمد ہے میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ فلسطین کی حالت کو خود دیکھوں اور ملاحظہ کروں اور یہودیوں کے دعوٰی کی تحقیق کروں"........ پھر میں نے آپ سے یہ سوال پوچھا:۔

"ہندوستان کے دولت مند مسلمان ارضِ مقدسہ میں واقعہ زمینیں کیوں خرید نہیں لیتے، جیسے امریکہ اور یورپ کے دولتمند یہودی یہاں خرید رہے ہیں؟"

آپ نے جواب دیا کہ:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں سے فلسطینی مسلمانوں پر مشتمل ایک مشن ہندوستان میں بھیجا جائے۔ اور وہ ہندوستان میں جا کر دولتمند مسلمانوں کو تحریک کریں۔ تو اسے بہت مقبولیت اور کامیابی حاصل ہوگی اور ہر جگہ حوصلہ افزائی ہوگی اور میں بلحاظ ایک ہندوستانی...... ہونے کے اپنے ذمہ واجب کو ادا کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ لیکن ایک مشن کو یہاں سے مسلمانانِ ہندوستان کے لیے بھیجنا نہایت ضروری ہے اور مسلمانانِ ہندوستان ارضِ مقدسہ کے حالات جاننے کے لیے بہت شائق ہیں۔

آپ سے حیفا کے سرکردہ احباب کے ایک وفد نے بھی ملاقات کی۔ جسمیں جناب فرید السعد، کامل عبدالرحمن، یوسف صیہون، حنا نقارہ، فؤاد الطبلہ اور الحاج حسین القرق بھی شامل تھے۔

(روزنامہ الدفاع (یافا) ۳، اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۲)

سر ظفر اللہ خان صاحب کے فلسطین میں پروگرام کا نمونہ

"بیت المقدس۔ ۶، اکتوبر ۱۹۴۵ء از نامہ نگار خصوصی روزنامہ فلسطین۔

آج صبح سر ظفر اللہ خان صاحب عرب نیشنل بنک میں تشریف لائے۔ یہاں آپ کا استقبال جناب محمد عبدہ، حلمی صاحب نے کیا۔ پھر آپ حرم شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے لیے خلیل تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس آنے پر اسلامی مجلس اعلیٰ اور عرب کالج میں تشریف لے گئے اور دوپہر کا کھانا آپ نے ہز ایکسیلینسی کمشنر صاحب فلسطین کے ساتھ تناول فرمایا۔

ظہر کے بعد نمائندگانِ پریس نے آپ سے ملاقات کی پھر آپ جناب سید محمد یونس الحسینی صاحب کی دعوت چائے میں جو انہوں نے آپ کے اعزاز میں دی شریک ہوئے اور اسمیں وکلاء اور ادباء کی جماعت بھی شریک ہوئی۔

شام کے وقت آپ سے جناب ڈاکٹر خلیل بدیری عبدالحمید یاسین اور سامی وفاء الدجانی نے ملاقات کی۔ ان سب ملاقاتوں میں محترم سید سیف الدین زید الکیلانی (اردو میں الجیلانی۔ مترجم) صاحب سیکرٹری عرب نیشنل بنک جناب احمد حلمی پاشا کے ارشاد پر آپ کے ہمراہ رہے۔"

(روزنامہ "فلسطین" (یافا)، ۷، اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۳)

اخبار "الوحدۃ العربیۃ" (بیت المقدس) نے لکھا۔"

پریس رپورٹ!

...... ہندوستانی لیڈر کیساتھ

"میں اور جناب مولوی صبری عابدین صاحب جناب جنرل مینجر صاحب عرب بنک و پریذیڈنٹ عرب نیشنل فنڈ کے حکم پر ان کی طرف سے ہندوستان کے لیڈر

سر ظفر اللہ خان صاحب

جنہوں نے ۱۹۳۷ء میں برطانوی ہاؤس آف لارڈز میں اپنی مشہور تقریر میں فلسطین کے عربوں کی مدد اور نصرت پر بہت زور دیا تھا۔ کی خدمت میں سلام و خوش آمدید کہنے کیلئے گئے۔

وہاں ہم اچانک دیکھتے ہیں کہ ہم قانون کے علامہ کے سامنے ہیں۔ جو یورپین سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ گندمی رنگ ہے۔ اور اپنی عمر کے پانچویں دہاکہ میں ہیں چمکدار آنکھیں ہیں جن سے غیر معمولی ذہانت کی چمک نظر آ رہی ہے۔ روانی سے انگریزوں کی طرح انگریزی بولتے ہیں

اور فصیح عربی زبان، قرآن شریف کی عربی زبان سمجھتے اور وہاں ان کے پاس بڑے بڑے سرکردہ احباب کی بھی ایک جماعت موجود ہے۔ جو انہیں سلام و خوش آمدید کیلئے آئی ہوئی ہے۔ چونکہ جناب لیڈر صاحب کا عرصۂ اقامت فلسطین میں بہت تھوڑا تھا۔ اس لیے آپ نے اپنے زائرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان میں سے کوئی صاحب ان کے رفیق بن جائیں اور آپ جن سرکردہ احباب کو ملنا چاہتے ہیں اور عربوں کی جو سکیمیں ہیں ان کے دیکھنے اور ملاحظہ کرنے اور ملاقاتوں کا پروگرام مرتب کر دیں۔

اس پر تمام بھائیوں نے اتفاق رائے کیا اور یہ ان کا مجھ پر اعتماد اور نوازش تھی۔ کہا گیا کہ میں یہ کام کروں۔ اس پر میں نے بطیب خاطر یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ کیونکہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ میری موجودگی میں جناب لیڈر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں، جو ان سے کیا گیا تھا۔ کہا تھا کہ:

"مجھے فلسطین کو دیکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا، تا میں خود جائزہ لے سکوں کہ یہودیوں کا یہ دعوٰی کہ ہم فلسطین کو آباد کر رہے ہیں اور فلسطین کو ترقی دے رہے ہیں اور خوبصورت بنا رہے ہیں ..... کہاں تک درست ہے"

مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ میرا یہ کام بڑا مشکل ہوگا کہ میں ان تھوڑے سے ایام میں جو ہندوستانی لیڈر صاحب فلسطین میں گزاریں گے زیادہ سے زیادہ وقت، ان کے وقت میں سے لے سکوں۔ تا آپ فلسطین کے مشکل مسئلہ میں عربوں کے نقطہ نظر سے اچھی طرح اطلاع پا سکیں ـــــ میرے لیئے یہ کام اس لیے بھی مشکل تھا کہ اس کام میں میرے مدمقابل جیوش ایجنسی ہے ... اور بس! اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ جیوش ایجنسی، تو میرا یہ کہنا ہی کافی ہے، کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ جیوش ایجنسی کی تنظیم و تیاری اور صرف اس کام کیلئے سپیشل ماہر تنخواہ دار ملازمین اور ایسے ہی مواقع کیلئے خاص ادارے، فرضی اعداد و شمار اور نامکمل اور محرّف معلومات جو صیہونیت کی مصلحت کے مطابق ہوں، مہیا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے بالمقابل افسوس ہے کہ عربوں کے پاس اس جیسا کوئی انتظام نہیں جو اپنے جائز اور واقعی حق اور سچے دعوٰی کو ایسے بڑے زائرین کے سامنے پیش کر سکیں۔ نہ صرف یہاں بلکہ ہمارے عرب (عرب آفس) لندن میں بھی ایسا انتظام نہیں۔ حالانکہ عرب آفس آج سے ۲۵ سال قبل قائم کیا جانا چاہیئے تھا اور اسے وہ تمام حقائق اور صحیح اعداد و شمار اور ٹریکٹ و رسائل مہیا کئے جاتے .... اور ہماری قوم (عربوں) کے بہترین مقاصد و اغراض بھی!

میں نے جناب لیڈر صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے خیال میں فلسطین کے عربوں کو بھی ان سکیموں اور منصوبوں سے جنہیں انہوں نے فلسطین میں قائم کیا ہے اور انہوں نے آپ کو بتلائی اور دکھلائی ہیں۔ بحر میت (DEAD SEA)، پوٹاس کمپنی، دیران کی تجربہ گاہ اور یہودی بستیاں وغیرہ سے کوئی فائدہ حاصل ہوا؟

آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"میں نے انہیں (یہودیوں کو) بتلا دیا تھا کہ میں نے ایک عرب بھی تمہاری ان سکیموں اور منصوبوں میں نہیں دیکھا جو تمہارے ساتھ ان میں شریک ہو اور ان سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔ اور جو کچھ تم یہاں آباد کاری کر رہے ہو یا ان کو ترقی دے رہے ہو وہ صرف تمہارے اپنے ہی فائدہ کیلئے ہے! اور میں یقین رکھتا ہوں کہ عرب اس بات کو ترجیح دیں گے کہ ان کی اس زمین کا اس طرح بے آباد رہنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم عالمگیر صیہونی

اموال سے اسے خرید کر آباد کرو اور ان کے ملک میں یہودیوں کے لیے ایک "قومی وطن" قائم کر لو!"

اور جناب لیڈر صاحب نے علّامہ احمد سامح الخالدی کی اس دعوت کو قبول کر لیا کہ آپ دیر عمرو کے اس زرعی فارم پر تشریف لائیں اور دیکھیں جو یتیموں کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ ....

اس خوبصورت منصوبہ کو دیکھ لینے کے بعد آنجناب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ مکرم خالدی صاحب ایک "انسائیکلوپیڈیا" ہیں! اور یہ فارم (دیر عمرو) بتا رہا ہے کہ اگر میرے عرب بھائیوں کی کوششیں متحد اور مضبوط ہوں تو عربی فلسطین کے پہاڑ اور ٹیلوں سے یہاں دوسرا سوئٹزرلینڈ بنایا جا سکتا ہے۔!"

دوسرے دن آپ کے ہمراہ میں حرم شریف کی زیارت کیلئے گیا۔ حرم شریف میں مولانا ضیاء الدین الخطیب نے آپ کا استقبال کیا اور آپکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ اور مولانا موصوف ایک ہی یونیورسٹی۔ عظیم الشان لندن یونیورسٹی۔ کے فارغ التحصیل ہیں اور آپ نے مولانا صاحب سے صَخْرۃ مُشَرّفۃ۔ مسجد اقصیٰ اور حرم شریف کے متعلق صحیح ترین معلومات حاصل کیں اور نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے مولانا محمد علی اور شاہ حسین مغفور لہ کی قبریں دیکھیں اور دونوں صحابہ شدّاد بن اوس رضؓ اور عبادۃ بن الصامت رضؓ کی قبروں پر دعا کر لی تو آپ دیوار براق و گریہ دیکھنے لگ گئے۔ اس وقت یہودیوں کے بعض علماء دین بھی وہاں کھڑے تھے اور گریہ و زاری کر رہے تھے۔ اس پر آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیوں رو رہے ہیں؟ اس پر آپ کو بتلایا گیا "یہ ہیکل سلیمان۔ جہاں اس کے کھنڈرات پر مسجد اقصیٰ بنی ہوئی ہے۔ کے لیے رو رہے ہیں اور اس کے دوبارہ بنانے کے لیے عاجزانہ دعائیں کر رہے ہیں۔ اور اس میں جو خطرہ اس ہمیشہ باقی رہنے والے اسلامی ورثہ کیلئے پنہاں ہے اور صیہونیوں کا جو لالچ اور خواہیں ہیں وہ اس کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہیں۔"

اس پر آپ نے یہی کہا "نَعُوْذُ بِاللہ"

اس دعوتِ چائے میں جو آنجناب کے اعزاز میں جناب عَوْنی عبدالہادی نے دی۔ وکلاء اصحاب ہنری کتن، محمد یونس الحسینی۔ عجاج نویہض۔ عادل جبر۔ محمد کمال کی بھی آپ سے ملاقات ہوئی۔ جناب ہنری کتن صاحب نے۔ جنہیں اپنے دیگر وکلاء اصحاب کی بھی مدد حاصل تھی۔ آپ کے سامنے قضیۂ فلسطین پر ہر دو لحاظ سے یہودیوں کی فلسطین کی طرف ہجرت اور اراضی فلسطین کی خرید و فروخت کے متعلق مفصل روشنی ڈالی اور جناب لیڈر صاحب نے اس مضبوط قانونی بحث کو سن کر یہ تبصرہ کیا:

"میرے اس دفعہ فلسطین میں پہلی مرتبہ آنے سے پہلے مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہے اصل بات یہ نہیں جیسا کہ میں نے خیال کیا تھا کہ اس ملک میں کس قدر یہودی مزید آ سکتے ہیں؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک، اصل اور قدیم قوم کو فنا کیا جا رہا ہے اور ایک اجنبی قوم کو زندہ کیا جا رہا ہے تا وہ انکی جگہ اس ملک میں رہے!"

پھر اس کے بعد آنجناب نے اس طرف توجہ دلائی کہ "عرب اداروں کو چاہیئے کہ وہ فلسطین کے موجودہ اصل حالات ہندوستان کے مسلمان بھائیوں کو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد جناب محمد علی جناح کے ذریعہ پیش کریں۔ کیونکہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے، اس کا انہیں

کچھ علم نہیں۔ بس وہ تو صرف یہی جانتے ہیں کہ
فلسطین خطرہ میں ہے!
لیکن کیوں خطرہ میں ہے؟ اور کیسے خطرہ میں ہے؟
اس کا انہیں کچھ علم نہیں! ......"

اور روز میری عرب ہوٹل کی طرف سے واپس آتے ہوئے جس میں مَیں نے انہیں "عدن ہوٹل" سے باوجود یہودیوں کی زبردست کوشش کے کہ آپ وہاں ہی ٹھہریں۔ منتقل کیا تھا، مجھے مخاطب کر کے فرمایا

"میں اپنے اس عرب بھائی سے اتفاق کرتا ہوں جس نے یہ کہا تھا کہ فلسطین میں یہودیوں کی ہجرت کر کے آنے کی مثال اس موٹر کار سے مشابہ ہے جس میں چھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں اگر اس میں تین یا چار اور آدمی بھی جن کا اس موٹر کار سے کوئی تعلق نہیں، ان چھ اصل سواروں کے ساتھ بھر لیے جائیں۔ تو ایسا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اصل سواروں کو تنگ اور بے آرام کیا جائے اور قانون اور منطق کے بھی یہ کام خلاف ہے!"

اور ڈاکٹر فخری خالدی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آئے اور اپنی اس ملاقات میں مسئلہ فلسطین پر سیاستِ بالا کے لحاظ سے روشنی ڈالی اور حکومتِ برطانیہ کی طرف سے جو مختلف کمیشن اور کمیٹیاں آتے رہے ہیں ان کی رپورٹوں کا خلاصہ بیان کیا اور (قرطاس ابیض) وائیٹ پیپر ۱۹۳۹ء کی بھی نہایت دلچسپ انداز میں تشریح کی ......

اور آپ جب حرم جدّ الانبیاء خلیل اللہ کی زیارت کے لیے گئے تو وہاں جناب مولوی محمد علی الجعبری صدر ٹاؤن کمیٹی خلیل سے آپکی ملاقات ہوئی آپ نے جناب مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ فلسطین کے مسلمانوں کو اپنی موجودہ مشکلات سے نجات پانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ

"دینِ حنیف اسلام کی طرف رجوع کریں اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کریں۔ جناب لیڈر صاحب نے یہ کہتے ہوئے آپ کے ساتھ اتفاق کیا کہ:

"اس بارہ میں مَیں بھی آپ کے ساتھ ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ مڈل ایسٹ (شرق اوسط) کے مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا کہ مغرب کا مغربی تمدن اختیار کرنے سے ہی انکی ترقی ہو سکتی ہے اور اسی کے ذریعہ وہ موجودہ مشکلات سے نجات پا سکتے ہیں، تب وہ اس میں غرق ہو گئے حالانکہ مشرق اسی وقت نجات پا سکتا ہے جب وہ اپنی پہلی روحانیت کی طرف واپس آجائے!"

اور اسلامی مجلسِ اعلیٰ کی طرف سے مکرم امین عبدالہادی نے آپ سے ملاقات کی اور جناب مولوی ضیاء الدین الخطیب نے دونوں اصحاب کے درمیان ترجمہ کے فرائض اپنی اعلیٰ تعلیمی مہارت کے ساتھ ادا کئے اور جب مکرم امین عبدالہادی صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ مسلمانانِ ہندوستان اپنے مسلمان عرب فلسطینی بھائیوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں تو آنجناب نے جواب دیا

"آپ کے ہندوستانی بھائیوں کو یہ علم نہیں کہ آپ کے پاس وہ کون سے عملی منصوبے ہیں۔ جن سے آپ یہودیوں کے ہاتھ سے اپنی زمینوں کو بچا سکتے ہیں؟ اور جب وہ آپ کے ملک کے قوانین کی وجہ سے فلسطین کی عرب اراضی بعض معیّن علاقوں میں خرید نہیں سکتے تو میرے نزدیک یہ بات بعید نہیں کہ ہندوستان کے دولتمند مسلمان آپ کے قومی فنڈ میں چندہ دیدیں اور صرف یہی ایک عملی منصوبہ ہے جس کے ذریعہ آپ اپنی اراضی کو بچا سکتے ہیں اور چھڑا سکتے ہیں! اگر اس نیشنل فنڈ کے ایڈمنسٹریٹرز اپنا ایک مشن ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف بھیجیں اور وہ اراضی مقدسہ کی موجودہ پوزیشن ان کے سامنے تفصیل کے ساتھ پیش کریں اور

جو خطرات اس وقت ان زمینوں کو لاحق ہیں، ان تک پہنچائیں یا ان سے خط و کتابت کریں اور ان کو اس نیک عمل پر ابھاریں۔ کیونکہ عالم اسلام میں ایک مسلمان بھی یہ بات پسند نہیں کریگا کہ یہ ابدی اسلامی میراث ان کے ہاتھ سے جاتی رہے اور ان کی مسجدیں اور ان کے اولیاء و شہداء اور پہلوانوں کی قبریں مٹ جائیں اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہے۔"

اور اس چائے کی دعوت میں جو آپ کے اعزاز میں سید محمد یونس الحسینی ییڈر نے دی اور اس میں بھی وہ تمام وکلاء احباب شامل ہوئے جن کا ذکر قبل ازیں مکرم عونی صاحب کی دعوت چائے میں ہوا ہے اور ان کے علاوہ سید رجائی الحسینی، لفیب ابیکاریوس اور فواد النشاشیبی بھی شامل ہوئے اس دعوت میں جناب لیڈر صاحب نے اس بات پر پھر زور دیا کہ جو آپ نے جناب عونی صاحب کی دعوت چائے کے موقعہ پر کہی تھی کہ پنجاب (ہندوستان) سے انتقال اراضی کا ایک نسخہ منگوایا جائے تا وہ دھاندلیاں جو ایک شخص سے دوسرے شخص کے نام انتقالِ اراضی میں ہوتی ہیں وہ یہاں بھی نہ ہو سکیں اور عرب ادارے اور جماعتیں اسے یہاں بھی رائج کروائیں کہ کوئی قطعہ زمین کسی اجنبی کے نام منتقل نہیں ہوگا۔ اور اگر یہاں کی حکومت اس کے مطابق عمل کرے اور فلسطین میں بھی یہی قانون لاگو کر دے، تو موجودہ سخت ترین صورت کا یہی ایک علاج کافی و شافی ہوگا۔

اور آنجناب سے ملاقات کے لیے ڈاکٹر خلیل بُدَیْرِی بھی تشریف لائے اور فلسطین کے عرب اور آزاد و عقلمند نوجوانوں کا نقطۂ نظر آنجناب کی خدمت میں پیش کیا اور پھر اس تفاوت و فرق کا بھی ذکر کیا جو عرب مزدوروں اور یہودی مزدوروں کی اجرت میں ایک ہی کام میں برابر ہونے کے باوجود، اجرتوں میں گورنمنٹ فلسطین کے محکمہ جات میں روا رکھا جاتا ہے ــــ جناب لیڈر صاحب نے اسے عرب اور یہودی مزدوروں میں جانب داری اور طرفداری قرار دیا ....

اس بات چیت کے درمیان میں نے جناب لیڈر صاحب سے دریافت کیا کہ آجکل برطانیہ میں مزدوروں (لیبر پارٹی) کی حکومت ہے اس حکومت کا ہمارے قضیہ فلسطین کے متعلق کیا رویہ ہے؟ آپ نے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ لیبر حکومت عنقریب فلسطین کی مشکلات کا گہرا مطالعہ کریگی اور اب جبکہ وہ خود ذمہ دار حکومت بن گئی ہے۔ اپنی پہلی رائے پر جبکہ وہ حکومت سے باہر تھی اور غیر ذمہ دار تھی عمل کرنے کی پابند نہ ہوگی"

اس طرح سید رجائی الحسینی، عبدالحمید یاسین اور سامی وفاء الدجانی آپ کی ملاقات کیلئے تشریف لائے اور آپ کو بیت المقدس میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہا اور مکرم حسینی صاحب اور مکرم عبدالحمید صاحب نے لندن میں "عرب آفس" کے کام اور ان کوششوں کے متعلق آپ سے ذکر کیا جو یہ آفس فلسطین کی آواز مغربی دنیا میں پہنچانے کیلئے کر رہا ہے۔

اس پر آنجناب نے تجویز کیا کہ "عرب آفس ایسے پمفلٹ، رسائل اور رپورٹیں تیار کرے جو فلسطین کے متعلق پوری معلومات پر مشتمل اور صحیح و مکمل اعداد و شمار پر مبنی ہوں اور فلسطینی عربوں کے ثابت شدہ حقوق کا بھی ان میں ذکر ہو۔ پھر یہ برطانوی پارلیمنٹ اور امریکہ کی کانگریس کے ممبروں اور مغربی ممالک کے ممبروں اور مغربی ممالک کے مختلف اخبارات کو عرب نقطۂ نگاہ واضح کرنے کے لیے ارسال کئے جائیں"۔

اخبارات کا بھی جناب لیڈر صاحب کے وقت میں حصہ تھا اسلئے مقامی اور غیر ملکی اخبارات کے نمائندگان نے بھی آپ سے ملاقات کی اور آپ نے ان کے سوالات کے جو جواب دیئے تھے اس کا ہر ایک کلمہ وزن کر کے دیتے تھے اور بعض ایسی باتیں بھی بتلائیں جن کے متعلق آپ نے ان سے امید کی کہ وہ ان کو شائع نہ کریں اور جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ اپنے فلسطین کے عرب بھائیوں کو کیا نصیحت کرتے ہیں تو آپ نے پوری صراحت سے جواب دیا کہ:

"۱۔ وطن کے تمام امور میں افراد اور قائدین تمام کوششیں متحد ہو کر کریں۔

۲۔ اقتصادی تنظیم قائم کریں اور صنعت و آبادکاری کے منصوبے درست اور مضبوط بنیادوں پر قائم کریں

۳۔ عرب قوم کے مقاصد پورے کرنے کے لیے متواتر کوشش اور مسلسل کام کریں۔"

اور جب میں چوتھے دن۔ آنجناب کے قاہرہ جانے کیلئے سفر پر روانہ ہونے سے چند منٹ پہلے آپ کو الوداع کہنے کے لیے حاضر ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا "کیا آپ دوبارہ فلسطین تشریف لانا پسند کریں گے اور کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ جس قدر وقت آپ نے یہاں گزارا ہے قضیہ فلسطین کو ہر لحاظ سے حل کرنے کیلئے کافی نہیں؟"

اس پر آپ نے ہنستے ہوئے جواب دیا:

میں اپنی آئندہ رخصت کے ایام میں شام دیکھنے کے بعد یہاں واپس آؤں گا اور میں امید کرتا ہوں کہ اس وقت تک میرے فلسطین کے عرب بھائیوں نے اپنے قومی اغراض و مقاصد کو حاصل کر لیا ہو گا۔

بے شک میرے یہاں ٹھہرنے کے ایام تھوڑے تھے لیکن قضیۂ فلسطین کی جو صورت میرے ذہن میں نقش ہوئی ہے باوجودیکہ میں فلسطین میں بہت تھوڑے دن ٹھہرا ہوں۔ وہ بہت واضح اور ظاہر ہے"

اور جب میں نے آپ کو الوداع کہتے ہوئے آپ سے مصافحہ کیا تو میں نے کہا کہ:

"میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنے معزز انگریز دوستوں کو جو ہندوستان اور انگلستان میں ہیں جو کچھ آپ نے سنا ہے (کہ ہمارا کیس (قضیہ) عدل و انصاف پر مبنی ہے) بتلادیں گے تا وہ حصولِ انصاف میں عربوں کی مدد کریں اور ان کے مطالبات کی تائید کریں"

اس پر آپ نے میرے ہاتھ کو گرمجوشی سے دباتے ہوئے جواب دیا کہ:

"میں نے جو کچھ اپنے فلسطین کے عرب بھائیوں سے ان کا نقطۂ نظر سنا ہے اور اپنے نفس میں محسوس کیا ہے میں اسے امانت و دیانتداری سے پہنچا دوں گا اور اگرچہ میں اپنے نفس میں محسوس کرتا ہوں کہ اس بارہ میں جو کچھ مطالبات کیے جاتے ہیں میرا اثر ایک فیصد یا ایک ہزار فیصد سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لا تقنطوا من رحمة الله ....!

"میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کا مددگار رہونگا اور بلحاظ ایک جج ہونے کے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس لحاظ سے میں (نصیرالحق) حق کی مدد کرنے والا ہوں گا .... اور آخر میں اے میرے دوست میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں ......

الکیلانی"

(جریدة "الوحدة" بیت المقدس ۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

کبھی فراموش نہ ہونے والی یادوں کی
متاعِ عزیز

از مکرمہ بشریٰ احمد خان صاحبہ رفیق
اہلیہ سابق امام بیت الفضل لندن

میں اس بات پر جتنا بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس عاجزہ کو متواتر دس سال حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ یوں تو ۱۹۵۹ء سے ہی حضرت چوہدری صاحب سے اس تعلق کا آغاز ہوا آپ ان دنوں جب بھی لندن تشریف لاتے، ہمارے ہاں تشریف لاتے اور ایک وقت کا کھانا ضرور ہمارے ساتھ تناول فرماتے لیکن ۱۹۷۳ء میں جب ہیگ سے مستقلاً نقل مکانی کر کے لندن تشریف لائے تو لندن مشن کے ایک فلیٹ میں جو ہمارے فلیٹ سے ملحق تھا رہائش پذیر ہوئے اور ہماری درخواست کو کہ کھانا ہمارے ساتھ تناول فرمایا کریں قبول کر کے ہم پر احسان فرمایا۔

حضرت چوہدری صاحب کو اس عرصہ میں مَیں نے بہت قریب سے دیکھا اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتی ہوں کہ ائمہ احمدیت کے بعد میں نے ان کو بہت عظیم پایا ہے۔ آپ مجھ سے اور میرے بچوں سے شفیق باپ کی طرح پیار کرتے تھے۔ ہمارے دُکھ سکھ میں برابر کے شریک رہتے تھے۔ میرے بچوں کی تربیت ایسے اعلیٰ رنگ میں فرمائی کہ ان کا یہ احسان بھی میں تاعمر نہ بھلا سکوں گی۔

حضرت چوہدری صاحب کھانے کے معاملہ میں نہایت سادگی پسند تھے۔ ان دس سالوں کے طویل عرصہ میں مجھے ایک دفعہ بھی یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی کھانے میں نقص نکالا ہو۔ بس جو بھی ان کے آگے رکھ دیا کھا لیا کرتے تھے۔ میں اکثر باصرار پوچھتی کہ اپنی من پسند کوئی چیز بتائیں تو آپکی خدمت میں پیش کروں۔ لیکن ان کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ اس بات کا دھیان رکھ کر کہ میں ذیابیطس کا مریض ہوں آپ جو بھی پکائیں گے میں شوق سے کھا لیا کروں گا۔ دہی اور شہد آپ کو بہت پسند تھے۔ آئس کریم بھی شام کے کھانے میں پسند فرماتے تھے۔ غذا کی مقدار بہت تھوڑی تھی۔

آپ عمر کے لحاظ سے میرے والد صاحب سے بھی زیادہ عمر کے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ میرے خاوند مشن کے کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے کھانے کے وقت پر گھر نہ پہنچ سکتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب مقررہ وقت پر ڈائیننگ ٹیبل پر تشریف لاتے۔ میں کھانا پیش کرتی۔ آپ سارا وقت نظریں نیچی رکھتے بات بھی کرتے تو نظر ہرگز اوپر نہ اٹھاتے۔ یہی حال میری بچیوں کے ساتھ تھا۔ ان سے بعض اوقات گھنٹوں

باتیں کرتے رہتے تھے لیکن مجال ہے جو دوران گفتگو نظر اونچی کی ہو۔ مجھے عام طور پر "خانم" کے لفظ سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ جس کا نام لینا ہوتا تھا تو پورا نام پکارتے تھے۔ ہم اپنے بیٹے کو پیار سے گُوگُو پکارتے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ دیکھو اس کا نام منیر احمد ہے۔ اتنے خوبصورت نام کے ہوتے ہوئے اسے گُوگُو پکارنا نہ معلوم آپ کو کیوں اچھا لگتا ہے۔ آپ نے باوجود بے تکلفی کے بھی کبھی منیر احمد کو گُوگُو کے نام سے یاد نہیں کیا۔ یہی حال بچیوں کے ناموں کا تھا۔ ہر بچی کو اس کے پورے نام سے یاد فرماتے تھے۔ بچوں کے مسائل میں بالکل گھر کے ایک فرد کی طرح دلچسپی لیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے انہیں دعا کے لیے عرض کیا تو فرمانے لگے خانم! آپ کو مجھے دعا کی یاددہانی نہیں کرانی چاہیئے۔ میں بالالتزام آپکے لیے، آپ کے خاوند کیلئے اور بچوں اور آپ کے ماں باپ کیلئے نام بنام روزانہ بلاناغہ دعا کرتا ہوں۔ جب میری بچی امۃ الجمیل کی شادی ہوئی تو آپ روزانہ ہی شادی کے انتظامات کے بارہ میں دریافت فرماتے۔ شادی سے چند روز قبل فرمایا کہ مجھے نہ تو شادی بیاہ کی رسوم کا علم ہے اور نہ ہی میں ان کا قائل ہوں اس لیے بحیثیت امۃ الجمیل کا بزرگ ہونے کے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اسے کوئی اچھا سا تحفہ پیش کروں کیونکہ اس نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ اور ایک چیک مجھے دیا کہ اس سے اس کیلئے جو چاہو اور امۃ الجمیل کو پسند ہو خرید کر امۃ الجمیل کو پیش کردو۔ ہم نے چیک نہ لینے پر اصرار کیا تو فرمایا کیا آپ امۃ الجمیل کو میری بچی نہیں سمجھتے؟ میری دوسری بیٹی امۃ النصیر کی شادی پاکستان آکر ہوئی چونکہ بارات نے پشاور سے آنا تھا اور رخصتانہ کی تقریب کھاریاں میں منعقد ہونی تھی۔ جہاں میرے دیور کرنل نذیر احمد اسٹیشن کمانڈر تھے۔ ہم نے حضرت چوہدری صاحب کو دعا کیلئے کہا اور کہا کہ چونکہ آپ کیلئے شادی میں شرکت کے لیے کھاریاں آنا مشکل ہوگا اس لیے آپ صرف دعا سے ہماری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں امۃ النصیر کی شادی میں شرکت نہ کروں میں ضرور آؤں گا اور اس تقریب میں شرکت کروں گا۔ چنانچہ آپ کھاریاں تشریف لائے اور عزیزہ امۃ الجمیل کی طرح امۃ النصیر کا نکاح بھی خود ہی پڑھا۔ رخصتانہ سے قبل آپ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آپ امۃ النصیر سے الگ ملنا چاہتے ہیں۔ اس کا انتظام کردیا گیا آپ اندر تشریف لے گئے امۃ النصیر کے سر پر ہاتھ رکھ کر کافی دیر دعا کی اسے بیش قیمت نصائح سے نوازا اور تحفہ کے طور پر اسے کچھ رقم عنایت فرمائی۔ ایک دفعہ میرے بیٹے منیر احمد کو داخلہ کے سلسلہ میں ریفرنس کی ضرورت پیش آگئی آپ کو علم ہوا تو از خود ایک اعلیٰ سرٹیفکیٹ منیر احمد کو دیا اور فرمایا جہاں ضرورت پڑے اسے استعمال کرو اس سرٹیفکیٹ میں منیر احمد کی بہت تعریف فرمائی تھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ "سابق صدر عالمی عدالت انصاف" تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط منیر احمد کے پاس محفوظ ہے۔ اور اب ہم سب کا قیمتی سرمایہ ہے

ہمارے پاکستان آنے کے بعد حضرت چوہدری صاحب جب بھی ربوہ تشریف لاتے ہمارے گھر ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ میرے خاوند نے کئی بار اصرار بھی کیا کہ آپ کو ہمارے ہاں آنے سے زحمت اٹھانی پڑتی ہوگی اس لیے آپ جب ربوہ تشریف لاویں تو ہمیں اطلاع فرماویں ہم حاضر ہو جائیں گے لیکن نہ مانتے اور آخر تک یہ التزام رکھا کہ جب بھی ربوہ تشریف لاتے ہمارے گھر کو ضرور برکت بخشتے۔ ہر بچے کا تفصیل سے حال دریافت کرتے۔ اگر کسی بچے نے باقاعدگی سے خط و کتابت نہ کی ہوتی تو اس کا شکوہ فرماتے

ٹیلی ویژن گھر میں رکھنا آپ کو پسند نہ تھا۔ بچوں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین فرماتے اور اکثر انہیں کہا کرتے تھے۔ کہ جب سے ٹیلی ویژن آیا ہے لوگوں میں اعلیٰ ادبی ذوق ختم ہوتا جارہا ہے اور وقت بالکل ضائع ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک دفعہ میرے بیٹے نے عرض کیا اگر T.V کا استعمال صرف خبروں کے لیے ہو تو پھر بھی آپ کو اعتراض ہو گا فرمانے لگے میں تم سے زیادہ باخبر رہتا ہوں اور مجھے دنیا بھر کی خبریں روزانہ اخبارات سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ ان اخبارات کو پڑھنے سے نہ صرف خبریں ہی معلوم ہوتی ہیں بلکہ انگریزی زبان پر بھی قدرت پیدا ہوتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ آپ کو بوجہ ذیابیطس وقت پر کھانے کی عادت تھی اور عین وقت پر آپ ڈائننگ ٹیبل پر تشریف لاتے تھے۔ لیکن جب حضور تشریف لاتے تو مجھے فرمایا کرتے کہ آپ ساری توجہ حضور کے آرام پر دیں میرے اوقات کی فکر نہ کریں۔ میرے پاس بسکٹ وغیرہ ہیں۔ وقت پر کھانا نہ مل سکا تو بسکٹ کھا لیا کروں گا۔ حضور کے دوروں کے دوران میں آپ کے لیے پرہیزی کھانے کا اس طرح اہتمام نہ کر سکتی جو عام طور پر کرتی تھی لیکن کبھی یہ فرمائش نہ کی کہ عام کھانا جو تیار ہوا ہے وہ کیوں بھجوایا حضور کو بھی حضرت چوہدری صاحب کے آرام کا بیحد خیال رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضور نے مجھے ہدایت فرمائی کہ اس بات پر سختی سے کاربند رہو کہ حضرت چوہدری صاحب کو ہم سے پہلے کھانا بھجوایا جائے۔

جب ہم لندن سے مستقلاً ربوہ آنے والے تھے تو میں نے عرض کیا کہ لندن چھوڑنے کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ افسوس اور غم صرف اس بات کا ہے کہ آپ کی خدمت سے محروم ہو جاؤں گی۔ آپ میری یہ بات سن کر خاموش رہے۔ بعد میں ایک خط میں میرے خاوند کو لکھا کہ اس دن جب خانم نے مجھ سے یہ بات کی تھی تو میں جذباتی ہوگیا تھا اس لیے خانم کو جواب نہ دے سکا۔ اور مجھے اس دن فخر بھی محسوس ہوا کہ ایسا بھی کوئی وجود ہے جو میری خدمت سے محرومی پر اداسی اور افسردگی محسوس کرتا ہے۔

ایک دفعہ ہم جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے پاکستان آئے۔ حضرت چوہدری صاحب ہم سے پہلے لاہور تشریف لا چکے تھے۔ آپ نے خط لکھا اور فرمایا کہ ربوہ جانے سے قبل لاہور میرے گھر آپ کا قیام ہوگا اور ایک دو دن میرے پاس رہنے کے بعد آپ کو ربوہ جانے کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ جب ہم لاہور پہنچے تو آپ نے ائیرپورٹ پر اپنی گاڑی ہمیں لینے کے لیے بھجوائی ہوئی تھی۔ گھر پہنچے تو آپ نے بہت مسرت سے ہمارا استقبال فرمایا۔ باورچی کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ امام صاحب کو کافی پینے کی عادت ہے۔ ان سے وقتاً فوقتاً دریافت کرتے رہنا۔ اور جب کہیں ان کے لیے کافی تیار کر کے ان کے کمرہ میں لے جانا۔ پھر ہمارے ساتھ جس کمرہ میں ہمیں ٹھہرانا تھا تشریف لے گئے ہمارے آرام کی ایک ایک چیز خود چیک فرمائی اور دو دن قیام کے دوران درجنوں مرتبہ دریافت فرمایا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ ہمیں شرم آتی تھی کہ آپ کیوں بار بار ہمارے آرام و آسائش کیلئے اتنی تکلیف کرتے ہیں

آپ پیار، محبت، اور شفقت کا ایک مجسمہ تھے آپ کی یادیں ایسی ہیں جو بھلائے نہیں بھول سکتیں میرے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب کی وفات کا غم خدا شاہد ہے مجھے اپنے والدین کے غم سے کم نہیں ہوا اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم بے سہارا رہ گئے ہیں۔

انمٹ نقوش

مکرم عبدالمالک صاحب۔ لاہور

خاکسار کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے قرب کا بہت مختصر موقعہ ملا مگر میری خواہش اور کوشش یہی رہی کہ جسقدر بھی فیض حاصل کر سکوں کر لوں اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے بہت کچھ ان کے قرب سے سیکھا۔ اللہ تعالیٰ انکی روح کو کروٹ کروٹ سکون عطا فرمائے اور ان کی خوبیاں اپنانے کی توفیق دے۔ چند واقعات کا ذکر کرنا اس وقت میرا مقصود ہے جن کا تعلق ان کی ذات سے ہے۔

حضرت چوہدری صاحب نماز باجماعت کے بہت پابند تھے مگر خود امامت سے گریز کرتے تھے۔ خاکسار ان کے ساتھ نمازیں پڑھتا رہا۔ کئی دفعہ ان کی امامت کی سعادت ملی۔ ۱۹۷۴ء میں تو علاوہ پنجوقتہ نمازوں کے جمعہ پڑھانے کی توفیق بھی ملی مگر ان میں سے کوئی ایک نماز بھی ایسی نہ تھی جس میں خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کو مکمل لباس میں نہ دیکھا ہو ورنہ عام طور پر جب انسان اپنے گھر میں ہوتا ہے وہ گھریلو لباس میں ہی نماز پڑھتا ہے اور وہ لباس استعمال نہیں کرتا جو اس نے اپنے دفتر یا کاروباری حلقہ میں پہن کر جانا ہوتا ہے لیکن چوہدری صاحب کا معمول تھا کہ جس طرح باہر جاتے وقت مکمل طور پر تیار ہو کر جاتے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے حضور بھی سجدہ ریز ہوتے اور فرماتے۔

" اگر انسان دنیاوی افسر کے سامنے گھریلو لباس میں پیش نہیں ہو سکتا تو خدا تعالےٰ کے دربار میں گھریلو لباس میں کیوں حاضر ہوتا ہے جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے "

حضرت چوہدری صاحب کی اپنے کام میں لگن اور محنت کا یہ حال تھا کہ خاکسار نے دیکھا کہ وہ صبح ناشتہ کے بعد اپنے میز پر تحریری کام میں (جو بھی انہوں نے کرنا ہوتا) منہمک ہو جاتے اور پھر ظہر کی نماز تک بلا وجہ اٹھے بغیر مکمل توجہ اور محنت سے کام کرتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکی ہر کام میں مدد فرمائی حضرت چوہدری صاحب کا معمول تھا کہ جب بھی خاکسار نے ہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے بھی خط لکھا آنمحترم نے خود اپنے ہاتھ سے جواب دیا جو بہت بڑی بات ہے بلکہ اگر خط میں مصروفیت کی وجہ سے دیر ہو جاتی تو ساتھ ہی معذرت فرماتے کہ فلاں مصروفیت کی وجہ سے آپ کو جلدی جواب نہیں دے سکا۔ یہ طرز عمل آپکی ذرہ نوازی کے کمال کو ظاہر کرتا ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے آپکو دینی و دنیاوی اعلیٰ ترقیات سے نوازا تھا وہاں ان کی ایک خوبی کثرت سے نظر

آئی اور وہ یہ کہ آپ ہر مہمان کی عزت و تکریم کرتے تھے چنانچہ نومبر ۱۹۷۷ء کی بات ہے خاکسار کسی تقریب میں چوہدری صاحب کے ساتھ کوٹھی سے باہر گیا جب ہم واپس آئے تو کوٹھی کا دروازہ خاکسار نے کھولنا چاہا جس پر فرمایا " مولوی صاحب! آپ میرے مہمان ہیں اور یہ آپ کا کام نہیں ہے " اور پھر اپنے ملازم کو دروازہ کھولنے کا ارشاد فرمایا۔

۱۹۷۴ء کی بات ہے خاکسار نے آپ سے پوچھا کہ انسان ترقی کس طرح کر سکتا ہے اس کا کوئی راز ہو تو بیان فرمائیں؟ جس پر آپ نے فرمایا " ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے ترقی کی صلاحیت رکھی ہے مگر اکثر انسان ترقی اس لیے نہیں کرتے کہ فلاں کام کیا تو لوگ کیا کہیں گے لیکن اگر وہ ہر کام کرنے سے قبل سوچ لیں کہ اس کام سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے تو پھر دنیا کی بالکل پرواہ نہ کریں کیونکہ خدا تعالےٰ کی رضا ہی انسان کا مقصود ہے لوگوں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے "

۱۹۷۸ء میں جب خاکسار پہلی دفعہ لندن گیا تو وہاں بھی چوہدری صاحب سے ملاقات ہوئی، گفتگو کے دوران خاکسار نے عرض کیا کہ یہاں تو لوگ نیند والی گولیاں کھا کر سوتے ہیں اور پھر بھی سکون نہیں ملتا باوجود اس کے کہ اسقدر دنیاوی سہولتیں میسر ہیں کیا آپ پر بھی کوئی ایسی رات آئی کہ آپ کو نیند نہ آئی ہو اس پر فرمایا۔" میں جب رات کو اپنے بستر پر لیٹتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ کریم جو تو نے توفیق دی وہ کر سکا اور صبح اپنے فضل سے اگر زندگی دیگا تو جو توفیق ملے گی وہ کر سکوں گا اس لیے کبھی بھی میری زندگی میں ایسی رات نہیں آئی جب بے اطمینانی کی وجہ سے نیند نہ آئی ہو

۱۹۸۰ء کا آخر تھا خاکسار ایک روز محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دورانِ ملاقات بجلی چلی گئی جس پر ملازم کو آواز دی اور موم بتی جلانے کو کہا۔ ابھی وہ آہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا۔" مولوی صاحب دیکھو جس جگہ انسان ہر روز رہتا ہے اس گھر کی بابت جانتا ہے کہ فلاں چیز وہاں پڑی ہے مگر پھر بھی ٹٹول ٹٹول کر قدم رکھتا ہے تو کیسے انسان خیال کر سکتا ہے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور روشنی کے بغیر صراطِ مستقیم پر چل سکتا ہے"۔

آپ کے اوصاف میں ایک بات یہ بھی نمایاں تھی کہ آپ نظامِ جماعت کی مکمل پابندی کرتے چاہے حکم دینے والا کوئی بھی ہوتا چنانچہ ۱۹۷۴ء کے جلسہ سالانہ ربوہ کا واقعہ ہے کہ جلسہ گاہ کے راستے کی طرف ریلوے پھاٹک سے آگے ٹریفک کا رخ ریلوے روڈ کی طرف کر دیا گیا اور جلسہ گاہ کی طرف سیدھا راستہ اختیار کرنے کی صرف پیدل چلنے والوں کو اجازت تھی۔ اس چوک میں جو خادم ڈیوٹی پر کھڑا تھا اس نے جب حضرت چوہدری صاحب کو دیکھا تو عرض کیا کہ آپکی گاڑی آگے نہیں جا سکتی البتہ پیدل جا سکتے ہیں جس پر کسی توقف کے بغیر کار سے نیچے اتر پڑے اور پیدل چل پڑے اور ذرہ برابر بھی برا نہ مانا۔ آپ کی نہایت درجہ کامیابی کا ایک راز نظام کی مکمل پابندی میں تھا۔ کاش ہم کو بھی ایسی سعادت ملتی رہے۔

مکرم برادرم خالد صاحب جو میاں اصغر علی صاحب آف گلوب ٹمبرز لاہور کے صاحبزادے ہیں ایک دفعہ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ خاکسار آپ کو نئی اچکن تحفتہً دینا چاہتا ہے آپ نے فرمایا اچکن میرے پاس ہے۔ مگر انہوں نے اصرار

کیا جس پر فرمایا اگر آپ مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس کتنی کتنی پرانی چیزیں ہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ ٹوپی کس سن کی ہے اور اس طرح باقی ذاتی استعمال کی چیزوں کے بارہ میں بتایا اور آخر میں قمیص کے بارہ میں فرمایا کہ میری والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب تم کوئی قمیص پہننی ترک کر دیتے ہو تو پھر وہ کسی کام کی نہیں رہتی۔

ایک دفعہ جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب لاہور تشریف لائے ان دنوں حضرت چوہدری صاحب بھی لاہور میں قیام پذیر تھے ایک ملاقات کے دوران میں نے دیکھا کہ آپ حضور کے سامنے اس طرح سے کھڑے ہیں گویا کوئی چیز بے حس و حرکت ہے۔ اس روز خاکسار نے اندازہ لگایا کہ ہم میں اطاعت کی وہ روح تا حال موجود نہیں جو امام کی قدر و منزلت کے لحاظ سے ضروری ہے اور وہ روح حضرت چوہدری صاحب میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام کی دعاؤں سے بھی ان کو وافر حصہ ملا ہے۔

چند روز ہوئے خاکسار اپنے پرانے کاغذات میں سے ایک کاغذ تلاش کر رہا تھا تو اس میں سے ۱۲ر اگست ۱۹۷۲ء کا ایک خط ملا جو خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کو بذریعہ ڈاک ہیگ (ہالینڈ) لکھا تھا جس میں میں نے اپنا ایک خواب جو ایک روز قبل دیکھا تھا" درج کیا تھا۔

میں نے دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحب مجھے خواب میں ملے ہیں اور فرماتے ہیں میری عمر کا آخری حصہ ہے۔ خدا کو معلوم ہے کہ باقی زندگی کس قدر ہے میں چاہتا ہوں آپ میرے پاس آجائیں تا کہ جب میرا آخری وقت آئے تو آپ موجود ہوں۔

خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ جس روز حضرت چوہدری صاحب کا وصال ہوا خاکسار اس وقت کوٹھی میں موجود تھا۔ ۱۳ سال کا پرانا خواب من و عن پورا ہوا۔

ترے نصیب میں آئی حیاتِ لافانی
مکینِ خلد بریں تیری رفعتوں کو سلام

یہ میرے آقا کی توہین میں حصہ لیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے

حضرت چوہدری صاحب کی دینی غیرت کا ایک ایمان افروز واقعہ

(مکرم ڈاکٹر عبدالرشید تبسم صاحب)

۱۹۴۱ء۔۱۹۴۲ء کی بات ہے۔ دہلی میں شدید ہندو مسلم فساد ہوا جس میں ڈیوٹی پر متعین ایک سکھ سب انسپکٹر پولیس بلوے میں مارا گیا۔ یہ تو کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دراصل کس کے ہاتھوں ہلاک ہوا لیکن کارروائی پوری کر کے ہندوؤں اور سکھوں کو مطمئن کرنے کی خاطر چار غریب قصابوں کو ان کے گھر سے گرفتار کر لیا گیا ان پر مقدمہ چلا اور وہ سیشن کے سپرد کر دیئے گئے تاکہ ہندو اور سکھ اپنا بدلہ ہر حالت میں چکا سکیں۔ ایک سکھ نواب سنگھ سیشن جج کو لاہور سے تبدیل کر کے دہلی میں متعین کر دیا گیا اس مقدمے کی دھوم سارے متحدہ ہندوستان میں تھی۔ اس بہانے کہ ہندو سکھ مظلوم ہیں انگریزی حکومت اعلانیہ ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ دہلی کے مسلمانوں نے مقدمے کی پیروی کے لئے اس وقت کے فوجداری مقدمات میں کامیاب ترین مسلمان بیرسٹر میاں عبدالعزیز کو لاہور سے پیروی کے لیے مقرر کیا۔ میاں عبدالعزیز مالواڈہ ایک عظیم لیڈر تھے۔ موتی لال نہرو جواہر لال نہرو، سروجنی نائیڈو اور مولانا ابوالکلام آزاد جب بھی لاہور آتے میاں صاحب کے مہمان ہوتے۔ میاں صاحب اہل حدیث تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان سے انکی گہری دوستی تھی۔ مجھے انہوں نے از راہ شفقت اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور قیام پاکستان میں ان کا بڑا حصہ تھا دہلی پولیس کی طرف سے مقدمے کی پیروی ایک مسلمان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے سپرد تھی۔ جس کے متعلق دہلی کے ہر مسلمان کی زبان پر تھا کہ وہ انگریزوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہندوؤں اور سکھوں کی طرفداری کر رہا ہے۔ حضور سرور کائناتؐ کی توہین کے معاملے میں بھی اس نے مخالفین کا ساتھ دیا تھا۔

ان دنوں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی ممبری سے فارغ ہوئے تھے اور انکو چین میں سفیر بنایا گیا تھا۔ جب وہ چین جانے کیلئے دہلی ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو ان کو الوداع کہنے کیلئے بڑی بڑی شخصیتوں کا ہجوم پلیٹ فارم پر تھا۔ اس دن سیشن جج کی عدالت میں مقدمے کی سماعت ہو رہی تھی۔ جسے سننا چھوڑ کر میں بھی ریلوے سٹیشن پہنچ گیا۔ حضرت چوہدری صاحب حاضرین میں سے ہر ایک پر توجہ دے رہے تھے۔ شیخ اعجاز احمد صاحب اور چوہدری بشیر احمد صاحب کاہلوں اور میں حضرت چوہدری صاحب کے بالکل قریب کھڑے تھے کہ اتنے میں وہ مسلمان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آ گیا غالباً اس وقت وہاں وہ اپنی ڈیوٹی پر آیا تھا۔ بڑا کڑیل تن و توش سر پہ بڑے بلند طرہ والی لنسواری پگڑی، عمر ۳۵ سال کے قریب بہت بارعب آدمی تھا۔

ڈی ایس پی نے حضرت چوہدری صاحب کے سامنے آ کر کاشن کے مطابق زمین پر زور سے پاؤں مارا جس سے آواز بلند ہوئی اور حضرت چوہدری صاحب کو سیلوٹ کیا

حضرت چوہدری صاحب نے اسکے سلیوٹ کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنے مخاطبوں سے بات کرتے رہے۔ ڈی ایس پی نے یہ سمجھ کر کہ حضرت چوہدری صاحب نے غالباً دیکھا نہیں زاویہ بدل کر اور زیادہ قریب ہو کر پھر سلیوٹ کیا انہوں نے پھر بھی سلیوٹ کی پرواہ نہ کی۔ اب اس نے پھر زاویہ بدلا اور تیسری دفعہ بالکل سامنے کھڑے ہو کر پورے زور سے زمین پہ پاؤں مارا اور سلیوٹ کیا۔ حضرت چوہدری صاحب اس بار بھی توجہ نہ کی۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر ایک طرف ہو گیا۔ اب ایک بڑی شخصیت نے حضرت چوہدری صاحب سے کہا کہ ڈی ایس پی نے آپ کو تین بار سلیوٹ کیا ہے شاید آپ نے دیکھا نہیں۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا۔ " میرے آقا کی توہین میں یہ حصہ لیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے اسے شرم آنی چاہیئے " حضرت چوہدری صاحب حضور سرورِ کائنات صلعم کو " میرے آقا" کہا کرتے تھے۔

رپورتاژ

جب حضرت چوہدری صاحب نے لندن کو الوداع کہا

پاکستان میں مستقل رہائش کیلئے انگلستان سے آخری سفر کی خوبصورت اور دلاویز روداد

مکرم چوہدری منصور احمد صاحب بی ٹی لندن

سرزمین مغرب موسم گرما میں رنگینیاں بکھیر کر رخصت ہو گیا۔ اداس اداس راگ الاپتی ہوئی خزاں لندن کی بھیگی بھیگی شاموں کو سوگوار کر رہی تھی۔ اور امسال یہ سوگواری کچھ زیادہ ہی رنجیدہ و سنجیدہ ہے اور کیوں نہ ہو۔ آج لندن سے وہ ہستی روانہ ہونے والی ہے۔ جس کا وجود باغ و بہار ہے جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ اس کی ذات والا صفات سے اہلِ علم بھی فیض یاب ہوتے ہیں اور قانون دان بھی، اہلِ دانش بھی اور سیاست دان بھی۔ جس کی صحبت سے بڑے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، نوجوان بھی راہبری حاصل کرتے ہیں اور بچے بھی سبق لیتے ہیں۔ دنیا اس نابغۂ روزگار وجود کو بڑے بڑے القابات سے مخاطب کرتی ہے۔ مگر ہم اسے "باباجی" اور چوہدری صاحب کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

حضرت چوہدری صاحب کا رختِ سفر باندھنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ تو ہر وقت ہی سفر کے لیے تیار رہتے۔ کبھی کہیں سے پیغام آرہے ہیں تو کبھی کہیں سے دعوت نامے موصول ہو رہے ہیں۔ کوئی قانون کی گتھی سلجھانے کی دعوت دے رہا ہے تو کوئی اللہ کے گھر کی بنیادی اینٹ رکھنے کی درخواست کر رہا ہے الغرض کسی نہ کسی سمت کی تیاری رہتی۔ علاوہ ازیں یہ طریق بھی ایک لمبے عرصے سے جاری تھا۔ کہ موسم سرما کی آمد کے ساتھ ساتھ وطن روانہ ہونے کا پروگرام بنتا۔ اور موسم بہار کی آمد کے ساتھ وطن سے واپسی ہوتی۔ اُنکی شفقت کے طفیل اُن کے سفر کی تفاصیل سے کسی حد تک مجھے بھی آگاہی ہوتی گاہے ہوائی جہاز کے ٹکٹ کے حصول اور متعلقہ سفری امور کے بارے میں خاکسار کی خدمات پر خوشی کا اظہار فرماتے اور ہمیں اس طرح اُن کے قریب ہونے کے مواقع میسر آتے رہتے۔

واپسی کی تیاری

نومبر ۱۹۸۳ء کی ایک صبح کو حضرت چوہدری صاحب کا ارشاد موصول ہوا کہ " لاہور جا رہا ہوں " میں تفصیلات سننے حاضرِ خدمت ہوا تو اور باتوں کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ امسال ٹکٹ یکطرفہ لینا ہے۔ بمشکل جذبات کو یکجا کیا۔ اور عرض کی۔ کہ " چوہدری صاحب! یہ کیا سن رہا ہوں۔ ہم تو آپ کی واپسی کا انتظار جلسہ سالانہ کے فوراً بعد ہی شروع کر دیتے تھے مگر آپ آج ہمیں لطفِ انتظار سے بھی محروم کئے دے رہے ہیں؟ آپ

انگریزی میں فرمایا کہ "Mansoor ! I do not like to go in a box" میں تابوت میں بند ہو کر واپس نہیں جانا چاہتا۔

یہ دل ہلا دینے والی غیر متوقع بات سن کر میں سکتے میں آگیا۔ سخت سے سخت دل بھی ایسے وقت میں بھر آتا ہے اور یہاں تو دل بھی ایسے انسان کا تھا جو کسی کا ذرا سا دکھ سن کر چھلنی ہو جاتا ہے۔ آخر ہمت کر کے میں نے پھر عرض کی چوہدری صاحب! آپ کی ذاتِ والا سے تو ہمیں زندگی کے سبق ملتے رہے۔ آج یہ مایوسی اور یہ تضاد کیسا ہے؟ مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "انسان پر ایسا وقت آجاتا ہے۔ اب میں کمزور ہو گیا ہوں۔ مجھے ہر وقت کسی نہ کسی کی موجودگی کی ضرورت رہتی ہے (محترم انور احمد صاحب کاہلوں اور بیگم صاحبہ چوہدری انور احمد صاحب) انور اور امینہ بیگم میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ مجھے بھی تو ان کا خیال چاہیئے۔ ادھر (محترمہ) امۃ الحی کی خواہش ہے کہ میں واپس لوٹ آؤں" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ کچھ احمدی خواتین آج صبح تشریف لائی تھیں میری اس بات پر بہت روئیں۔ آخر مجھے ان کو سمجھانا پڑا" کچھ دیر اور بیٹھا ۔۔۔ اور بیٹھا بھی ایسا تھا کہ باقی وقت نظریں اس پُر نور چہرہ پر مرکوز رہیں ۔۔۔۔ اور آنکھیں اشکبار ۔۔۔ جذبات کا لا متناہی سلسلہ تھا ۔۔۔۔۔ وہ تھے ۔۔۔۔ میں تھا ۔۔۔ اور خاموشی تھی ۔۔۔ اور خاموشی بھی ایسی کہ جس پر ہزار داستانیں قربان۔ میں چلا آیا۔

اظہارِ عقیدت

آخر یہ خبر عام ہو گئی کہ حضرت چوہدری صاحب اس سال واپس نہ آنے کے ارادہ سے وطن لوٹ رہے ہیں۔ جوں جوں یہ خبر جماعت میں پھیلنے لگی احباب کرام بغرضِ ملاقات تشریف لانے لگے اور یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ مکرم چوہدری صاحب کو جہاں یہ خیال تھا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو وہاں اس خیال سے بھی ملاقاتوں میں مشکل پیش آرہی تھی کہ ان کے پاس وقت کم ہے۔ مگر پھر بھی ہر کس و ناکس سے بلا امتیاز ملاقات فرماتے رہے اور دعائیں دیتے رہے مگر دوست تھے کہ امڈے چلے آرہے تھے۔ حتیٰ کہ آپکو یہ اعلان کروانا پڑا کہ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۳ء کو امام صاحب بیت الفضل لندن نے مجھے "محمود ہال" میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا ہے اس لیے ملاقات اس موقعہ پر ہو جائے گی اور اس روز کے بعد دوست براہ کرم بغرض ملاقات تشریف نہ لائیں۔ میں معذرت خواہ ہوں وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ ابھی بہت سے خطوط کا جواب دینا ہے۔"

چنانچہ وقتِ مقررہ پر محمود ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ خواتین کا علیحدہ انتظام تھا مگر وہ بھی جگہ کی تنگی کی نذر ہو رہا تھا۔ کیا بوڑھے اور کیا جوان کیا بچے اور کیا مستورات۔ الغرض ہر شخص اظہارِ عقیدت کے لیے جمع تھا۔ حضرت چوہدری صاحب کی خدمات جلیلہ کا مختصر مگر جامع الفاظ میں ذکر مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے کیا اور حضرت چوہدری صاحب کی صحتِ کاملہ اور سفر کے بخیر ہونے کے لیے درخواست دعا کے بعد مکرم مبارک احمد ساقی صاحب نے ایک الوداعی سپاسنامہ پیش کیا اور نہایت رقت بھرے انداز میں یہ بھی فرمایا کہ " تعمیل ارشاد میں یہ بات احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کسی صاحب کو حضرت چوہدری صاحب سے کوئی شکایت، کوئی شکوہ ہو تو اب موقع ہے بیان کرے" شکوہ شکایت کا تو سوال ہی نہ تھا۔ احباب کرام وفورِ جذبات کے زیر اثر اشکبار آنکھوں سے حضرت چوہدری صاحب کے چہرہ کو دیکھ رہے تھے مکرم

چوہدری صاحب کے دل کی حالت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ آخر اس سکوت کو ساقی صاحب نے توڑا اور باآواز بلند یہ اعلان کیا کہ

حضرت چوہدری صاحب سے کسی کو کوئی شکایت نہیں بلکہ ہم سب کسی نہ کسی رنگ میں ان کے احسانات تلے ہیں لیکن پھر بھی ہم باآواز بلند "معافی" کا اعلان کرتے ہیں" چنانچہ ساقی صاحب کی تقلید میں مجتمع احباب نے تین بار اونچی آواز میں کہا معاف ۔۔ معاف ۔۔۔۔ معاف۔

درد بھرے دلوں اور کپکپاتے لبوں سے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے ہوئے، غمزدہ لوگ بوجھل بوجھل قدم اٹھاتے ہوئے، اس جلیل القدر انسان سے مصافحہ کرتے ہوئے، اشکبار ہو رہے تھے۔ ایسی الوداعی مجلس کبھی لندن میں دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ دل پھٹے جا رہے تھے۔ جذبات امڈ رہے تھے سسکیوں کی مدہم مدہم آوازیں ماحول کو سوگوار کر رہی تھیں

روزِ سفر

آخر ۱۹ر نومبر آہی گیا۔ اس روز مکرم محترم چوہدری صاحب نے وطن روانہ ہونا تھا۔ پرواز کا وقت ایک بجے دوپہر تھا اہلِ خانہ اور نہایت قریبی احباب گیارہ بجے مطار کے لیے روانہ ہوئے۔ امام صاحب بیت الفضل لندن اور مربیانِ کرام اور مجلس عاملہ کے چیدہ احباب "ہیتھرو" کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ ان تمام احباب کے علاوہ ایک اور ہستی بھی ائرپورٹ جانے کیلئے بے قرار تھی۔ مگر اس عام اعلان کے پیش نظر کہ " احباب ائرپورٹ پر تشریف نہ لے جائیں " وہ اپنے آپ کو مجبور پا رہی تھی۔ خاکسار کو جہاں اُس ہستی کے جذبات کا علم تھا۔ وہاں اس بات سے بھی باخبر تھا کہ چوہدری صاحب خود بھی اس ہستی کو پیار اور محبت سے دیکھتے ہیں۔ وہ ہستی جس نے سالہا سال حضرت چوہدری صاحب کی خدمت کی۔ ساری جماعت احمدیہ حضرت چوہدری صاحب سے محبت اور پیار کرتی ہے اور چوہدری صاحب اس ہستی سے پیار کرتے ہیں۔ وہ بزرگ اور دعاگو ہستی ہمارے اپنے " بھائی جی " کی ہستی ہے۔ جسے دنیا شیخ محمد حسن صاحب کے نام سے جانتی ہے۔ چنانچہ انہیں ساتھ لے جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ پاکستان انٹرنیشنل ائیرلائن کے مینیجر سیلز مینیجر (لندن) مکرم خواجہ سلیم جہانگیر صاحب نے کمال عقیدت سے اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتے ہوئے تمام ضروری انتظامات کروا دیئے اور تمام متعلقہ احباب نے لندن، اسلام آباد اور لاہور ائیرپورٹ پر جس محبت تندہی اور خلوصِ دل سے فرائض کی بجا آوری کی۔ اور چوہدری صاحب کی دعاؤں سے حصہ پایا۔ وہ اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ " شالیمار لاؤنج " میں سب احباب جمع ہوئے۔ اور ہم سب کے علاوہ پی آئی اے کے سرکردہ عہدیداران بھی حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے جذبات کا اظہار فرماتے رہے اور پھر ساڑھے بارہ بجے ایک لمبی اور پُرسوز دعا کے بعد روانگی ہوئی۔ حضرت چوہدری صاحب کو پہیوں والی کرسی (wheel chair) پر بٹھایا گیا۔ جسے مکرم علیم الدین صاحب (پی آئی اے) نہایت احتیاط اور محبت سے چلا رہے تھے۔ یہ عاجز ساتھ ساتھ تھا۔ تمام ممبرانِ قافلہ خراماں خراماں چلے آرہے تھے۔ مسافروں کی آرام گاہ میں داخل ہونے سے قبل مکرم محترم چوہدری صاحب نے سب کو " السلام علیکم " کہا، دعائیں دیں خواتین میں سے بھابھی جان (محترمہ امینہ بیگم صاحبہ) میری اہلیہ متین احمد اور بیٹی طاہرہ کے سر پر ہاتھ پھیرا عزیزان کرشن محمود۔ طارق محمود۔ خالد صاحب (ابن حسن صاحب) کو پیار سے دیکھا اور لاؤنج میں تشریف لے گئے

پی آئی اے کی انتظامیہ نے بہت عمدہ اور احسن انتظام کر رکھا تھا۔ جہاز کے کپتان خود تشریف لائے اور مہمانِ خصوصی کو خوش آمدید کہا اور اپنے نائبین کو ضروری ہدایات دیں۔ راقم الحروف کے بارے میں بھی خاص ہدایات دیں کہ " انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور جب چوہدری صاحب یاد فرماویں یا یہ خود اُن کے پاس جانا چاہیں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے " جزاھم اللہ احسن الجزاء

دورانِ پرواز بہت سے ہمسفروں نے حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کی خواہش کی۔ میرے دفتر کے دوساتھی مکرم ملک اسلم حمید صاحب اور مکرم محمد یونس صاحب بھی اُسی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ چوہدری صاحب نے کھانے کے بعد اُن سے ملنا پسند فرمایا چنانچہ دونوں حضرات وقت مقررہ پر تشریف لے آئے۔ زیادہ تر یونس صاحب سوالات کرتے رہے۔ کبھی کسی وائسرائے کا ذکر ہوتا اور کبھی مسلم لیگ اور کانگریس کے متعلق معلومات حاصل ہوتیں۔ چوہدری صاحب بھی بہت خوش تھے۔ پرانے تاریخی واقعات کا ذکر ہوتا رہا۔ عین ممکن ہے کہ یہ گفتگو اور لمبی ہوتی مگر ائیر ہوسٹس کی مداخلت کہ " اب چائے کا وقت ہو گیا ہے " کے باعث دونوں اصحاب نے اجازت چاہی

میں پتھروں پر بھی سویا ہوں

کھانے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ چوہدری صاحب! اگر آپ پسند فرماویں تو کچھ دیر آرام فرما لیں۔ ارشاد ہوا۔ " روٹی وی کھا لئی اے تے نمازاں وی پڑھ لیاں نے، گلاں وی کر لیاں نے ہُن تیری گل من ای لیئے " (یعنی روٹی بھی کھالی ہے۔ نمازیں بھی پڑھ لی ہیں۔ باتیں بھی کر لی ہیں اب تمہاری بات بھی مان لینی چاہیئے۔) چنانچہ میں نے سہارا دیکر اٹھایا دو سیٹوں کا ایک پلنگ نما بستر بنایا خوب کمبل اور تکیئے رکھے میری اس کارروائی کو آپ بغور دیکھتے رہے۔ پھر جب میں نے یہ عرض کی کہ چوہدری صاحب آئیں میں آپ کو لٹا دوں تو میرے کندھے پر نہایت مشفقانہ ہاتھ رکھا اور فرمایا

چوہدری صاحب : میرے لیے نرم بستر بنا رہے ہو؟

منصور : کوشش میں ہوں۔ پی آئی اے نے جو کچھ دے رکھا ہے۔ بس وہ سب چیزیں میں نے رکھ دی ہیں اللہ کرے کہ بستر واقعی نرم ہو۔

چوہدری صاحب : تمہیں معلوم ہے کہ مَیں پتھروں پر بھی سویا ہوں۔

منصور : مجھے یہ فخر ہے کہ آپ کی بہت سی تقریریں میں نے سنی ہیں۔ تحریریں بھی پڑھی ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی یہ بات بیان کی ہو۔

چوہدری صاحب : ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس واقعہ کا ذکر نہیں ہوا۔

منصور : تو پھر چوہدری صاحب۔ پتھروں پر سونے کا پس منظر بیان کر دیں؟

چوہدری صاحب : پرانی بات ہے۔ میں نے گوجرانوالہ سے رات کی گاڑی پکڑنی تھی۔ گاڑی کا وقت غالباً بارہ بجے کا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ گاڑی چار پانچ گھنٹے کے بعد آئے گی۔ اب میں نے سوچا کہ رات یہیں گزاروں۔ چنانچہ پلیٹ فارم کی سلیٹوں پر لیٹ گیا۔

منصور : آئیں۔ اب پلیٹ فارم پر تو نہیں مگر ان سیٹوں پہ لیٹ جائیں۔

میں نے نہایت احتیاط سے انہیں لٹایا۔ خُنکی بڑھ رہی تھی اس لیے جسم کے ارد گرد خوب کمبل لپیٹے۔ تکیے ٹھیک سے رکھے۔ اس کے بعد میں نے عرض کی کہ چوہدری صاحب!

ایک دفعہ میں نے آپ سے سنا تھا کہ آپ کو لیٹتے ہی نیند آجاتی ہے اور تین منٹ کے اندر اندر آپ گہری نیند سو جاتے ہیں کیا اب بھی یہی صورت ہے؟

چوہدری صاحب: ہاں۔ اب بھی مجھے تین منٹ کے اندر اندر نیند آجاتی ہے۔ مگر ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ پہلے جب سوتا تھا تو پوری نیند لے کر اٹھتا تھا مگر اب سونے کے دوران گاہے گاہے بیدار ہو جاتا ہوں اور اب تو یہ حالت ہے کہ بس ایک گھنٹہ سویا پھر آنکھ کھلی۔

منصور: اچھا چوہدری صاحب آج میں دیکھوں گا کہ آپ واقعی تین منٹ میں سو جاتے ہیں کہ نہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابھی دو منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ ہستی جس نے سوئی ہوئی قوموں کو بیدار کرنے کیلئے اپنی زندگی گزار دی نیند کے عالم میں چلی گئی اور میں تیز خیالات کی لہروں میں ہچکولے کھانے لگا۔

خدمت میں ہے سعادت

ابھی میں اپنی سیٹ پر آکر بیٹھا ہی تھا کہ ایئر ہوسٹس نے اطلاع دی کہ سر ظفر اللہ تمہیں بلا رہے ہیں۔ فوراً حاضرِ خدمت ہوا تو چوہدری صاحب کو بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے عرض کی کہ چوہدری صاحب نیند نہیں آرہی۔ آپ جلدی اٹھ گئے ہیں فرمایا۔ " نیند تو آگئی تھی بس اتنا ہی آرام کرنا تھا پھر مجھے کہا کہ میرے موزے بدل دیں اور ایک نئے موزوں کی جوڑی میری طرف بڑھا دی۔ میں چوہدری صاحب کے سامنے فرش پر بیٹھ گیا اور موزے پہنانے کی خاطر ان کا پاؤں فرش سے اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ انگلیوں پر ہلکے ہلکے زخم تھے اور پٹی بھی بندھی ہوئی تھی۔ مجھے کچھ تو اس خیال سے کہ نئے موزے پہناتے وقت پاؤں میں مزید تکلیف نہ ہو اور پھر کچھ اس خیال سے کہ "منصور! آج حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک جلیل القدر رفیق کے پاؤں چھونے کا موقع میسر آیا ہے " میں نے بہت احتیاط سے مگر ہوئے ہوئے موزے پہنانا شروع کیے۔ ممکن ہے کہ میں اپنے خیالات میں کچھ زیادہ ہی گم ہو گیا ہوں کہ چوہدری صاحب کے اس سوال پر کہ کیا موزہ تنگ ہے میں چونک پڑا۔ عرض کی نہیں چوہدری صاحب تنگ تو نہیں ہے میں خود ہی آہستہ آہستہ پہنا رہا ہوں۔ علاوہ احتیاط کے یہ خیال بھی میرے ذہن میں تھا کہ اس پاؤں کو زیادہ سے زیادہ دیر تک اپنے ہاتھوں میں رکھوں خدا جانے پھر کبھی ایسا موقعہ میسر آئے کہ نہ آئے۔

منزل بہت سرعت سے قریب سے قریب تر آرہی تھی باتوں باتوں میں چوہدری صاحب نے فرمایا کہ کپتان سے رابطہ قائم کرو اور یہ معلوم کرو ہمارا جہاز کس وقت ایسے مقام پر پہنچے گا جہاں ہم فجر کی نماز ادا کر سکیں کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ ہوائی جہاز میں پرواز کرتے وقت اس بات کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے کہ صبح صادق شروع ہوتے ہی روشن دن میں بدل جاتی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ہمیں صحیح وقت کا علم ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل بفضلِ خدا احسن طور پہ ہو گئی اور نمازِ فجر ادا کی گئی۔ ہماری رفتارِ پرواز عین وقت کے مطابق تھی بلکہ موافق ہوا ہونے کی وجہ سے ہم قدرے وقتِ مقررہ سے پہلے پہنچنے والے تھے۔ ہمیں اسلام آباد کے ہوائی مستقر پر صبح کے چار بج کر پچاس منٹ پر پہنچنا تھا۔ مگر غالب خیال یہی تھا کہ ہم شاید دس منٹ پہلے ہی پہنچ جائیں گے چنانچہ حضرت چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ ہماری لاہور کی پرواز کا وقت صبح کے ۹ بجے ہے۔ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اسلام آباد چار گھنٹے انتظار کرنا ہوگا میں نے تجویز پیش کی کہ اگر چوہدری صاحب پسند فرماویں تو صبح چھ بجے جو جہاز لاہور کیلئے جاتا ہے اس سے چلیں اس پرواز سے جانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ ہم جلد لاہور پہنچ جائیں گے۔ مگر اس میں ایک بات یہ ہے کہ اس

میں فرسٹ کلاس نہیں ہوتی۔ چھوٹا (FOKKOR) جہاز ہے۔ فرمانے لگے کہ "فرسٹ کلاس کے نہ ہونے سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری رائے بہتر ہے۔ مگر ہماری ریزرویشن تو ۹ بجے والی پرواز سے ہے۔ حمید (مکرم حمید نصر اللہ خان صاحب) کو بھی میں نے یہی کہا تھا کہ اُسی پر اپنی سیٹ بُک کروالے۔ اب اگر پروگرام بدلا تو ممکن ہے دقت ہو۔" مگر میرے اصرار پر فرمایا کہ "تجویز معقول ہے۔ اُسی سے چلیں گے۔ اب ایک کام کرو کہ کسی طرح حمید کو بھی اطلاع ہو جائے۔" سو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جہاز کے کپتان صاحب کے توسط سے بغیر کسی دقت کے ہو گیا اور کپتان صاحب نے خود آکر یہ اطلاع دی کہ "صبح والی پرواز پر آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا انتظام ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی مستقر پہ اتر رہے تھے۔ جہاز کے انجن جب بند ہوئے تو اس وقت صبح کے چار بجکر چالیس منٹ تھے۔ چوہدری صاحب کی روانگی سے قبل جہاز کے کپتان اور دیگر ارکان فرسٹ کلاس کے لاؤنج میں آئے اور نہایت ادب اور وقار کے ساتھ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ میں نے چوہدری صاحب کو کوٹ پہنایا۔ ساتھ والا سامان لیا اور آہستہ آہستہ ان کے ساتھ چل دیا چوہدری صاحب کا ایک ہاتھ میرے کندھے پر تھا اور دائیں ہاتھ سے تمام لوگوں سے مصافحہ کیا۔ کپتان کا شکریہ ادا کیا اب سیڑھی لگ چکی تھی۔ جونہی ہم جہاز کے دروازے سے نکل کر باہر آئے تو اسلام آباد کی پیاری صبح کا سماں آنکھوں کے سامنے تھا۔ دل لبھا دینے والی لطیف ہوا چل رہی تھی۔ اس نے چوہدری صاحب کے چہرے کو اور منوّر کر دیا۔ ہم آہستہ آہستہ سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ جمبو جہاز کی سیڑھیوں سے اترتے وقت کم از کم سات آٹھ منٹ لگ گئے ہوں گے۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ جب تک چوہدری صاحب نہیں اتر گئے ہوائی مستقر کا ہر شخص نہایت ادب اور احترام سے کھڑا رہا۔ یوں بھی مشرقی لوگ اپنے جذبات کے اظہار میں کنجوسی نہیں کرتے اور پھر اہلِ پنجاب تو جب تک اونچی آواز میں خوش آمدید نہ کہہ لیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً محبت ذرا کم ہو گئی ہے مگر اس وقت جبکہ حضرت چوہدری صاحب کا وجود ان میں تھا مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پاکستان اپنے ایک بزرگ لیڈر کو مرحبا کہہ رہا ہے۔ جو ساری دنیا میں اپنے وطن کا نام روشن کر کے گھر واپس آیا ہے۔ کیا خاموشی تھی سب کی نگاہیں ایک وجود پر مرکوز تھیں۔ اور وہ وجود تمام ہنگاموں سے بے نیاز خراماں خراماں چلا جا رہا تھا۔

تصویر سچی ہے

سیڑھیوں سے نیچے اترے تو پی آئی اے کے سپیشل پسنجر ہینڈلنگ آفیسر کے علاوہ مکرم جناب حمید نصر اللہ خان صاحب اور مکرم جناب عبدالوہاب صاحب کو موجود پایا مصافحہ و معانقہ کے بعد ہم اسلام آباد کے نہایت خوبصورت وی آئی پی لاؤنج میں پہنچے۔ حسنِ اتفاق ہے کہ وہاں پر کوئی صوبائی وزیر پنجاب کے اعلیٰ پولیس افسران کے ساتھ نہایت اطمینان سے مصروفِ گفتگو تھے مگر جونہی حضرت چوہدری صاحب پر ان کی نظر پڑی تو وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور پھر چوہدری صاحب تشریف فرما ہوئے تو ایک طرف مکرم حمید نصر اللہ خان صاحب بیٹھ گئے۔ دوسری طرف مکرم وہاب صاحب۔ خاکسار ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کہ اتنے میں وزیر موصوف تشریف لائے نہایت ادب اور احترام سے چوہدری صاحب کو السلام علیکم کہا۔ اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے اور ان کے پیچھے وہ تمام پولیس آفیسر بھی نہایت ادب سے کھڑے ہو گئے چند لمحوں کے بعد وزیر موصوف نے خاموشی کو توڑا اور عرض کی کہ ہمارے لائق کوئی خدمت؟ حضرت چوہدری صاحب نے "جزاکم اللہ" کہا اور شکریہ ادا کیا۔ جس پر وہ اجازت لے کر چلے گئے۔

مگر بوجہ ادب کے انہوں نے قدم پیچھے اٹھانے شروع کئے اور سر جھکائے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے گئے

اب مجھے چوہدری صاحب کے سامان کی وصولی کے لیے جانا پڑا۔ پی آئی اے کے ایک نوجوان اور متعد صاحب میرے ساتھ چلے۔ سامان کے "TAG" انہی کے پاس تھے۔ میں تو محض سامان کی وصولی کیلئے ساتھ گیا تھوڑی دیر میں ہمارا سامان آگیا۔ تو ہم نے اسے چیک کروانے کیلئے کسٹم آفیسر کے سامنے لے جانا تھا کہ اتنے میں خیال آیا کہ اگر کسٹم آفیسر نے کھول کر سامان دیکھنا چاہا تو چابی کی ضرورت ہو گی اور چابی حضرت چوہدری صاحب کے پاس ہے چنانچہ وہ نوجوان دوڑتے ہوئے وی آئی پی لاؤنج پہنچے اور مدعا بیان کیا چوہدری صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ "سامان کو تالا نہیں لگا ہوا بلکہ بکس کھلا ہی ہے" اس بچارے کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ واپس آئے تو مجھے کہا اور بہت حیرانی کا اظہار کیا۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پی آئی اے کے ایک نہایت بزرگ صورت ملازم جنہوں نے ادنیٰ سی وردی پہن رکھی تھی۔ مجھ سے یوں مخاطب ہوئے کہ "صاحب آپ چوہدری صاحب کے ساتھ آئے ہیں"۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگے کہ کل کے ایک اخبار میں ایک مضمون چھپا تھا۔ اس میں چوہدری صاحب کی تصویر بھی تھی مگر مضمون کسی مخالف نے لکھا ہوا تھا کیونکہ اس نے چوہدری صاحب پر بہت جھوٹے الزامات لگائے ہوئے تھے۔ مگر جب میں اس تصویر کو دیکھتا تھا تو مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ مضمون نگار نے سچ بولا ہے کیونکہ تصویر سچی تھی اور مضمون جھوٹا اور آج جبکہ میں نے خود چوہدری صاحب کو دیکھ لیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ جو باتیں مضمون نگار نے مخالفانہ انداز میں تحریر کی ہیں وہ بالکل غلط ہیں پھر انہوں نے فرمایا کہ صاحب اگر اجازت دیں تو اس (چوہدری صاحب کے) سامان کو میں اٹھاؤں۔ میں نے کہا۔ کہ اس کام کیلئے تو میں لندن سے ساتھ آیا ہوں۔ کوئی خاص ضرورت تو نہیں اس پر میں نے انہیں روپوں کی صورت میں کچھ دینا چاہا تو وہ بزرگ رو پڑے کہنے لگے کہ "صاحب۔ اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں روپوں کے لیے سامان نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ بلکہ اس غرض سے سامان کو چھونا چاہتا ہوں کہ یہ پاک اور بزرگ انسان کا سامان ہے۔ اور میں اپنے بچوں اور آنے والی نسلوں سے کہہ سکوں کہ چوہدری صاحب کا سامان میں نے اٹھایا تھا۔ چنانچہ اس پر میں نے انہیں اجازت دے دی اور ہم لاؤنج سے باہر آگئے۔ اُس شخص کی خوشی اور مسرّت قابلِ دید تھی۔

جذبۂ محبت کے کرشمے

چوہدری صاحب اور چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کو چھ بجے والی فلائیٹ پر رخصت کرنے کے بعد وہاب صاحب کی قیادت میں میں اپنی خالہ جان کے گھر پہنچا۔ وہ بیچارے مجھے صبح صبح دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ مگر اپنی روائیتی محبت اور پیار سے انہوں نے جلدی جلدی ناشتہ تیار کیا۔ کیونکہ مجھے پھر واپس ایئرپورٹ پر جانا تھا۔ تاکہ صبح ۹ بجے والی فلائیٹ سے میں لاہور پہنچ سکوں۔ لیکن ابھی ناشتہ ہو ہی رہا تھا کہ برادرم مرزا نصیر احمد صاحب تشریف لائے اور کہا کہ منصور! فوراً ائیرپورٹ پر پہنچو۔ کیونکہ جس جہاز سے چوہدری صاحب لاہور گئے تھے وہ پھر واپس اسلام آباد آگیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے کہنے لگے مجھے کچھ معلوم نہیں۔ وہیں چل کر معلوم ہو گا۔ چنانچہ ہم فوراً ائیرپورٹ پہنچے۔ وی آئی پی لاؤنج میں جب دونوں چوہدری صاحبان کو بخیریت دیکھا تو اطمینان ہوا۔ اور مکرم چوہدری صاحب نے مجھے دیکھتے ہی زور سے فرمایا کہ۔

"Mansoor! We could not go without you."

میں نے عرض کی کہ چوہدری صاحب واپسی کیسے ہو گئی

فرمانے لگے کہ "لاہور ایئر پورٹ پر بہت دھند تھی جہاز کا اترنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے واپسی ہوگئی" پھر ہم سب نو بجے والی فلائیٹ سے اپنے پہلے پروگرام کے مطابق روانہ ہوئے اور نہایت اطمینان سے قریباً ساڑھے دس بجے چوہدری حمید نصر اللہ خانصاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ جس کے بعد چوہدری صاحب سے اجازت لی۔ انہوں نے بہت محبت اور پیار سے رخصت کیا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ اور میں بوجھل قدموں اور اشکبار آنکھوں سے وہاں سے روانہ ہوا۔

شام کو ربوہ پہنچ گیا۔ اگلے دن حضور نے ملاقات کا شرف بخشا۔ میرے پیارے آقا نے باوجود اس کے کہ اس روز ملاقات کا دن نہ تھا مجھے نہایت محبت اور پیار سے گلے لگایا۔ غالباً میرے آنے کی اطلاع تھی۔ کیونکہ مجھے دیکھتے ہی فرمایا "خیریت سے پہنچ گئے" میں نے عرض کیا حضور! آپ کے دوست کو لایا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ "وہ خیریت سے ہیں" اختصار سے عرض کردیا۔ اور پھر حضورِ اقدس کی اجازت اور دعائیں لیتا ہوا اُسی شام ربوہ سے کراچی اور پھر کراچی سے لندن پہنچا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔

اور اب ۱۹ر نومبر کا دن میری زندگی کا ناقابلِ فراموش دن بن چکا ہے۔ اور اس کا ایک ایک لمحہ میرے لیے باعثِ برکت بھی ہے اور باعثِ رحمت بھی بس "میرا جذبۂ محبت میرے کام آگیا ہے"

حضرت چوہدری صاحبؓ کے غیر مطبوعہ خطوط

● حضرت مصلح موعود کے نام

۱۹۲۴ء میں جب حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کے افغانستان میں قتل کی اطلاع پہنچی تو حضرت مصلح موعود نے کابل میں احمدیت کے نام پھیلانے کا ذکر کیا حضرت چوہدری صاحب نے اس پیغام پر لبّیک کہتے ہوئے حضور کی خدمت میں تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Telephone:
Victoria 1841.

6 Chesham Place,
Belgravia,
S.W.1.

3. IX. 24

سیدنا و امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری زندگی ایک ایسی جگہ گذری ہے کہ سوائے اندوہ و ندامت کے اور کچھ حاصل نہیں۔ میں اکثر غور کرتا ہوں کہ یہ بھی کیسی زندگی ہے کہ سوائے روزی کمانے کے کسی اور کام کی فرصت نہ ملے اور دنیا کے دھندوں میں پھنسا انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا

دیا۔ ۲۔۲ جو ایک خوش قسمت نے محبوب حقیقی کیا تو وصال
کی خوشی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہوا وہاں یہ بھی
تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو
کسی کام میں لگا دو۔ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں
حق کی خدمت کے لئے پیش کر دو۔ پھر میں نے غور کیا کہ
کیا یہ محض میرے نفس کی خواہش کا شغف تو نہیں اور کیا
یقین ہے کہ مجھے پیش کیا جائیگا اپنے تئیں پیش کرتا ہے
اور میں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ
کیا جو اس رستہ میں پیش آئیں گی اور اپنے تئیں سمجھایا کہ
فوری شہادت ایک ایسی سعادت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں
ہوتی اور کیا تم محض اس لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہو کہ جلدی
شہادت کا درجہ حاصل کرو اور دنیا کے افکار سے نجات حاصل کرو
تمہارے اندر یہ ہمت ہے کہ ایک لمبا عرصہ زندہ رہ کر ہر روز
اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جان دو اور متواتر شہادت سے محظوظ
ہوتے رہو۔ حضور انور میں کمزور ہوں سست ہوں آرام طلب

ہوں۔ لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے
کہ مجھے نمائش کے لئے نہیں۔ فوری شہادت کے لئے نہیں۔
دنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے گناہوں
کے لئے توبہ کا موقعہ مہیا کرنے کے لئے۔ اپنی عاقبت کے
لئے ذخیرہ جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے
اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ
مجھ سے گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور
مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ
ایام اس کی رضا کے حصول میں صرف کر دوں تو
اس سے بڑھ کر میرے لئے کسی نعمت اور کسی خوشی کا مطلب
نہیں۔

حضور میں معمولی نویس نہیں اور حضور کی بارگاہ
میں تو نہ زبان یاری دیتی ہے نہ قلم جنبش کر سکتا
ہے

محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود کے نام

لندن۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۲۷ ستمبر ۱۹۷۵ء

عزیزہ محترمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا تار ملا۔ جزاکم اللہ۔

میں بفضل اللہ بخیریت ہوں۔ کچھ عرصہ سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھائی کرنے پر پابندی عائد کردی ہوئی ہے۔ بڑھتی عمر کا تقاضہ ہے۔

آپ کے لئے عاجزانہ دعاؤں کی بفضل اللہ متواتر توفیق ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

خاکسار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ وناصر ہو۔ آمین۔

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

محترم عبدالباری ملک صاحب (انگلستان) کے نام

لندن۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۶ ستمبر ۱۹۷۹ء

پیارے باری! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا ۴ ستمبر کا لکھا ہوا خط کل مل گیا تھا۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہمیشہ نیک مزاج رکھے۔ آپ کو اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے اور آپ کے رزق میں کشائش عطا فرمائے۔ اور آپ کے لئے اور جماعت کے لئے آپ کی مساعی کو بابرکت فرمائے۔ [illegible] اس عاجز کو متواتر آپ کے لئے دعا کی توفیق ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

آپ ہر وقت اس کی جستجو میں رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل سے آپ کے وجود کو نافع الناس زیادہ سے زیادہ بناتا چلا جائے۔ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔

اگر آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خواستگار ہوں تو اپنے تئیں مخلوق کے لئے سراسر رحمت بنائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بخششوں [illegible] اور ایزادی کے خواہاں ہوں تو اس کی عطا کردہ قویٰ۔ فکر و فہم۔ [illegible] سب کا صحیح استعمال کرتے رہیں۔ بشاشت کو شعار بنائیں۔ رنج اور غضب سے پناہ مانگتے رہیں۔ خدا کے بندوں کے لئے ہر پہلو سے باعث برکت اور راحت بنیں اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو راحت اور خوشیوں سے بھر دے گا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم بہت بزرگ صوفی گذرے ہیں۔ حصول رضاء الٰہی کی خاطر بادشاہت ترک کردی۔ ان کے متعلق انگریز شاعر Coleridge نے ایک واقعہ نظم کیا ہے۔ آج سے ستر سال قبل طالب علمی کے زمانے میں میں نے پڑھا اور میرے دل نے اس سے بہت سرور حاصل کیا۔ اب بھی یاد آتا ہے تو آخری الفاظ سے آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ جتنا یاد رہ گیا ہے شاعر کے الفاظ میں لکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ جو لذت اس سے مجھے حاصل ہوتی ہے آپ بھی اس میں شریک ہو جائیں۔ میں جو کچھ آپ کو لکھتا ہوں اس سے غرض محض وعظ و نصیحت نہیں۔ آپ کے دل میں جگہ بنانا چاہتا ہوں۔

Abou ben Adhem, may his tribe increase,
Awoke one night from a deep dream of peace,
And in the moonlight of his room saw
An angel writing in a book of gold
Exceeding peace had made Ben Adhem bold,
And to the Presence in the room he cried
What writest thou? The angel raised his head,
And with a look made all of sweet accord,
Replied: The names of those who love the Lord.
And is mine one? said Abou. Nay not so,
Replied the angel. Abou spoke more low,
But Cheerily still, and said: I pray thee then,
Write me down as one who loves his fellow-men.
The angel wrote and vanished; and the next night
Appeared with a great wakening light;
And showed Abou the names of those whom love of God had blest.
And lo! Ben Adhem's name led all the rest!!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

والسلام
خاکسار
ظفر العرفان

بیکار مت بیٹھیے　　**داخلے جاری ہیں**　　کوئی ہنر سیکھیے

واہ کینٹ، لاہور اور راولپنڈی کے بعد کراچی کے وسط میں
شاہراہ قائدین پر

فون نمبر ۴۴۶۶۲۲

ٹیکنی ٹیسٹ ٹریڈ ٹیسٹ ٹریننگ سنٹر (رجسٹرڈ)

سندھ بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن سے منظور شدہ

طلباء و طالبات کیلئے مندرجہ ذیل ٹیکنالوجی میں 6 ماہ (500) گھنٹے کے سپیشل و ریگولر کورسز میں

داخلے جاری ہیں

وائرمین، الیکٹریشن، ریفریجریشن، پلمبر۔ ہم ٹریننگ دینے کے علاوہ پاکستان کی مختلف ریکروٹنگ ایجنسیوں کے لیے ٹریڈ ٹیسٹنگ کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں نیز اچھی پوزیشن لینے والے طلباء کیلئے ملازمت میں بھی تعاون کرتے ہیں

(نشستیں محدود ہیں) مزید تفصیلات کیلئے آفس سے رابطہ قائم کریں

ٹیکنی ٹیسٹ ٹریڈ ٹیسٹ اینڈ ٹریننگ سنٹر 239-A بلاک II شاہراہ قائدین
نزد نرسری کراسنگ P.E.C.H.S
کراچی

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے تعاون کے ساتھ

ہماری پیشکش ائیر کنڈیشنر، ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، سینیٹری فٹنگ، لوہے کے گیٹ، جالی و گرل، موٹر مکینک، بجلی کی وائرنگ، بجلی کے جملہ آلات کی مرمت نیز بلڈنگ پینٹنگ کے لئے اگر آپ مخلصانہ تعاون کے متمنی ہیں تو ہم سے فون پر رابطہ قائم فرمائیں ہم آپکو مناسب دام پر تسلی بخش سروس کی ضمانت دیتے ہیں۔

عرفان واچ سنٹر
انار کلی بازار اوکاڑہ

ڈیسنٹ کلاتھ ہاؤس
صدر بازار اوکاڑہ
فون ۴۳۱۴

لقمان کیمیکلز
فون ۳۸۶۰

(ڈیلر ستارہ کیمیکل انڈسٹریز فیصل آباد)

اعلیٰ معیار کا سوڈا کاسٹک لیکوڈ اور بلیچنگ پاؤڈر کی تھوک خریداری کیلئے ہم سے رجوع کریں

A-۷۰ صدر بازار اوکاڑہ

ہول سیل بنیاری کی دکان

کوثر جنرل سٹور
ریل بازار
اوکاڑہ

فون نمبر
۳۱۱۹

کراچی میں

ٹی وی - وی سی آر - ٹیپ ڈیک اور دیگر گھریلو الیکٹرانکس کی
خرید و فروخت، سروس اور مرمّت کے لئے قابلِ اعتماد ادارہ

Emjees Video Electronics

25.C کمرشل ایریا اے - ڈیفنس سوسائیٹی

مسعود احمد طاہر

فون: ۵۴۲۳۸۲

CHAUDHRY AND COMPANY

OFF 306111
RES 855314
CABLE : "ATTRACTIVE"
TLX :

IMPORTERS EXPORTERS
AND MANUFACTURERS OF
TEXTILE AND CARPETS
AND GENERAL ORDER
SUPPLIERS

BASEMENT :
VENUS PLAZA
7/E EGERTON ROAD, LAHORE.
44344 DEENS PK
ATTN CHAUDHRY

لیڈر آف فیشن فیبرکس

کریسنٹ کلاتھ ہاؤس

فون نمبر ۴۳۶۰

صدر بازار اوکاڑہ

تھوک و پرچون منیاری کی مشہور دکان

مسلم جنرل سٹور

۳۱۸۰
رہائش ۲۲۶۲

صدر بازار اوکاڑہ

بطلِ جلیل

جناب میرزا محمود احمد صاحب۔ ربوہ

چوہدری ظفر اللہ خان۔ میرے وطن کا رہنما — اس کو بھی پیغامِ ربِّ مقتدر ہے آ گیا
اِک وکیلِ بے بدل تھا اِک خطیبِ بے مثل — کائناتِ عدل پر جو بے طرح تھا چھا گیا

مجلسِ وزرائے وائسرائے میں باصد وقار
اِک وزیرِ مقتدر بن کر وہ سالوں تک رہا

حسبِ حکمِ قائدِ اعظم بہ سرحدی کمیشن — اس نے حقِ ملّی وکالت کا ادا۔ ہمدم کیا
جب قیامِ ارضِ پاکستاں ہوا۔ اَے ہمنشیں — یہ وزیرِ خارجہ اس ملک کا پہلا بنا
قائدِ اعظم نے اسکو برملا کونسل میں خود — ازراہِ لطف و نوازش اپنا بیٹا تک کہا

اس کی فطنت اور ذہانت کی بہت تعریف کی
اور فرمایا دماغ اس کا ہے مولیٰ کی عطا

قضیۂ کشمیر میں کچھ یوں وکالت اس نے کی — اسکی تقریروں سے یو۔این۔او کی گونج اٹھی فضا
اس کی تقریریں فنِ تقریر کا شہ کار تھیں — ہر کوئی اسس کی خطابت کا ہوا نغمہ سرا

اس نے عربوں کی وہاں کچھ اسطرح تائید کی — سب عرب یکدم پکارے مرحبا صد مرحبا
اسطرح سینہ سپر ان کے لیے واں پر تھا یہ — یاد رکھیں گے اسے ہر دم، تیونس، لیبیا
انکی آزادی کی خاطر اس نے واں پر جنگ کی — الجزائر اور مراکش اس کے ہیں نغمہ سرا
سب کے سب ممنون اس کے ہیں بہ جان و دل مدام — شکریہ دل سے ادا کرتے ہیں پاکستان کا
پا گیا اقوامِ عالم میں وہ قدر و منزلت — اس نے پاکستان کو عالم میں متعارف کیا
وہ گیا ارضِ وطن سے .... اور بہ صد عزّ و شرف — عدلِ عالم کی عدالت کا تھا جج بن گیا
کچھ برس کے بعد ہی یہ اپنے حسنِ کار سے — اسس ادارہ میں بطورِ صدر، فائز ہو گیا
بعد میں یہ مجلسِ اقوام میں بھی ہمنشیں — احترام و عزّت و وقعت سے صدر اسکا بنا

تھی ملی اسکو صدارت، دونوں ایوانوں کی، دوست
منفرد سارے جہاں میں اس کا یہ اعزاز تھا

چوہدری ظفر اللہ خاںؓ اے میرے ربِّ مقتدر — تیری خدمت میں، تری طلبی پہ حاضر ہو گیا
احمدیت کا یہ خادم جان و دل سے تھا مدام — ذرّہ ذرّہ احمدیت کے لیے اسکا فدا
میرزا کے واسطے تھے وقف اس کے جان و دل — اس کا ہر ذرّہ فدائے احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم تھا
تیری رحمت سے مرے پیارے یہ مردِ ذی وقار — پائے جنّت میں مدارج برتر اے ربِّ عُلا
ساتھ ہو فضلِ عُمرؓ کا اُسکو حاصل خُلد میں — کہ یہ تھا فضلِ عمر کا اک محبِّ باصفا
والدہ کے قرب میں تو اس کو جا دے خُلد میں — باعثِ تسکیں ہو اب بھی "جی او پُتّر" کی صدا

اے خدا بر تربتِ او ابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمالِ فضلِ در بیتِ النعیم

دسمبر ۸۵ء/جنوری ۸۶ء ۲۰۰ خالد ربوہ

CURATIVE COURSES — کیوریٹو کورسز

INTERNATIONL NAME		مختصر	مکمل	اُردو نام
DWARFISHNESS	COURSE	15/-	80/-	چھوٹا قد کورس
ASTHMA	COURSE	15/-	60/-	دمہ کورس
PILES	COURSE	15/-	40/-	بواسیر کورس
URINATION	COURSE	15/-	40/-	زیادتی پیشاب کورس
DIABETES	COURSE	15/-	80/-	ذیابیطس کورس
OBESITY	COURSE	15/-	60/-	موٹاپا کورس
HYPERTENTION	COURSE	15/-	180/-	ہائی بلڈ پریشر کورس
FLATULENCE	COURSE	15/-	40/-	گیس کورس
FALLING HAIR	COURSE	15/-	40/-	گرتے بال کورس
BED URINE	COURSE	15/-	30/-	بول بستری کورس
EYESIGHT	COURSE	15/-	60/-	کمزوری نظر کورس
LEUCODERMA	COURSE	15/-	100/-	پھلبہری کورس
KIDNEY PAIN	COURSE	15/-	150/-	دردِ گردہ کورس
T. B.	COURSE	15/-	50/-	ٹی بی کورس
CARIES	COURSE	15/-	45/:	کیریز کورس
PYORRHEA	COURSE	15/-	45/-	پائیوریا کورس
BILIARY COLIC	COURSE	15/-	150/-	دردِ پتہ کورس
DEAFNESS	COURSE	15/-	45/-	بہرہ پن کورس
BABY GROWTH	COURSE	15/-	20/-	بے بی گروتھ کورس
BODY BUILDING	COURSE	15 -	30/-	باڈی بلڈنگ کورس
FALSE HAIR	COURSE	15/-	60/-	زائد بال کورس
URINE RETENTION	COURSE	15/-	40/-	بندش پیشاب کورس
URINE DRIBBLING	COURSE	15/-	40/-	تقطیر پیشاب کورس
INVOLUNTARY URINATION	COURSE	15/-	40/-	بے اختیاری پیشاب کورس
HOT URINE	COURSE	15/-	40/-	جلن دار پیشاب کورس
HEMATURIA	COURSE	15/-	40/-	خونی پیشاب کورس
SLOW URINATION	COURSE	15/-	40/-	آہستہ پیشاب کورس
DYSURIA	COURSE	15/-	40/-	دردِ وقت پیشاب کورس
MEMORY	COURSE	15/-	40/-	کمزوری حافظہ کورس
MITTI CHOUR	COURSE	15/-	15/-	مٹی چھوڑ کورس
HEAD ECZEMA	COURSE	15/-	110/-	ایگزیما سر کورس
GOUT	COURSE	15/-	60/-	گنٹھیا کورس

تفصیلی لٹریچر مفت

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ پاکستان ہیڈ آفس گولبازار ربوہ
فون آفس ۷۷۱ ؛ فون کلینک ۶۰۶ ؛ رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷

لاہور آفس : 33/A نیو چوبرجی پارک
کراچی آفس : 2/25-7 پی-ای-سی-ایچ-ایس

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR ABDUL SAMEE KHAN

DECEMBER 1985 ____ JANUARY 1986